

ملیکۃ العرب

حالات زندگی

اُمّ المؤمنین جناب خدیجہ الکبریٰ سلام اللہ علیہا

PDFBOOKSFREE.PK

مُصَنَّفہ

لسان الواعظین رئیس المتکلمین مولانا سید کرار حسین صاحب قبلہ
واعظ مدرسۃ الواعظین لکھنؤ

مقدمہ

سُلطان المتکلمین راسل الواعظین مولانا سید غلام عسکری صاحب اعلیٰ اللہ مقامہ
سربراہ تنظیم المکاتب امامیہ، بجنور ضلع لکھنؤ

ملیکۃ العرب

حالات زندگی

اُمّ المؤمنین جناب خدیجہ الکبریٰؓ

مصنفہ

سان الواعظین رئیس المتکلمین مولانا سید کرار حسین صاحب قبلہ
واخط مدرستہ الواعظین لکھنؤ

مقدمہ

سلطان المتکلمین راس الواعظین مولانا سید غلام عسکری صاحب علیہ السلام
سربراہہ تعلیم المکاتب امامیہ، بجنور ضلع لکھنؤ

رحمت اللہ علیہ ایجنسی

کافذ بازار میٹھا درہ
کراچی ۷۴۰۰۰

فون: 2431577

فہرست مضامین

۷	پیش لفظ
۹	مقدمہ
۲۴	دیباچہ
۴۱	عورت اقوام عالم کی نظر میں
۴۷	عورت عیسویں صدی میں
۵۰	عورت اسلام کی نظر میں
۶۷	عورت پر مرد کی حاکمیت
۷۵	اسلام کا نظام عدل و مساوات
۹۰	افساد و خسر کشی کا اسلامی قانون
۱۲۸	ام المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ
۱۴۸	افسانہ ہائے عقد
۱۶۷	راہ حق
۱۸۴	شادی خانہ آبادی
۲۴۳	محل سے قید خانہ تک
۲۵۲	احسان خدیجہ
۲۶۹	غم و اندوہ کا سال
۲۷۱	کردار ساز زندگی

انتساب !

خاتونِ جنت ، شفیقہ روزِ محشر ، بنتِ سید البشر ، بضعتہ النبوتہ ،
بقیۃ الرسالۃ ، ام اللائمہ ، صدیقہ طاہرہ ، النبیہ حوراء ، بتول عذراء ، معصومہ عالم

”شہزادی نورسیدہ فاطمہ زہرا کے نام“

مخدومہ کائنات ! جس پاکیزہ گوہر اور طاہر آغوش میں آپ کی پرورش
ہوئی اسی کے تذکرے آپ کی والدہ ماجدہ ہی کے حالاتِ زندگی کے
چند لعل و گہر جمع کر کے آپ کی بارگاہِ قدس میں پیش کرنے کی جسارت
کر رہا ہوں ۔ اس امید پر کہ چشمِ کرم اسے قبول کر لے گی جو میری نجات کا
باعث ہوگی ۔

بندۂ عاصی
سید کرا حسین واعظ

سید کرا حسین واعظ
بندۂ عاصی

نذرِ قارئین

سورہ ضحیٰ آیت ۸ میں ارشاد خداوندی ہے وَقَدْ لَكِ
 كَآئِلًا فَاعْزِي "ہم نے آپ کو تنگدست پایا تو غنی کر دیا"
 تقریباً سبھی مفسرین نے اس آیہ مبارکہ کو جنابِ خدیجہؓ
 سلام اللہ علیہا کے معاشرتی اور معاشی مقام و مرتبے سے مشوب کیا
 ہے۔ گویا اس آیہ مبارکہ کی رو سے یہ "قرآن السعدین" اور سنجوگ خود
 خدا کے بزرگ و برتر کی جانب سے تھا اسی لیے بہترین اور ہر لحاظ سے
 مکمل و ہم آہنگ تھا۔ شہنشاہِ کائنات کے ساتھ ملیکہ العرب ہی
 جیتی تھیں۔ حضورِ ختمی مرتبت کے ساتھ بڑے مرتبوں والی سیدہ
 قریش ہی سجتی تھیں۔ یہ حسن صورت اور عظمت کردار کا ایسا سنگ تھا جو بے
 مثل و بے نظیر تھا کیونکہ اسی گھر سے رسالت کا خورشیدِ خاورِ طلوع ہونا والا تھا اور
 یہی گھر امامت کا گہوارہ بننے والا تھا۔ اسی لئے ربِّ کائنات نے اس بیت الشرف کیلئے
 ایک ایسی ہمہ صفت موصوف خاتون کا انتخاب کیا جو رسولِ مقبولؐ کی حیات
 مبارکہ کے مختلف اہم ادوار میں ان کی شریکِ حیات ہوئی بہترین صلت رکھتی تھیں
 جنابِ خدیجہؓ نے رسول اللہ کے لیے نوالی فطرت کو شیخہ کر لیا تھا۔ پر سائش
 زندگی ظاہری زیبائش اور اپنا سب کچھ رسول اللہ کے مبارک قدموں پر بچھا ور
 کر کے رسول اللہ کو اس طرح دل و جان سے اپنا لیا تھا کہ اپنی ازدواجی زندگی
 کے پچیس سالوں میں وہ رسول اللہ سے کبھی علیحدہ معلوم نہیں ہوئیں۔

تحریک اسلامی کی مالی پشت پناہی کے لئے خدائے بزرگ و برتر نے خدیجہؓ کے خزانوں کو چنانچہ تھا تو خدیجہؓ نے بھی اس عنایت ربانی کا شکر اس طرح ادا کیا کہ اپنے خزانے رسول اللہ کے نام مہبہ کر کے یہ طہیمان حاصل کر لیا کہ اپنی عظیم جدوجہد میں وہ مالی تفکرات سے یکسر بے نیاز ہو گئے ہیں۔

اب اسلام کی پناہ میں آ جانے والوں کو مالی تحفظ فراہم ہوتا۔ غلاموں کو آزاد کیا جاتا۔ قبول اسلام کے عوض لوگوں کے بڑے بڑے قرضے معاف ہو جاتے اور شہب ابی طالب میں بنی ہاشم کے جسم و جاں کا رشتہ برقرار رکھنے کو دوسرے پانی کی طرح بہتا تو جناب خدیجہؓ کے ادائے شکر میں اور اضافہ ہو جاتا۔

جناب خدیجہؓ کی اسی ادائے بندگی کو اللہ تعالیٰ نے اس وقت اعزاز و اکرام عطا کیا جب فدک کی جائیداد ان کی بیٹی فاطمہؓ کے نام مہبہ کر دینے کا حکم سورہ روم میں آیا اِنَّا لَنُؤْتِيْ

آیت اتری ”قرابت داروں کو ان کا حق دے دو“

رسول اللہ نے اس کے بعد فاطمہؓ زہراؓ سلام اللہ علیہا کے لیے وثیقہ لکھ دیا۔ یہ جناب خدیجہؓ کی دین اسلام کے لیے مالی اعانت کا ناقابل تردید قرآنی ثبوت ہے۔

حضرت خدیجہؓ رسول مقبولؐ کی سب سے پہلی تصدیق کرنیوالی۔ تبلیغ دین کی جدوجہد میں انکی مالی و اخلاقی پشت پناہی اور انکے لیے گھر کو ایک ایسی جنت بنا دینے والی تھیں جہاں وہ اپنی عظیم جدوجہد کے دنوں میں آسودگی کا سانس لیکر آئیوالے دنوں کی مشکلات کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو جاتے تھے۔ پچیس سال کی مدت ایک طویل عرصہ ہے۔ یہی دور تبلیغ اسلام میں شدید مشکلات کا دور بھی ہے۔ اس دور میں جناب خدیجہؓ کی رفاقت قائم رہی۔ رسول اللہ کے لیے سہارا بنی۔ اس کے ساتھ ساتھ خدیجہؓ اپنا اہم ترین فطری فریضہ بہ تمام و کمال نباہتی رہیں وہ اپنی بیٹی فاطمہؓ کی صورت میں ایک

ایسا مکمل انسانی پیکر تراشنے میں ہمہ تن مشغول رہیں۔ جو نہ صرف دین اسلام میں جہاں انسانیت کے لیے پیروی کا ایک مکمل واکمل نمونہ ہو۔ بلکہ ان کی تربیت، ان کی محبت، ان کی وفا۔ ان کے بعد ان کی بیٹی فاطمہؑ کی صورت میں رسول اللہ کے ہمراہ رہے اور ان کی تقویت کا باعث بنے۔

جناب خدیجہؓ کی یہ تربیت فاطمہؑ اور پھر ان کی نواسی زینبؓ کی صورت میں مجسم ہو کر تحفظ دین مبین کے لیے اس وقت سرگرم عمل اور قربانیاں دیتی ہوئی نظر آتی ہے۔ جب دین اسلام پر سب سے کڑا وقت تھا۔ کیونکہ خدیجہؓ نے رسول اللہ کی حیات میں جذب ہو کر انہیں اس طرح اپنا یا تھا کہ ان کے کارِ رسالت میں خدیجہؓ کی شرکت آنے والے زمانوں میں بھی اسے ہونے کا احساس دلاتی رہتی ہے۔

جناب خدیجہؓ کی عظمت کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ خود حضور سرور کائناتؐ نے خدیجہؓ کی زندگی میں کسی اور جانب التفات نہیں کیا اور خدیجہؓ کے بعد خدیجہؓ کی یاد ہمیشہ ان کی شریکِ زندگی رہی۔

زیرِ نگاہ کتاب میں خدیجہؓ جیسی پاکباز، غمگسار، با عظمت اور باوقار خاتون کے روشن کردار کو پیش کیا گیا ہے۔ جو ایک تسلسل کے ساتھ دین کے اشاعت و تحفظ، جدوجہد اور بقا میں حضور ختمیؐ تربیت اور ائمہ طاہرینؑ کے ہمراہ پوری آب و تاب کے ساتھ ان کی اور اسلام کی تقویت کا سبب رہا ہے

اکبر ابنِ حسن

پیش لفظ

آج ہم بہت فخر و مسرت سے جناب مولانا سید کرار حسین صاحب و اعظا مصنف ”بائبل قایل“ و ”سازش“ و ”باعثی“ وغیرہ کی نئی گراں قدر کتاب ”صلیكۃ العرب“ ناظرین کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں جسے مولانا موصوف نے بڑی عنف و عرق ریزی اور تحقیق و تدقیق سے تحریر فرمایا ہے اور بلاشبہ یہ موصوف کی کئی برس کی کد و کاوش کا ماحصل ہے۔

یہ کہنا شاید غلط نہ ہو کہ اس موضوع پر اتنی تحقیق و جامعیت اور شرح و بسط سے یہ پہلی کتاب ہے۔ حضرت خدیجہ جو سب سے پہلے پیغمبر اسلام پر ایمان لائیں جو آنحضرتؐ کے کردار و اخلاق، صفات و اوصاف سے اتنا متاثر ہوئیں کہ باوجود عرب کی معزز ترین دولت مند خاتون ہونے کے خود آپ کی کنیزی کی متمنی ہوئیں جنہوں نے اپنا تن من و دھن سب پیغمبر کے قدموں پر مٹا کر دیا، جنہوں نے ایسی رفاقت فرمائی کہ پیغمبر خداؐ اٹھے بیٹھے یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہوئے کہ خدیجہ جیسی رفیقہ مجھے کوئی دوسری نصیب نہیں ہوئی، زندگی کی آخری سانس تک نہ آپ خدیجہ کی محبت اور چاہت کو بھول سکے نہ ان کے ایثار اور قربانی اور غیر معمولی احسانات کو جو انھوں نے پیغمبر اسلامؐ اور اسلام پر فرمائے۔ کیا افسوس کی بات نہیں کہ اسلام کی

ایسی عظیم ترین شخصیت کی سیرت و کردار اور حالات زندگی پر کوئی مستقل کتاب
 اردو میں موجود نہیں۔ بے شک آپ کے حالات و سوانح حیات سے اردو
 کتابیں خالی نہیں مگر تماشراپ کا ذکر یا تو ازواج پیغمبر کے ضمن میں ہے یا
 صحابیات پیغمبر کے سلسلہ میں۔ مستقل طور پر آپ پر آج تک کوئی کتاب
 شائع نہیں ہوئی۔ ہمیں سب سے زیادہ حیرت دار المصنفین اعظم گٹھ پر ہے
 جس نے سیرت عائشہؓ کو اتنے اہتمام سے شائع کی صرف اس وجہ سے کہ وہ
 خلیفہ اول کی صاحبزادی تھیں مگر حضرت خدیجہؓ پر کسی مستقل کتاب کی ضرورت
 نہیں محسوس کی جو پیغمبر کی صرف شریک حیات ہی نہیں بلکہ صحیح معنوں میں
 شریک کار نبوت بھی تھیں۔

خدا جزائے خیر دے مولانا تید کرار حسین صاحب قبلہ کو کہ آپ نے
 اس کمی کو شدت سے محسوس کیا اور میری درخواست پر برہبارس محبت کر کے
 ایک کتاب تالیف کر ڈالی جو یقیناً ان کی تمام تصانیف میں امتیازی حیثیت
 رکھتی ہے۔

انصار حسین

خدیجہ — جن پر شرف زوجیت رسول فخر کے

سُلطانِ اوجھین عالی جناب الحاج مولانا بی غلام عسکری صاحب قلم
سربراہ تنظیم مکاتب امامیہ، بجنور ضلع لکھنؤ

تاریخ شاہد ہے کہ شر نے خیر کے مٹانے میں ہر ممکن قسوت قلبی سے کام لیا ہے۔ اگرچہ یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ نہ مٹنے والے خیر نے شر کا نہ صرف بھرپور مقابلہ کیا ہے بلکہ ہمیشہ یہ فتح بمبین حاصل کی ہے کہ عاجز اگر شر کی زبان کو خیر کے لئے کلمہ خیر کہنا پڑا۔ خیر ہی وہ جادو ہے جو شر کے سر پر پڑ کر ہمیشہ بولتا رہا ہے نگاہِ عالم نے بار بار دیکھا ہے کہ شر کی مرکزی اور محوری طاقتوں کی گود میں خیر کے گواہ پیدا ہوتے رہے ہیں۔

تاریخ نویسی کا مدعا! حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کی جو مخالفت اور عداوت کی گئی ہے اس میں کوئی انصاف کبھی رد انہیں رکھا گیا ہر طرح کی حق پوشی بلکہ ممکن حد تک گمراہ کن کوششوں سے کام لیا گیا۔ تاریخ نویسی کا اصل مدعا یہی ہے کہ واقعات اور شخصیتوں کو ان کے صحیح اور سچے خدوخال میں پیش کیا جائے تاکہ ماضی کی شمع مستقبل کے اندھیرے اور آجائے کو واضح کر سکے اور انسانی توانائیوں کو نہ صرف نقصان سے بچ سکنے کا موقع ملے بلکہ ملکوئی کمال

سے آگے تک جانے اور نشوونما کا موقع ملے۔ مگر بڑا ہوتے ہی جذبہ جباری اور مغلہ جذبات کا کہ صدیوں سے تاریخ لکھنے کے نام پر چاند پر خاک ڈالنے کی اور سیاح و مکرمہ چہروں پر ”سماویاتی میک اپ“ کرنے کی کوشش جادی ہے یہ اور بات ہے کہ چاند پر کاغذ کا ہوا خود اپنے ہی منہ پر آتا ہے اور تادیل سے مکرمہ چہروں کی کراہت میں کئی گنا اضافہ ہو جاتا ہے۔ حق پوشی و باطل کوشی کی تدبیروں کا پورا زور مولائے کائنات کے خلاف صرف کیا گیا۔ چنانچہ علیؑ اور اولاد علیؑ سے جس کا بھی قریبی تعلق رہا ہے کھنے والوں نے ہر ایسی شخصیت سے نکلن گریز کیا بلکہ ان شخصیتوں کو بدنام کرنے میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا گیا ہے۔

ہمارا فرض! جناب ام المومنین حضرت خدیجہؓ کے ذاتی کمالات آپ کی غمگساری نبوت، نصرت اسلام، سب کو معلوم ہے اور بلاشبہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ رفیقہ حیات سے زیادہ رفیقہ مقصد تھیں آپ کا درجہ فرستہ اذواج میں سب سے بلند ہے لیکن یہ شکوہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ تاریخ لکھنے والوں نے آپ کے بجائے کسی اور ہی کو ”مادر ملت“ کی حیثیت سے پیش کیا ہے سہ شخص اپنے فعل کا زور دار ہے اور ہر ایک کا عمل اس کے جذباتی عوامل اور اس کے پس منظر و محرکات کے زیر اثر انجام پاتا ہے۔ مولیٰ سے وابستگی رکھنے والوں کا ویسے بھی فرض تھا کہ مولیٰ سے وابستہ ہر شخصیت پر زیادہ سے زیادہ لٹریچر شائع کرتے لیکن اب جبکہ ان شخصیتوں کو غیر اہم قرار دینے یا بدنام کرنے کی کوششوں کا نہ ختم

ہونے والا سلسلہ بھی جاری ہے تو ان حالات میں اور زیادہ ضروری ہو جاتا ہے کہ ہر شخصیت کو زیادہ سے زیادہ اُجاگر کیا جائے۔ ان ذروں کو بھی فراموش نہ کیا جائے جنہوں نے آفتابِ امامت سے کسب ضیاء کیا ہے چچائیکہ مادرِ اسلام و ایمان جنابِ خدیجہؓ۔ آپ کی زندگی پر جتنا بھی لکھا جاتا وہ کم ہے۔ قابلِ مبارکباد ہیں عالی جناب مولانا سید کراہ حسین صاحب دِ اعظما جنہوں نے جنابِ خدیجہؓ کے حالات پر کتاب لکھی۔ مولانا کے قلم سے بہت سی کتابیں نکل چکی ہیں اور بے پناہ مقبولیت حاصل کر چکی ہیں۔ اس لئے تعریف و تعارت بے ضرورت ہے بلکہ سہی حاصل ہے۔

جہاں مولانا کی کتابوں کا مقبول ہونا قوم کی قدر دانی، ہمت افزائی اور اُطمینان کی دلیل ہے وہاں اس سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ ذوقِ قومی ابھی صحیح حدود پر باقی ہے ورنہ اس قدر انحطاط میں جبکہ سلطنتِ اُبھار کر رہی ہے تخریب کاری کو تعمیر و اصلاح کا رنگ دیا جا رہا ہے اور مداری کے قماشہ پر بیع کو جمع ہونے کی عادت ہو چکی ہے علمی کام کرنا تاالیفات و تصنیفات میں خونِ جگر کھپانا آسان کام نہیں ہے۔ خصوصاً جبکہ اپنے اور غیر بھی کے عتاب کا خطرہ ہو۔ اور ذہنِ یہاں تک پہنچ چکی ہو کہ بیانِ مظلومیت اہلبیت علیہم السلام کو تنگ نظری قرار دیا جا رہا ہو اور عقائد و حقائق سے ہٹتی ہوئی بین الاقوامیت کو خوش آمدید کہا جا رہا ہو۔ ان حالات میں تصنیف و تالیف سے خشک کام میں دلچسپی لینا بہت کم کام ہے، اس کام کے کرنے والوں کو طعن و تشنیع، تاقدیر و ہمت، ملنے کی سنگدلانہ نکتہ چینی بلکہ بددعا کے لئے اپنے کہ پہلے سے تیار رکھنا چاہئے۔ مغمور و مظلوم معصومین کا

درد مند قاہر قوتوں اور جابر افراد کے ہاتھوں نشان قہر و ظلم بتا رہے گا۔
 معصومین علیہم السلام ہی ایسے افراد کی دستگیری فرمائیں گے۔ اور ان کو
 اطمینان رکھنا چاہئے کہ جب ایسے پر قوت صاحبان امر ان کے دستگیری میں
 تودہ انشاؤں شد ہر بلا و شر سے محفوظ رہیں گے۔

ضرورت ہے کہ چھوٹے چھوٹے رسالے اور کتابیں کاروانِ امامت سے
 متعلق افراد پر لکھی جائیں جن میں جناب خدیجہؓ، جناب ام سلمہؓ، جناب ام البنینؓ،
 جناب فاطمہ بنت اسدؓ، جناب آمنہؓ، جناب حلیمہؓ، جناب اسماء بنت عیسٰیؓ،
 جناب فضہؓ، جناب زینبؓ، جناب ام کلثومؓ، جناب ربابؓ، جناب ام لیلیٰؓ،
 جناب سکینہؓ، جنابہ والبیہؓ، جناب معصومہؓ، جناب زحراؓ، جناب
 حکیمہ خاتونؓ وغیرہا کی سبق آموز زندگی پیش کی جائے تاکہ اپنی تاریخی حوام
 اور بچے باخبر ہو سکیں اور ان کی زندگیوں کو مشعلِ راہ حیات بنا سکیں اور
 دوسروں نے مشرکاء و کاروانِ ہدایت کے تذکروں میں جو بخل کیا ہے اس کی
 تکافی بھی ہو سکے۔ ام المومنین جناب خدیجہؓ کا تذکرہ صرف اس لئے درج کر دیا گیا
 کہ وہ ابنار علیؑ کی ثانی تھیں اگر صرف حضور علیہ السلام کی بیوی ہوتیں تو ان کا
 تذکرہ اس طرح بے رمی کا شکار نہ ہوتا۔ اگرچہ وہ التفاتِ خاص جو نبیؐ کی کسی
 مخصوص زوجہ کو حاصل ہے وہ پھر بھی حاصل نہ ہوتا کیوں کہ جناب خدیجہؓ کسی
 ایسے فرد کی بیٹی یا بہن نہ تھیں جس کے گرد اکثریت کی عقیدت گردش کرتی ہے۔
 اسلام ہر ضعیف و ناتواں کا ہمدرد و محسارِ حلال مشکلات
 مَرَبِّیِ اسلام! خبر گیر و دستگیری میں کہ آیا آج اسلام کے تدار و رخت کے

بچے کو دروں انسان سکون و اطمینان محسوس کر رہے ہیں سرسبزی و شادابی شجر اسلام کا ایک انوکھا ثبوت یہ ہے کہ صدیوں ملوکیت کی عنبر سیل اس تناور درخت پر پھیلی رہی اگر اس درخت کی جڑیں کم گہری ہوتیں تو جس طرح عنبر سیل کمزور درختوں کو خشک کر دیا کرتی ہے اسلام کا یہ پُر ثمر اور باد آورہ درخت خشک ہو گیا ہوتا۔ لیکن اس کے برخلاف ملوکیت ختم ہو چکی سیاسی آدوں نے اس درخت کی بے شمار شاخیں کاٹ ڈالیں آج بھی اختلاف نوک قلم و زبان سے اس درخت کے ریشوں کو نوچتے رہتے ہیں۔ دانت اور نادانتہ طور پر اپنے اور پرانے سبھی اس کے برگ و بار کو خزاں رسیدہ بنانے کے لئے کوشاں ہیں مگر کوئی غائبانہ آبیاری روز بروز اس کی تازگی میں اضافہ کرتی جاتی ہے غرض کہ کیا ہے کہ آج کا یہ تناور درخت جس کی چھاؤں بھی اقتدار انسانی کو نشوونما کی طاقت بخشتی ہے کل کبھی اپنے ابتدائی دور میں ایک تنہا سا پودا تھا اور خود اپنی بقا و نشوونما میں کسی کی محافظت اور آبیاری کا محتاج تھا مسلمان چاہے بھول جائیں لیکن اسلام فراموش نہیں کر سکتا کہ اس کے کل کے دور ضعف و ناتوانی میں کس نے اس کی آبیاری کی تھی اور کوئی اس کا محافظ تھا۔ محافظ کا نام ابوطالب تھا اور آبیاری کرنے والی ذات مرتبیٰ اسلام حضرت خدیجہ تھیں۔ توارث صفات ایک عام انسانی قانون ہے لیکن صفات میں کیے بعد دیگرے زیادہ پرکلی مظاہر توارث صفات کی وہ اعلیٰ منزل ہے جو چودہ معصومین علیہم السلام کی واحد تاریخی خصوصیت ہے۔ چنانچہ تاریخ دیکھ سکتی ہے کہ اگر کل خدیجہ نے اسلام کی آبیاری اپنی دولت اور پسینے سے کی تھی تو بعد میں اولاد خدیجہ نے اسی شجر اسلام کو اپنے

خون سے سینچا۔ خدیجہؓ نے سرمایہ صرف کیا تھا اولاد خدیجہؓ نے سرمایہ حیات صرف کیا۔ شہادت کی جو نہری نسل مصوین میں جاری ہوئیں ان کا منبع اور مرکز دودھ کی وہ دھاریں تھیں جو سینہ سپر اسلام خدیجہؓ نے محافظین اسلام کی ماں فاطمہؓ زہرا کی طرف منتقل کی تھیں۔

”دور معراج“ کی بیوی زوجیت رسولؐ ایک رشتہ ہے جس سے اہل اہل دونوں وابستہ ہو سکتے ہیں۔ زوجہ جناب نوح و جناب لوط کی نافرمانیاں اور جناب سارہ اور ہاجرہ کی فرمانبرداریاں تصویر کے دونوں رخوں کو پیش کرتی ہیں۔ مگر زوجیت رسولؐ ایک شرف بھی ہے اگر بیوی نبیؐ سے رشتہ پرنازاں نہ ہو بلکہ اس کمال و کردار کے لئے کوشاں ہو جو شریک حیات نبیؐ کے شایان شان ہو۔ یہ شرف حسب صلاحیت و استعداد اور مطابق سعی و کوشش ازواجِ مطہرات انبیاءؑ نے حاصل کیا ہے۔ تاریخ میں ہر ایک کے کردار کا پرچم اتنا ہی اونچا ہے جتنا انھوں نے زندگی میں اونچایا اٹھایا تھا اس شرف کی انتہا کا نام خدیجہؓ ہے جس طرح صاحب معراج نبیؐ تک نبوت کا پونچھنا معراج نبوت ہے اسی طرح شرف زوجیت نبیؐ کی معراج بھی یہی ہے کہ وہ اس خدیجہؓ تک پہنچی جو مرسلِ اعظمؐ کی زندگی کے ”دور معراج“ کی بیوی ہیں۔ ازواجِ انبیاءؑ کی فہرست کی اونچ نیچ کو دیکھتے ہوئے یہ کہنا بے عمل نہ ہوگا کہ رسولؐ کی بیوی جتنا اور ہے اور خدیجہؓ جتنا اور ہے۔

مرد اور عورت! اگر انسانی کمالات بشری اخلاق اور اشراف الملوک کی توائیوں کی نشوونما تعلیم و تربیت کی تکمیل

”ایک جنسیت“ کے ذریعہ ممکن ہوتی تو علیم و حکیم خالق انسان کی دو صنفیں عورت اور مرد کی شکل میں نہ پیدا کرتا عورت اور مرد انسانیت کی دو آنکھیں ہیں بشریت کے دو ہاتھ ہیں اور شرفیت کی بلند چوٹی کو سر کرنے والے دو قدم ہیں۔ ”ایک جنسیت“ زندگی عیوب و نقائص سے اپنا دامن نہیں بچا سکتی۔ استقامت کے بجائے کچی اور ننگ کا شکار رہے گی۔ ایک جھٹی بینی انتہا پسندی کا ہت بے گی اور غیر فطری و مصنوعی خشک و بے جان نظریات و اصول کی بیساکھی اور خصا کا سہارا لینے پر مجبور ہوگی۔ سکون کی چھاؤں سے محروم اور بے چینی کی کڑی دھوپ کا شکار رہے گی۔ خوشگوار زندگی چاہے وہ انفرادی ہو یا اجتماعی اس کا حصول تب ہی ممکن ہے جب حالات کی مجبوری اور دباؤ کے زیر اثر قبول کرنے کے بجائے حقیقی اور خوش آئند تصورات اور اصول کے پیش نظر یہ بات بخوشی منظور کر لی جائے کہ عورت اور مرد دونوں ایک دوسرے کے محتاج بھی ہیں اور محتاج الیہ بھی۔ نہ ان میں سے کوئی دوسرے سے مستثنیٰ ہو سکتا ہے اور نہ ان میں کوئی خود کفیل ہو سکتا ہے۔ مرد اپنے مکمل کردار کے باوجود اس خلا کو پر نہیں کر سکتا جس خلا کو پر کرنے کے لئے خالق نے عورت کو پیدا کیا ہے۔ اسی طرح عورت خود پر سکون و پر مسرت زندگی بسر کر سکتی ہے اور نہ دوسروں کو شادمانی و خوشی دے سکتی ہے جب تک۔ مرد اس کی کفالت و محافظت کا بوجھ نہ اٹھالے عورت کا خود کفالتی کے لئے کوشاں ہونا ایسے دو گنے بوجھ کے اٹھانے کے مترادف ہے جس کے اٹھانے کی طاقت اسے قدرت اور قدرت نے نہیں دی ہے۔ اسی طرح مرد کا صنف نسوان سے بے نیازی کے اصول پر زندگی کا تئیر کرنا ایسی مجنونا

کو شش ہے جس میں کامیابی ممکن نہیں۔ بلکہ اپنے ہاتھوں اپنی زندگی کو کرب و
اضطراب میں مبتلا کرنا ہے۔ مجھے حیرت ہے کہ جب دانشور عورت اور مرد کے
موضوع پر گفتگو کرتے ہیں تو ان کے شعور یا تحت الشعور میں صرف شوہر اور بیوی کا
تصور رہتا ہے حالانکہ عورت ماں بھی ہے بہن بھی بیٹی بھی بیوی بھی اور سہیلی بھی
اسی طرح مرد باپ بھی ہے بھائی بھی بیٹا بھی شوہر بھی اور دوست بھی۔ اور دونوں
مذکورہ بالا حیات کے ہر رُخ میں انسان بھی ہیں اگر مسئلہ کو مذکورہ بالا تفصیلات
کی روشنی میں دیکھا جائے تو وہ تمام دوراز کار بحثیں جن میں ایک طرفہ ظلم و مظلومی کی
دستاویز بیان ہوتی ہیں وہ خود بخود ختم ہو جائیں۔ مشہور بات یہی ہے کہ عورت پر
مرد ظلم کرتا آیا ہے لیکن کیا اس عالمی شور کے درمیان ہے کوئی جو اس آواز کی طرت
بھی دھیان دے کہ مرد کے ہاتھوں عورت پر ہونے والے اور لرزہ بر اندام کو دینے
والے منظام کے پیچھے ہمیشہ کسی عورت ہی کا ہاتھ دیا ہے وہ عورت چاہے ساس ہو
یا بہو، نند ہو یا بھادج، سوت ہو یا طوائف، پڑوسن ہو یا سہیلی۔ ہے آج کوئی
جو حساب کو کہے بتائے کہ مرد کی سنگدلی نے عورت کے زیادہ آنسو بہائے ہیں یا
عورت کے آنسو نے مرد کے ذریعہ ظلم و مظلومت کے کھولتے چٹنے زیادہ جاری کئے۔
مجھے تو تاریخ میں یہی نظر آتا ہے کہ عورت روتی بھی رہی ہے اور عورت ہی عورت کو
آٹھ آنٹھ آنسو لاتی بھی رہی ہے۔ عورت سے متعلق تاریخی تذکرے کے دو حصے نظر
آتے ہیں۔ ایک حصہ مظلومیت کا ہے اور دوسرا حصہ ظلم و جور کا۔ لیکن دونوں حصوں
کے درمیان ایک پردہ پڑا ہے اور اس پردے کا نام مرد ہے۔ یہ صحیح ہے کہ عورت
صنعت نازک اور مرد صنعت قوی ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ صنعت قوی کا دل اور

اس کے عمر کات عمل صنف نازک کے پنجہ اور قبضہ میں ہے۔ غرض کہ بشری حیات کی خوشگوار سی کئی صدق دل کے ساتھ نہ کہ جبری مصاع کے لئے اس اصول کو تسلیم کیا جائے اور معاشرت و اجتماعی زندگی کی بنیاد اس اصول پر رکھی جائے کہ عورت مرد ایک دوسرے کے لئے لازم بھی ہیں اور ملزوم بھی۔ ایک دوسرے کے حاجت مند بھی ہیں اور مددگار بھی۔ زندگی کو اونچا اٹھانے کے لئے ضرورت ہے کہ عورت اور مرد کے درمیان باہمی جنگ و جدال یا غلبہ و تقویٰ کی لڑائی کے بجائے پُر امن تقسیم کار کے اصول پر فرائض و حقوق کی تعیین و تقسیم کی جائے۔ اگر ان میں سے کوئی ایک بھی دوسرے سے بے نیاز ہو سکتا ہوتا تو جنت پا کے جناب آدم خواہش جناب حوا ذکر کرتے اور جنت سے نکل کر حوا (فریاد آدم) کے لئے فراق جنت سے زیادہ مضطرب نہ ہوتیں اگر جنت کا فراق جناب آدم کے فراق سے زیادہ گراں ہوتا تو آدم کے پانے کے بعد اضطراب حوا زائل نہ ہوتا۔ معلوم ہوا کہ عورت مرد کی جنت نہیں ہے بلکہ جنت سے بہتر ہے اور جنت عورت کے لئے مرد سے کتر ہے۔

ادب کا مقام ہے نازک اور لطیف عمل بحث ہے
شریک کار رسالت! لیکن پھر بھی یہ کہنا ضروری ہے کہ مرسل اعظم
 نہ صرف نبیوں میں سب سے افضل تھے بلکہ آپ کی ذات مسودہ صفات کمالات
 کی ان معراجی منزلوں پر فائز تھی جس کے آگے وسیع دائرۂ امکان میں گنجائش
 دینی یا دنیوی کے کہ خان جود و سخا، خدا جو کچھ دے سکتا تھا وہ سب کچھ اس نے
 جیسے دیا اس کا نام دین پر محمد اور آسمانوں پر احمد تھا۔ بے شک زبان و
 دہن عاجز ہے کہ وہ عظیم خدا کی عظیم ترین اور اول مخلوق کی فنا و صنف کر کے

یا ان کی عظمتوں کو احاطہ خیال میں لاسکے لیکن اسی کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی جان لینا بلکہ مان لینا ایمان و دیانت کے لئے ضروری ہے کہ کائنات کی سب سے اونچی ذات کائنات کو کردار و کمال میں اونچا اٹھانے کے جس مشن پر دنیا میں نبی بلکہ خاتم النبیین بن کر آئی یہ مشن اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتا تھا جب تک ساتھیوں، ناہم لیواؤں، کلمہ گو یوں کے عوام و خواص کے جمعوں کے علاوہ کچھ ایسے افراد شریک کار نبوت نہ بن جائیں جن کا انداز فکر بھی اتنا ہی اونچا ہو جتنا اونچا انداز فکر مرسل اعظم کا تھا جن کی حالی حوصلگی اسی بلند پایہ کی ہو جیسی بلند پایہ عالی حوصلگی حضور کی تھی۔ غرض کہ جب تک فکر و نظر، علم و عمل کردار و کمال میں حضور کے مساوی قلب و دماغ والے آپ کے شریک کار نہ ہو جائیں اس وقت تک کلمہ الناس علی قدر عقولہم (مخاطب سے اس کی عقل کے مطابق گفتگو کرو) کا حکم دینے والا نبی اپنے دل کی بات کس سے کہتا اور اپنے بعد اپنے بلند پایہ اور عظیم مشن کو کس کے حوالے کرتا اسی لئے امامت کو شریک کار نبوت بنایا گیا۔ لیکن ایک وقت وہ بھی تھا جب رسالت کی مددگار عظیم امامت صرف دس سالہ علی کی شکل میں موجود تھی۔ مشن کا آغاز تھا، دنیا دار تفتیش بلکہ جاہلانہ دعوت پر اڑی تھی جاہلیت کی شکاک اور پتھر پٹی چٹانوں کو توڑ کر اسلام کے چٹمہ کی تھی دھار نکلتا چاہتی تھی اس وقت ضرورت تھی کچھ افراد کی جو اگرچہ نئی کے ہم رتبہ و ہم پندہ نہیں ہو سکتے تھے اس لئے کہ سلسلہ عصمت کا آغاز تھا یعنی صرف علی موجود تھے مگر ایسے افراد ہو سکتے تھے جو غیر معصوم کمال کی حد میں جن سے نبی اپنے دل کی بات کہہ سکیں جن کے ہاتھوں اپنے عظیم مشن کی عمارت کا سنگ بنیاد رکھ سکیں

اگر سنگ بنیاد رکھنے والے افراد کے کردار میں ذرا بھی کجی رہتی تو اسلام تبلیغ کے
 ثر یا تک پہنچ جانے کے باوجود کج ہی رہتا۔ نبیؐ نے ایسے افراد ڈھونڈ لئے
 بلکہ ان افراد نے اپنے بلند ذوق کی تکمیل کے لئے خود بھی کو ڈھونڈ نکالا۔ اسی
 تلاش کنندہ کا نام ”خدیجہ“ ہے۔

علم و عرفان کی مالک! عقدِ رسولؐ میں آنے سے پہلے خدیجہؓ ”ملیکۃ اللہ“
 تھیں عربی عز و ساری دنیا کو اپنے سے کمتر
 سمجھتا تھا سارے عرب میں قریش کی فضیلتِ مسلم تھی قریش میں جناب خدیجہؓ
 ملکہ العرب تھیں یعنی عربی انتخاب کے ہمالیہ کی دو بلند ترین چوٹیاں تھیں ایک
 شیخ بطحا ابوطالبؓ دوسری ملکہ العرب خدیجہؓ۔ اس عزت و احترام
 کے علاوہ خدیجہؓ دولت و ثروت میں بھی اپنا نظیر نہیں رکھتی تھیں آج سے
 چودہ سو سال کی دنیا میں جبکہ ذرائع آمد و رفت وسائلِ حل و نقل بیکر محدود اور
 غیر ترقی یافتہ تھے اس وقت بھی مکہ میں مقیم خدیجہؓ کی تجارت نہ صرف عربی حدود
 میں پھیلی ہوئی تھی بلکہ عرب سے باہر دوسرے ملکوں تک ان کا سلسلہ تجارت
 پہنچا ہوا تھا غرض کہ دنیا جب قومیت میں تقریباً محدود تھی۔ جناب خدیجہؓ کی
 تجارت اس وقت بھی بین الاقوامی تھی۔ عزت و دولت کی مالک خدیجہؓ علم و
 عرفان کے درمیان زندگی بسر کر رہی تھیں۔ دنیا جب جہالت اور عرب
 جس وقت جاہلیت کے گہرے اندھیرے میں تھے اس وقت آسمانی علوم اللہ
 آسمانی کتابوں کا ایک علمی فائوس تھا جس میں جناب خدیجہؓ کی شمعِ حیات
 روشن تھی۔ درقہ بن نوفل وغیرہ آپ کے اعزہ آسمانی کتابوں اور الہی علوم کے

زبردست عالم تھے۔ جناب خدیجہؓ ان علمی مباحث میں شریک رہتی تھیں جو اس وقت ان صاحبانِ علم افراد کے درمیان ہونے رہتے تھے۔ مباحثہ علمی میں شرکت کا چرچہ آج بھی تاریخ میں موجود ہے۔

غرض کہ جناب خدیجہؓ عزت و احترام، دولت و ثروت، علم و عرفان کی ان اونچی حدوں پر فائز تھیں جن میں سے کسی ایک فضیلت میں بھی کوئی ان کا ہمسر نہ تھا لیکن اس کے باوجود بین الاقوامی تجارت کی تنہا مالک، لیکہ العرب خدیجہؓ نے اپنے بلند پایہ علمی اور عرفانی ذوق کی روشنی میں مرسلِ اعظمؐ کو دیکھا جانا اور پہچان بھیا اور پرکھا اور خود خواہش کی کہ رسولِ اعظمؐ سے قربت حاصل کریں۔ مرسلِ اعظمؐ کے عقد میں آئیں اور حسنات کی گہری پھیل کسالت کے اتھاہ سمندر میں جا ملیں۔

سُلی ذہن ظاہر ہیں نظر پر
شرفِ زوجیتِ رسولؐ جس پر ناز کرے! خدیجہؓ کی دولت کے آگے

ان کی پُرکمال ذات کو نہ دیکھ سکیں چنانچہ آپ سے متعلق سب سے پُر زور تذکرہ یہی ہے کہ آپ کی دولت نے اسلام کی مدد کی۔ مجھے بھی اقرار ہے کہ اسلام جناب خدیجہؓ کی دولت اور جناب ابوطالب کی قوت کے ذریعہ پروان چڑھا لیکن غرض کائنات سربراہ تبلیغِ نبیؐ کو خدیجہؓ کی شکل میں کیا کچھ ملا اسے جگے دماغ کی دُنیا کیا جانے نبیؐ کو از دو اجمی زندگی کے لئے صرف ایک شریکِ حیات کی ضرورت نہ تھی بلکہ اس عظیم نبیؐ کو ایک ایسی شریکِ کار اور رفیقِ مقصد صنفِ نسواں کی منتخب ہستی کی ضرورت تھی جو تبلیغی مشاطات میں نبوت کی غلگاہ بن سکے جس سے اس کا وہ شوہر جو غریب بنی آدم ہو اپنے عظیم اور مشکل کام میں اپنے دل کی بات

کہہ سکے، درود دل شاکر دل کا بوجھ ہلکا کر سکے۔ اس ضرورت کو مکمل طور پر چناؤ بیٹہ نے پورا کیا۔ آپ کی وفات کے بعد حضور علیہ السلام نے بہت سے عہدہ فرمائے۔ ہر طرح کے مزاج، کردار، سن و سال کی بیویاں آئیں جن کا افتخار زوجیت رسول تھا۔ خود اندراج رسولؐ نے اور ان کے احقر اور متوسلین نے اس افتخار کو اپنا عزیز ترین سرمایہ کمالات قرار دیا۔ حسب ذوق و مقاصد کچھ ازدواج نبیؐ اور ان کے متوسلین نے مسلمانوں میں مادی اور روحانی اقتدار حاصل کیا جس کے باقی رکھنے کی سعی سہیم اب بھی جاری ہے لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ ”زوجیت رسولؐ“ کے شرف پر جو فخر کرے وہ رسولؐ کی بیوی ہے اور ”شرف زوجیت خاتم الانبیا“ جس ذات پر فخر و ناز کرے اس کا مکمل و مکمل ہستی کا نام خدیجہ ہے۔

مولائے کائنات امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام اور ملکہ کائنات جناب فاطمہ زہرا صلوٰۃ اللہ علیہا کا شمار چودہ معصومین میں ہے ہر معصوم ناقص سے بالاتر پیدا ہوتا ہے لیکن چودہ معصومین وہ کامل ترین افراد ہیں جن کی بے محدود پہنچ کر فضائل و کمالات کی آج اور تکمیل ہوتی ہے۔ ان کے بارے میں یہ تصور بھی ناجائز ہے کہ کوئی کم درجہ کا کمال یا فضیلت ان میں پایا جاتا تھا بلکہ فضائل و کمالات جس آخری حد تک ترقی کر سکتے تھے وہ اپنی انتہائی ترقی یافتہ شکل میں ان حضرات میں پائے جاتے ہیں ان کو تعلیم و تربیت کی ضرورت ہے یہ توارث صفات کے محتاج ہیں لیکن وہ لوگ جو ان بہترین انسانوں کے بارے میں مذکورہ بالا عقیدہ نہیں رکھتے جو ان کامل انسانوں کو ردِ اجماع تعلیم و

ترسیت، سدیجی اور ارتقائی نشوونما کے اصول پر ترقی کمالات کا شاہکار مانتے ہیں وہ بھی اس بات میں متفق ہیں کہ کمالات خدیجہ کی ترقی کا نام فاطمہ زہرا ہے اور کمالات ابوطالب کی ترقی کا نام علی ہے۔

جناب خدیجہ کی زندگی میں حضورؐ نے کوئی دوسرا عقد نہیں کیا۔ اسی طرح جناب امیرؓ نے حیاتِ معصومہؑ میں کوئی دوسرا عقد نہیں کیا۔ وفاتِ خدیجہ کے بعد حضورؐ کبھی خدیجہ کو فراموش نہ فرما سکے بلکہ ہمیشہ آپؐ کا تذکرہ فرماتے رہے جو رقیبہؓ نہ مزاجوں کو ناگوار بھی ہوتا رہا اور بارہا تذکرہ خدیجہؓ پر ایسی نکتہ چینی بھی کی جاتی تھی جس سے قلبِ رسولؐ گرہ بگڑا ہو جاتا تھا مگر اس کے باوجود خدیجہؓ کا ذکرِ خیر وحیِ ترجمانِ نبیؐ کی زبان پر جاری رہتا تھا۔ اسی طرح وفاتِ جنابِ معصومہؑ کے بعد جنابِ امیرؓ نے متعدد عقد فرمائے لیکن نبیؐ کی طرح وصیؑ بھی تا حیاتِ ذکرِ معصومہؑ کرتا رہا۔ مذکورہ بالا حالات جہاں نبیؑ و وصیؑ کے اتحادِ مزاج اور کیمائیت کردار کا پتہ چلتا ہے وہاں یہ بھی صاف ظاہر ہے کہ خدیجہؓ یا فاطمہ زہراؓ کی صورت میں نبیؑ یا وصیؑ کو صنفِ نساؤں کی وہ کامل یا اکمل ہستی مل گئی تھی جن کے بعد صنفِ نساؤں کی کسی دوسری فرد کی ضرورت نہ تھی اور جنابِ خدیجہؓ یا جنابِ معصومہؑ کی وفات کے بعد ان کا طرہِ سستیوں کی زندگی میں ایسا خلا پیدا ہو گیا تھا جسے بعد میں آنے والی کوئی عورت پر نہ کر سکی چاہے وہ آنے والی ذاتِ کتنی ہی صاحبِ خیر و فضیلت رہی ہو۔

ہم جنسیت کے بغیر ہدایتِ مؤخر اور مکمل نہیں ہو سکتی چنانچہ تمام ہادی لباسِ بشریت میں آئے اور خیر محض ملک "ہادی" کا عہدہ نہ پاسکا۔ بے شک

جناب آدم سے شروع ہونے والی ہدایت اور نبوت کی تکمیل جناب خاتم الانبیاء
 ہوئی لیکن منف نساواں کی مکمل اور شرح ہدایت کے لئے ضرورت تھی کہ صنعت
 نساواں کے مکمل نمونے بھی سامنے لائے جائیں جن کی زندگی کے آئینوں میں
 نساویت اپنے خدوخال کو مکمل طور پر درست کر سکے۔ چنانچہ جناب خدیجہؓ اور
 جناب فاطمہ زہراؓ، خاتم المرسلین کی بیوی اور بیٹی بن کر دنیا میں تشریف لائیں۔
 فاطمہ زہراؓ اپنے بلند درجہ کے باعث شریک کار نبوت قرار پائیں اور جناب یحییٰؓ
 عسکری نبوت اور شریک کار ہدایت قرار پائیں۔ جب دنیا شمع نبوت کو گل کرنے
 کے لئے کوخان تھی اس وقت جو زندگی فانوس بن کر حفاظت کر رہی تھی اسی
 خدیجہ کی زندگی پر جناب مولانا سید کرار حسین صاحب قبلہ نے دیر نظر کتاب لکھی
 ہے۔ خدا ان کو جزائے خیر دے اور آئندہ خدمات جلیلہ انجام دینے کی توفیق کرامت
 فرمائے اور اجراء خیر کے لئے ان کو محفوظ و مصون رکھے اور مومنین کرام کثر ہم اللہ
 امثالہم کو زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی توفیق دے۔

والسلام

یہ غلام عسکری

۱۰ ستمبر ۱۹۷۷ء

تاریخ ساز خاتون — سیدہ خدیجہ طاہرہ

مصنف ”الکرار“ و ”شہید اعظم“ جناب ریاض
تاریخ کی ضرورت ! بنارسى مرحوم نے تاریخ کو — اس کی اہمیت،
 ضرورت اور وقت کا صحیح اندازہ لگاتے ہوئے — ”ماریعہ معلومات“ فرمایا ہے۔
 تاریخ ایک آئینہ ہے جس میں اقوام عالم کے عروج و زوال، تہذیب و تمدن
 اور سیاسی و معاشی حالات کو دیکھا جاسکتا ہے۔ تو میں کیونکر ترقی کرتی ہیں۔
 ترقی کے آسماں پر ہمہ و نجوم کی طرح چمکنے والی تو میں کس طرح پستی و ذلت کے
 عمیق غاروں میں گر کر غیبت و نابود ہو جاتی ہیں؟ ان کے جوابات تاریخ کے
 علاوہ کون دے سکتا ہے۔

عصر حاضر — جس نے تاریخ کو قصص و حکایات کی چستان سے
 الگ کر کے فلسفہ کی فکل ویدی ہے — نے تاریخ کی ضرورت و اہمیت کو
 اور بھی وقیع بنا دیا ہے۔ جس کا اندازہ ”محکمہ آثار قدیمہ“ سے کیا جاسکتا ہے۔
 گذشتہ قوموں کے اقبال و زوال ان کی سماجی اور معاشی زندگی اور تہذیب و
 تمدن کو ان ارباب کمال سے پوچھا جاسکتا ہے جو ”آثار قدیمہ“ کی زبانوں کو
 سمجھتے ہیں۔ ”محکمہ آثار قدیمہ“ تاریخ کے کارخ بلند میں ایک نئے اور روشن باب کا

خوشگوار اضافہ ہے۔

تاریخ سے ہر ایک کو یکساں فائدہ اٹھانے کا حق ہے۔ سیاسی معاملات سے دلچسپی رکھنے والے حضرات بھی اس سے مستفید ہوتے ہیں اور سائنس سے لگاؤ رکھنے والے بھی۔ تاریخ سے انھیں بھی فائدہ ہے جو اس دُنیا ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں اور تاریخ سے وہ لوگ بھی مستفیض ہوتے جو دُنیا کے بند بھی کسی دُنیا کا تصور یا یقین رکھتے ہیں۔ لیکن تاریخ سے سب سے بڑا فائدہ مذہب اور مذہب والوں کو ہے۔

تاریخ ہی بتائے گی کہ کون سا مذہب کب، کہاں اور کن حالات میں پیدا ہوا۔ مذہبی رہنماؤں کے حالات ان رہنماؤں کی سیرت و کردار ان کے مددگار اور نُپشت پناہوں کے کا دناے ان کے دشمنوں کی فہرست۔ مذہبی تعلیمات کو کن کن راہوں سے گزرنا پڑا، کہاں کہاں اس پر عرصہ حیات تنگ ہوا اور کس بحر زمین پر اس کو پھلنے پھولنے کے مواقع نصیب ہوئے۔ یہ ساری باتیں تاریخ سے پوچھی جاسکتی ہیں۔

تاریخ کی ضرورت کو ہر دور میں محسوس کیا گیا ہے۔ انسان پتھروں کے دور سے گزر کر ایشی دور میں داخل ہوا ہے۔ غاروں کی پستی سے بلند ہو کر چاند تک پہنچ گیا ہے اس طولانی سفر کرنے والے مسافر۔ انسان نے جس رفتار سے ترقی کی ہے اسی لحاظ سے اس کا تاریخی ذوق بھی ترقی کرتا گیا۔ غاروں سے نکل کر چاند کی سطح مرتفع کو رونمائی دالا جب مڑ کر اپنی پامال ”راہ گذر“ پر نظر ڈالتا ہے تو گرد و غبار کے علاوہ کچھ نظر نہیں آتا جہاں تک انسانی نظروں میں طاقت ہے

وہ اس کو دیکھتی ہے اور انھیں نظر آنے والی چیزوں کو تاریخ بعد مسیح کہا جانے لگا۔
 ————— اس تاریخ بعد مسیح میں بھی ”روشن“ اور ”غیر روشن“ اور کالفاظ
 کرتے ہوئے اس کو بھی کئی حصوں میں تقسیم کر دیا گیا کسی کو ”دور جاہلیت اولیٰ“ کہا
 گیا تو کسی کو ”دور جاہلیت ثانیہ“ کے نام سے یاد کیا گیا۔ ————— جاں انسان کی
 نظر میں پہنچنے سے قاصر ہو گئیں اس کو تاریخ قبل مسیح کہا جانے لگا۔

وہ تو میں چند ہیں صفو ارض سے جن کے
 عربوں کا تاریخی احساس! نام و نشان کے ساتھ ان کی تاریخ بھی
 نیست و نابود ہو گئی اور اب تو صرف ان قوموں کے نام ہی باقی رہ گئے ہیں
 وہ بھی قرآن کی بدولت ورنہ کون تھا جو بتا کہ اس زمین پر عباد و ثنود اور قسم و
 حدیس نام کی تو میں بھی گزری ہیں یہ اور انھیں جیسی چند اور قوموں کے علاوہ
 باقی دنیا کی ہر قوم کم و بیش اپنی تاریخ رکھتی ہے۔ ————— پر میں نہ تھا علم کی
 روشنی نہ تھی کاغذ مفقود تھا کتابت کا رواج نہ تھا۔ ————— غرض ان تمام آسانیوں
 کے فقدان کے باوجود اپنی بقا و حیات کے لئے زندہ قوموں نے اپنے تاریخی طریقہ
 محفوظ رکھا۔ ————— ایک عرب ہی کو لے لیجئے یہ عرب گنوار تھے، بدو تھے جنگجو اور
 خوشنور تھے، معاصی و معائب کے خوگر، اچھا یوں سے متفر اور بُرا یوں کے پیاتھے۔
 اقوام عالم میں عربوں سے زیادہ کوئی قسمت نہ تھا مگر ان میں چند خوبیاں بھی تھیں وہ
 غیرت دار تھے، ہمان نواز تھے بات کے دہنی اور قول کے پکے تھے۔ ان خوبیوں
 کے ساتھ ان میں سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ تاریخ کے دلدادہ اور تاریخی

حالات و واقعات کے حاشیہ تھے۔ انھوں نے اپنے آبائی خانہ دانی اور قبائلی حالات و واقعات کو اشعار کے قالب میں ڈھال لیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں حافظہ بھی غضب کا عنایت فرمایا تھا۔ عربوں کو تاریخ سے کس درجہ دلچسپی تھی اس کا اندازہ آپ یوں کر سکتے ہیں کہ وہ ذرا ذرا سی بات پر چالیس چالیس سال تک تلواریں لئے میدان جنگ میں زیر آسمان پڑے رہتے تھے۔ دوران جنگ کس نے کس کو مارا۔ کب اور کس نے قتل کیا ہے کئی پشت بعد پیدا ہونے والا بچہ اس کو جانتا تھا۔ عربوں کو اپنے گھوڑوں کی نسل کی حفاظت کے لئے ان گھوڑوں کے شجرہ کو بھی یاد رکھنا پڑتا تھا۔ حافظہ ہی ان کا سب کچھ تھا اور حافظہ کے اندر محفوظ تاریخی دستاویز کو یہ عرب یکے بعد دیگرے اپنی نسلوں میں منتقل کرتے رہتے تھے۔ یہ حالت قبل اسلام تک باقی رہی۔ جب اسلام آگیا تو عرب کی کایا ہی پلٹ گئی۔ تاریخ ہی نہیں ہر علم و فن میں عرب "یونان" بن گیا۔

شیعہ تاریخ! واقعات اور ان کے علم و عمل کی ضیا بہر حال نصیحت بخش ہے ان سے زندگی کے خازنار سے منہنی خوشی گزرنے کا حوصلہ ملتا ہے۔ مصیبتوں سے ٹکرائے کا حرم ملتا ہے۔ ارادوں کو پختگی اور خود کو روشنی ملتی ہے۔ سلف معاصین کے کارنامے مستقبل کی تاریکیوں کے لئے بہترین راہبر ثابت ہوتے ہیں ان کے تذکرے باعث مسرت اور ان کی بہترین باتیں اطمینان نفس کا ذریعہ ہیں۔ تنگ دست اور بے مایہ وہ قومیں جن کی تاریخ ایسے رہبروں کی سیرت و کردار سے

خالی ہیں ان کا مستقبل تاریک ہے جو سلف صالحین کی سیرت و کردار سے متاثر
ہیں وہ دل حرام نصیب اور دماغ پریشاں خیالی کا شکار ہیں جو باوجود مقدس
دور پاک و پاکیزہ شخصیتوں کے تذکرے اور یاد سے خالی ہیں۔

شیعوں کی تاریخ آگ اور خن کی تاریخ ہے۔ آگ اور خون کے طوفانوں کو
کھل کر باقی رہ جانے والی قوم کیوں زندہ ہے اور کیسے؟ ساری دنیا کو اس پر
عجب ہے۔ شیعہ بنی امیہ کی لگائی ہوئی آگ کے طوفانوں سے گزر گئے۔ شیعہ
بنی عباس کے بہائے ہوئے خون کے سیلابوں کو عبور کر گئے۔ اور بچ گئے۔ خود ہی
نہیں بچے اپنے خون سے کھی ہوئی اپنی تاریخ بھی بچا لائے۔ شیعہ عالموں کو قتل
کیا گیا۔ شیعہ بستیوں کو تاراج کیا گیا۔ شیعہ کتب خانوں کو نذر آتش کیا گیا۔ شیعہ
خطیبوں کی زبانیں کھینچی گئیں۔ شیعہ ہاتھ قلم کئے گئے۔ مگر شیعہ آج بھی زندہ ہیں
اور ان کی تاریخ آج بھی موجود ہے۔ شیعیت وہ چراغ ہے جو آندھروں کی زد پر
جلتا رہا۔ نہیں بلکہ شیعیت وہ چراغ ہے جس سے آندھروں کو بھی چکر آگئے۔

دشمنوں نے شیعہ ہاتھوں کی لکھی تاریخیں جلا ڈالیں۔ مٹھیں ہو گئے مگر شیعہ
زندہ بھی رہ گئے تو مردہ قوموں کی طرح کیونکہ ان کے پاس نہ ان کے رہبروں کے
حالات ہوں گے نہ ان کی شریعت کی تاریخ۔ یہ نہ اپنے سلف صالحین کو پہچان
سکیں گے اور نہ ان کے کردار سے واقف ہوں گے۔ نتیجہً گنہگارِ مروت کی زندگی
بسر کرنے کو کسی بڑی اور زندہ قوم کی تبلیغ سے متاثر ہو کر کسی میں ضم ہو جائیں گے۔
مگر انہیں شاید معلوم نہیں تھا کہ شیعوں کے دشمن اگر قوی ہیں تو شیعوں کا نگہبان
قوی تر ہے۔ تاریخیں شیعیت اور شیعوں کی ضد اور ان کے علی الرغم تالیف و

قصیف کی گئیں، شدت سے ان تاریخوں میں واقعی حالات اور سچے واقعات کو توڑ مڑ کر پیش کرنے کی ناکام کوشش کی گئی۔ آخری حد تک تاریخی حقائق میں تحریف کی گئی۔ تاریخ کے آئینہ کو خراب کر دیا گیا تاکہ اب کسی دور میں شیعیت کے خدوخال نظر نہ آئیں، وہ واقعات و حالات جن سے شیعوں کو مدد مل سکتی ہے اب کبھی پڑھے نہ جاسکیں۔

کوشش کرنے والوں نے اپنی بھرپور کوششیں صرف کر لیں تخت و تاج اور حکومت و دولت کے پورے کروفر سے حقائق کو مسح کیا گیا۔ لیکن آگ اور خون کے طوفان سے بچ کر شیعہ جب قدرے سکون و اطمینان کے دور میں داخل ہوئے تو تخت و تاج کی چمک دمک اور سونے چاندی کی دو پہلی سنہری دھوپ چھاؤں میں بیٹھ کر لکھی جانے والی کتابوں کا مطالعہ شروع کیا اور ان کتابوں سے چُن چُن کر حقائق کے موتی نکالے جانے لگے۔ دیکھتے دیکھتے شیعہ علماء نے حقائق و معارف اسلام کو ان کے اصلی خدوخال میں دُنیا کے سامنے پیش کر کے شاہی محنتوں کو خاک میں ملا دیا۔

دشمن تاریخ میں حقائق و معارف؟ اس کا تو کوئی سوال ہی ؟؟؟ نہیں پیدا ہوتا۔ لیکن یہ واقعہ ہے جس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ شیعہ دشمن قلم نے حقائق و معارف کا اقرار بھی کیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ قوی دشمن اساتذہ کی طاقتیں حقائق و معارف کو مسح کرنے پر تکی تھیں اور قوی تر گھبان انھیں کے قلم سے انھیں کی کتابوں میں ایسی باتیں کھواتا رہا جو

حقیقی اسلام تک پہنچانے کا ذریعہ بنتی رہیں۔۔۔۔۔ چنانچہ آج بڑے فخر سے اعلان کرتے ہیں کہ ہم مسلمانوں کی کتابوں سے شیعہ تاریخ، شیعہ عقائد، شیعہ نظریہ، شیعہ احادیث، شیعہ تفاسیر اور شیعہ اسلام کو ثابت کر سکتے ہیں۔ فالحمد للہ علیٰ ذلک۔

ام المؤمنین حضرت سیدہ خدیجہ طاہرہ سلام اللہ علیہا
تاریخ ساز خاتون! اسلام کی تاریخ میں ایک مرکزی حیثیت رکھتی ہیں۔
 آپ مرسل اعظم کے ہاں آنے سے پہلے بھی ایک تاریخی شخصیت تھیں۔۔۔۔۔
 آپ اس لئے بھی تاریخی شخصیت تھیں کہ اس دور میں پورے عرب میں مالی اعتبار سے کوئی آپ کا مد مقابل نہیں تھا۔۔۔۔۔ گھر میں بٹھ کر تجارت کرنا، اور بڑے بڑے تجارتی کاروبار کو دن بدن ترقی دینا، عورت ہو کر مختلف دباور و امصار میں پھیل ہوئی دولت اور اموال تجارت پر کنٹرول رکھنا۔ عرب۔۔۔۔۔ جہاں لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیا جاتا اور عورتوں کو منحوس خیال کیا جاتا تھا۔۔۔۔۔ میں ایک ایسی عورت کا وجود جس نے تجارت کے میدان میں مردوں کو گرد کارواں بنا دیا تھا۔ کیا حیرت کی بات نہیں ہے؟ اور کیا اس سے آستانِ قدس پر بھجک سکتا تاریخِ اسلام نہ کرے گی؟ سیدہ خدیجہؓ اس لئے بھی تاریخی شخصیت ہیں کہ آپ نے سارے عرب امیروں، تاجروں، دولتمندوں، سربراہوں، قبائلی ٹھیکیداروں، رئیسوں اور بادشاہوں کے پیٹا ہائے عقد کو ٹھکرا کر۔۔۔۔۔ عورتوں کو کھلنا بچھنے والے۔۔۔۔۔ عربوں کے پندارِ امارت و ریاست۔۔۔۔۔ کو چرچہ کر دیا۔۔۔۔۔

اس لئے بھی ام المومنین خدیجہؓ تاریخی شخصیت ہیں کہ جاہلی دور میں بھی آپ کا تمام کام اخلاق، صفات حمیدہ اور اعلیٰ انسانی اقدار کی مالک تھیں۔

جاہلی دور میں بھی آپ کو ”طاہرہ“ اور ”سیدہ قریش“ کہا جاتا تھا۔ یہ دونوں خطاب مختصر اور مجمل تھے مگر جناب خدیجہؓ کی حیاتِ یلبقہ کے سمجھنے میں بہترین معاون ہیں۔ عورتوں کو ذلیل و پست سمجھنے والا معاشرہ کسی عورت کو اتنا محترم سمجھے ————— تاریخ کا معجزہ ہے۔ سیدہ خدیجہؓ اس لئے بھی تاریخی شخصیت

ہیں کہ انھوں نے خلافتِ معمول، خلافتِ عادت سارے عرب کے امیر کبریٰ انسانوں کے دعوت ناموں کو ٹھکرا کر مکہ کے ایک غریب و نادار نوجوان کو اپنا سرتاج منتخب کر لیا۔ ام المومنین کے اس تاریخی اقدام سے پوری عرب دنیا میں زلزلہ آگیا۔ ————— رسولِ اعظمؐ کے گھر آنے کے بعد سیدہ خدیجہؓ کے گرد اسلام کی تاریخ

طواف کرنے لگی۔ حبیبِ خداؐ کی پہلی بیوی، بلا شرکتِ غیر، پچیس برس نبوت کی مونس و نگہدار، سب سے پہلے اعلانِ ایمان کرنے والی، سب سے پہلے نبوت کے ساتھ نازا دار کرنے والی، ۲۵ برس مسلسل وحیِ انہی کی آوازوں کو سننے والی خاتمِ انبیاءؐ کی نسلِ طیبہ و طاہرہ کی امین و ذمہ دار، گود میں ننھی بچی —————

سیدہ زہراؓ ————— کو لے کر اپنے عظیم شوہر کے ساتھ تین سال قیدِ سخت کی زندگی گزارنے والی ————— اور اپنی پوری دولت کو اسلام پر خرچ کر دینے والی تاریخِ ساز خاتون ————— محمد و آلہ کائنات ام المومنین سیدہ خدیجہؓ طاہرہ ہیں۔

تاریخ پر نحوستوں کا سایہ! تاریخ ساز شخصیت ————— کا ذکر
ایسی تاریخی شخصیت ————— بلکہ

مسلمان تاریخ میں آج برائے نام باقی ہے۔ صرف اس لئے کہ ام المومنین سیدہ
خدیجہؓ، سیدہ فاطمہؓ زہراؓ کی ماں ہیں اور سیدہ زہراؓ گیارہ معصومہ اہل بیت اور
ادیبوں کی ماں ہیں، ان اماموں کی ماں ہیں جنہیں شیعہ اپنا راہبر اور قائد تسلیم
کرتے ہیں۔ ————— تاریخ کے بگاڑنے والوں نے دشمنی کا پورا حق ادا کر دیا۔
مرسل اعظمؐ سے سیدہ خدیجہؓ کی تیسری شادی تھی۔ بوقت عقد آپؐ کی عمر ۴۰ سال تھی۔
اور زینب و ام کلثوم اور رقیہؓ بھی سیدہ خدیجہؓ ہی کی لڑکیاں تھیں اور یہ کہ آپؐ
بہت مالدار خاتون تھیں۔ ————— مسلمان تاریخ میں سیدہ خدیجہؓ کا ذکر بس اسی قدر
ملتا ہے۔

جناب خدیجہؓ کے حالات و واقعات کے انخاف میں مورخین نے جو حیرت انگیز
اور تعجب خیز کردار ادا کیا ہے اس کا شکوہ کرنے کے بجائے ”قوی تر نگہبان“
———— پروردگار عالم کا فکر ادا کرتا ہوں مٹانے کی ہزار کوششوں کے باوجود
جس نے ظالم و دشمن تاریخ میں بہت کچھ ایسا مواد جمع کر دیا۔ جس کے بعد بڑی
آسانی سے حقیقتوں کو پہچانا جاسکتا ہے۔

بہت ممکن ہے کہ قارئین کرام میں بھی بعض حضرات اکثر سائل و مواقع پر میرا
ساتھ چھوڑ دیں اور اختلاف کریں بالخصوص سیدہ خدیجہؓ کی عمر، عقد اور اولاد کے
مسئلہ میں لیکن ————— میں ہر اختلاف کو نہایت غندہ پیشانی کے ساتھ
قبل کر لوں گا مگر بلا درج شدہ تاریخ کی ناقابل فہم باتیں پر یقین نہیں کر سکتا

حوم و حوصلہ، مکر و دوسیرت، ایثار و محبت اور جذبہ فداکاری و جاں نثاری کے سمجھنے کا ہے۔ ایک عورت کسی خاوند کے گھر کو کس طرح جنت نظر بنا سکتی ہے۔ کسی شوہر کی زندگی کو کوئی عورت کیسے بارخ و بہار بنا سکتی ہے؟ جناب خدیجہؓ کی زندگی ان سوالوں کا بہترین حل ہے۔ ”اچھی بیوی“ بہترین ماں“ اور ”کامیاب عورت“ بننے کے لئے سیدہ خدیجہؓ کی کتاب زندگی کا سرورق قابل مطالعہ اور لائق عمل ہے۔

سیدہ خدیجہؓ
حیدرآباد، پاکستان

فرمائشات کی وبا
عام طور سے لڑکیاں ماں باپ کے گھروں سے رخصت ہو کر جب اپنے شوہروں کے گھر جاتی ہیں تو غریب شوہروں کو ”فرمائشات“ کے مقبروں میں دفن کر دیتی ہیں۔ اور اگر شوہر حسب خواہش فرمائش پوری نہ کرے تو ہزار طرح کے طعن و تشنیع سننے میں آتھیں۔ مثلاً میری قسمت خراب ہو گئی۔ مقتدر چھوٹ گیا۔ کس جہنم میں آ گئی۔ ماں باپ نے مجھے کہاں پھینک دیا..... وغیرہ یہ باتیں صرف امیر باپ کی لڑکیاں ہی غریب شوہروں کو نہیں سناتیں بلکہ غریب باپ کی لڑکیاں بھی اپنے امیر شوہروں کو اسی طرح کے طعن دیتی ہیں۔ ”فرمائشات“ کی اس آندھی سے کوئی گھر محفوظ نہیں نظر آتا حد ہے کہ نبوت کلمہ میں بھی اس آندھی کے بندے کے چوٹے گرد و غبار صاف دیکھے جاسکتے ہیں۔ آگے کتاب میں آپ پڑھیں گے کہ خود از دا ج نبوت نے بھی مرسل اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسی طرح کی فرمائشوں سے عاجز کر رکھا تھا بلکہ ایک دفعہ تو بل جمل کر از دا ج نے

بھی نہیں ہوا تھا نہ ان کے والد معصوم تھے اور نہ والدہ معصومہ تھیں۔ لیکن اپنی ذاتی جدوجہد سے شہزادی خدیجہؑ نے اپنے کو مجمع صفات کمال بنالیا تھا۔ خوبی عمل، حُسن کردار، پاکیزگی نفس اور بندگیِ اخلاق سے اپنے کو اتنا پُر وقار و باعزت بنادیا تھا کہ خود اللہ تعالیٰ جبرئیل امین کے ذریعہ اپنے پیغمبرِ اکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانِ سلام کسلواتا ہے۔ جنت کی بشارت دیتا ہے اور ان کے اعمالِ صالحہ کو قبولیت کی سند سے نوازتا ہے۔ جب علم کی روشنی نہ تھی تعلیم کا فقدان تھا اخلاق مدون اور حیا بے دیا تھی جب دنیا و مآلات سے بے بہرہ اور رحم و کرم سے نا بانوس تھی جب تعلیماتِ انبیاء کا نام و نشان مٹایا جا چکا تھا۔ موشی، عیشی، خلیلی احکام و شرائعِ مسخ کئے جا چکے تھے اور بربریت و ہیمنیت، شیطنیت اور درندگی کا گھُپ اندھیرا پوری دنیا باخصوص عرب پر سٹھ تھا۔ تب بھی صنفِ نسواں کے وقار کا بدیکا کل بشکل خدیجہ الکبریٰ اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ ضوفشاں تھا و در حاضر میں جب ساری پُرانی خرابیاں پھر آزادی کے نام پر واپس لائی جا رہی ہیں تو اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ کردار ساز شخصیتوں کے تذکروں سے ایسی روشنی پیدا کی جائے جس سے چوہائے حقیقت کو جادو، اعتدال اور فکر و شمس و کمر کو بکتریم کے پائینے میں مدخل سکے۔

موشیار! عصر حاضر اپنے ساتھ بے دینی، بے وفائی، بیعتالی، باغضاتی و بد اعمالی کا جو سیلاب لا رہا ہے اس سے اسلام کو خطرہ ہے

اور مذہب کو — ہاں اس کا خطرہ ضرور ہے کہ مسلمان بہہ جائیں گے اور مذہب کے ماننے والے غرق ہو جائیں گے۔ قدرِ حاضر کی لائی ہوئی گمراہی اور ضلالت سے ہوشیار رہنا چاہئے۔

اس مسئلہ اور سیلاب کو روکنے کے لئے سلفِ صالحین کے پکیزہ اذکار کی شدید ضرورت ہے۔ اسی لئے میں ملیکہ العرب، شہزادی اسلام، ام المؤمنین خدیجہ الکبریٰ صلوات اللہ علیہا کی سیرت و کردار کی جانب متوجہ ہوا اور اپنی بے سوادی و بے بضاعتی کے باوجود بقدر طاقت و امکان جو کچھ ہو سکا اسے پیش کرنے کی جسارت کر رہا ہوں۔

کوشش کی ہے کہ واقعی حالات اور صحیح واقعات قلب بند کردوں۔ ذہنی مشاغل و انکار میری راہ میں ہمیشہ حائل رہا کئے اس لئے حسبِ خواہش میں پوری لگن سے کام نہ کر سکا۔ اگر آپ کو کتاب میں نقائص و معائب نظر آئیں تو مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں وہ خامیاں دور کر دی جائیں۔

الحاج جناب حامد حسن صاحب مرحوم و مفید
ہمدرد دین و مذہب! عرف بابو سیٹھ صاحب صرف بابت دین
اور عاشقِ مذہب ہی نہ تھے وہ صحیح معنی میں مبلغِ اسلام اور ناشرِ علوم و معارف
دین محمد و آل محمد تھے۔ اپنے پورے گھر کو حج و زیارات کے لئے لے گئے۔
مالیگاؤں مبلغِ ناسک میں زرِ کثیر صرف کر کے ایک شاخِ امام باڑہ تعمیر کرایا۔
مومنین کے قبرستان کی پختہ حد بندی کی ایک عمدہ مسجد اور امام باڑہ و مدرسہ

تفسیر کرایا۔ بڑے علم دار اور عظیم دوست تھے کئی ہوں کے کیرے تھے۔ عرواۃ اللقا کے عاشق شعیبا تھے خود بہت عمدہ ذاکری فرماتے تھے انھارمیان عرواۃ تبلیغی اور نفاذی ہو گا تھا، آپ کی تقریروں سے بہت سے حلقہ ہو گئے۔ یکم محرم ۱۳۸۵ھ کو لگ بھگ ۵۰ سال کی عمر میں مجلس پڑھ کر انام باڑے سے گھر تک آئے اور داعی اجل کو لبیک کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

انتقال سے تھوڑے دنوں قبل آپ سے میری ملاقات بمبئی میں ہوئی تھی مرحوم نے مجھے مالنگاؤں کی دعوت دی مگر افسوس کہ میں ان کی زندگی میں مالنگاؤں نہ جاسکا قبر پر فاتحہ پڑھنے بعد میں پہنچا۔ میری تحریروں سے آپ کو والہانہ محبت تھی، میری کتابوں کے وسیع تھے اسی لئے ان کو مجھ سے بھی براخواسی ہمد محبت تھی۔ مرحوم کو حالات جناب خدیجہ سے تلبی لگاؤ تھا اور یہ مرحوم کے روحانی فیوض و برکات ہی کا نتیجہ ہے کہ ”ملیکۃ العرب“ اس وقت آپ کے سامنے ہے۔ مرحوم کے پسندیدگان میں غم نصیب ماں، ایک بیوہ پانچ صاحبزادگان اور دو صاحبزادیاں ہیں۔ سب ماشاء اللہ پابند دین و مذہب اور عاشقِ اہلبیت و کرام ہیں۔ خداوند عالم ان سب کو ہمیشہ اپنی امان میں رکھے۔ مومنین کو امہلک ایک سو دہ فاتحہ پڑھ کر مرحوم کی روح کو ایصال فرمادیں۔

مشکر یہ احباب! براہِ معزز جناب سید انصار حسین صاحب دہلی
منبرِ سرگز انہدیں لکھنؤ کا میں ممنون کہ میں جنھوں نے
میری کتابوں کو بہ عذرتِ خانہ کیا جب میری تحریروں سے کوئی عاقبت بھی نہ تھا

_____ ”ملیکۃ العرب“ کی اشاعت میں موصوف نے جس گہری
 دلچسپی کا مظاہرہ کیا ہے اسے میں کبھی بھلا نہیں سکتا۔ خداوند عالم انھیں
 عمر فرخ عنایت فرمائے تاکہ قوم و مذہب کی تادیر خدمت انجام پاتی رہے۔
 الحاج عالیجناب مولانا سید غلام عسکری صاحب قبلہ مظلہ کا میں شکر گزار
 ہوں جنھوں نے عدیم الفرستی کے باوجود میری خواہش پر قیمتی مقدمہ دوران سفر
 لکھ کر عنایت فرمایا۔ مولانا کے موصوف مجھ سے جو محبت فرماتے ہیں وہ میرے فکریہ
 سے بالاتر ہے رب العزت ان کے سایہ کو ہمیشہ قائم و دائم رکھے۔

عزیزی مولانا درالحسن صاحب سلمہ ممتاز الافاضل، مولانا ظلم علی صاحب
 معلم مدرستہ الواعظین اور مولانا قسبر علی صاحب سلمہ، معلم ناظمیہ عربی کالج کا بھی
 شکر گزار ہوں جنھوں نے کاپی اور پردت کی صحت و درستی میں میرا ہاتھ بٹایا۔

والسلام

سید کرار حسین واعظ

مدرستہ الواعظین ۱۶ کیننگ اسٹریٹ
 کلکتہ

۲۹ اگست ۱۹۷۱ء

یلام کشنبہ



عورت — اقوام عالم کی نظر میں

قوموں اور مذہبوں کا ایک معیار شرافت یہ بھی ہے کہ کسی قوم یا مذہب کا برتاؤ عورت کے ساتھ کیا ہے۔ اس لئے ایک طائرانہ نظر قرونِ اولیٰ کی قوموں پر ڈالنا ضروری ہے تاکہ عورت کے متعلق اسلامی نظریہ کی خوبیوں کا اندازہ صحیح طور پر ہو سکے۔ مصر کی تاریخ بیدِ قدیم ہے وہ ایک ایسا ملک ہے جس کے لئے اگر یہ کہا جائے تو غلط نہیں کہ ترقیوں کی دوڑ میں سب سے پہلا قدم مصر نے اٹھایا۔ یہ دوسری بات ہے کہ کسی بنا پر اس کی ترقیاں رک گئیں۔ اس کی تاریخ کے وہ دھندے نقوش —

جو حضرت عیسیٰ سے قبل کے ملتے ہیں — اس میں چند ایسی عورتوں کا تذکرہ ملتا ہے جو کسی نہ کسی طرح تختِ حکومت تک آگئیں مگر اس ترقی کے باوجود اسی مصر میں خود عورت مرد کو نہ ادا کرتی تھی اگر کسی عورت کے پاس ہیر کے لئے روپے نہیں ہوتے تو وہ شادی نہیں کر سکتی تھی۔ آج کا عظیم مصر کل نکاحِ عہدیت — کی لعنت میں مبتلا تھا۔ اس نکاح کا مقصد یہ تھا کہ عورت کی حیثیت اپنے شوہر کے گھر ایک ملک کی ہوتی تھی اور بس۔

سربلک اہرام کا طاق مصر عورت کو تخت سلطنت تک لا کر لیتا اپنی
 اویسٹ و انسا نہت کا ساری دنیا سے اقرار لے سکتا تھا لیکن مصری سماج
 نے عورتوں کو کن مصیبتوں میں مبتلا کر رکھا تھا اس کا اندازہ ہمیں انھیں
 دونوں باتوں سے ہوتا ہے کہ غریب عورت غمراہ کرتی تھی اور پھر شوہر کے
 گھر جا کر اس کی حیثیت گائے بکری کی بھی ہو جاتی تھی۔ عورت کو تخت سلطنت
 تک لے جانے والا ترقی یافتہ مصر عورتوں کے حق میں جب اتنا ظالم
 ثابت ہوا تو پھر کس ملک سے اچھے ملوک اور انسانی برتاؤ کی امید کی
 جاسکتی ہے۔ فرعونوں کی سر زمین عورت کے حقوق کا قطعی تحفظ نہیں کر سکی۔
 بائبل مردوں کی ملکیت رہا ہے لیکن یہاں بھی عورت اپنے پیدائشی
 حق اور انسانی حقوق سے محروم نظر آتی ہے۔ بائبل عورتوں کی مجبوری کی
 حد تک کہ وہ اپنی شادی میں بھی دخل نہیں دے سکتی تھیں بلکہ ان کی تستوں کا
 فیصلہ کاہن کر سکتے تھے۔

ایک حد تک تاریخ ایرانی تہذیب کی کلمہ خواں ہے ممکن ہے اور
 امور میں ایران مذہب و تمدن رہا ہو لیکن عورت کے حق میں وہ بھی کسی
 وحشی درندے سے کم نہیں رہا ہے۔ کسی عورت پر ہاتھ اٹھانا کس قدر
 ناپسندیدہ ہے اور کسی مرد کے لئے کتنا کردہ کام ہے آج کی دنیا اس سے
 بخوبی واقف ہے لیکن کل کا ایران مذہب ہونے کے باوجود اس بات سے
 لاعلم تھا۔ چنانچہ اگر کوئی ایرانی کسی عورت کو قتل کرنا چاہتا تھا تو عورت
 اتنی مجبور تھی کہ وہ قتل ہوتے پھوٹے بھی اپنے اس گناہ کو بوجھ نہیں مکتی تھی

جس کی وجہ سے اس کو قتل کیا جا رہا ہے۔ اس سے بڑا ظلم اور کیا ہو سکتا ہے۔ اس کا کھلا ہوا مطلب یہ ہے کہ ایرانی عورت کو آدمی ہی نہیں سمجھتے تھے ورنہ یہ ظلم عظیم ان کے لئے روا نہ رکھا جاتا غرض کہ کسراؤں کی ہند بھڑ میں بھی عورت کے حقوق کی غاصب اور ان کے لئے ظالم ثابت ہوئی۔

ترکی میں بھی عورتوں کو شادی کرنے کا کوئی حق نہ تھا یہ سب ایک صفت میں حیوانوں کی طرح کھڑی کی جاتی تھیں جو شخص جس عورت سے شادی کرنا چاہتا تھا بڑھ کر وہ اس کے سر پر کپڑا ڈال دیتا تھا وہ مرد عورت کو پسند ہے یا نہیں یہ بچاری عورت کو اس کے اظہار کا حق نہیں تھا۔ یعنی ترکی کی نظر میں عورت ایک جانور ہے جس کو بھال لے جایا جا رہا ہے چلنا ہو گا اور وہ چلنے پر مجبور ہے۔

ہندوستان — رام اور لکھن کی پوٹر بھومی — نے بھی عورت کے حقوق کی ادائیگی سے نہ صرف غفلت برتی بلکہ اس کے حقوق کو صاف و برباد کیا اور اس پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے۔ ہندوستانی عورت کے لئے یہ کیا کم عذاب تھا کہ شوہر کے مرنے کے بعد وہ خود بھی ”چتا“ میں بیٹھ کر اپنے جسم نازنین کو آتش سوزنا کے حوالے کرنے پر مجبور تھی اس فعل کو ان کی اصطلاح میں ”ستی“ کہاجاتا تھا یہ غیر مستحسن طریقہ خود بتاتا ہے کہ ان لوگوں کے خیال میں عورت کا کوئی مستقل وجود ہی نہیں تھا بلکہ وہ اپنے شوہر کا سایہ تھی۔

کن عمرکات کے باعث ”ستی“ کی رسم رکی اور عورت کو اپنے مرد شوہر کے ساتھ دفن کرنے کا اختیار دیا گیا، نہیں معلوم — لیکن بھگتی کی

زندگی گزارنے والی کے لئے ہندوستانی سماج اتنا سخت و متشدد واقع ہوا تھا کہ اس کی زندگی موت سے بدتر ہو گئی تھی۔ بیوہ، فقیر اور جوگن بن جانے مجبور ہو جاتی تھی، اس کا سر ٹونڈ دیا جاتا تھا۔ اس کو منوس پٹری اور سبز دھوا اور ناگن کہہ کر پکا جاتا تھا جیسے اس نے اپنے شوہر کو خود ہی کھا لیا ہو۔ بیوہ عورت سے زندگی کی بہاریں روٹھ جاتی تھیں، اس سے ساری خوشیاں سماج چھین لیتا تھا۔ چتا میں جل جاتی تو اچھا تھا قوی تکلیف ہوتی اور پھر قصہ ختم ہو جاتا لیکن۔ بیوگی کی زندگی۔ الامان، الحفظ۔ پوری زندگی بیوہ عورت کو غم و الم اور دکھ، درد کی "چتا" میں جلنا پڑتا تھا، وہ ہر طرح کے طعن و تشنیع کو سہتی۔ عورت اور مرد، پھوٹے اور بڑے سب کی لال پیلی آنکھوں اور بنی بگڑی تیوریوں کو برداشت کرتی تھی۔ پورے قبیلے اور قوم کی موجودگیا کے باوجود اس بھری پُری دُنیا میں اب اس کا کوئی نہیں ہوتا وہ جب تک جینی غم کھاتی اور انسپتی رہتی۔ مقدس اور طاہرہ "مریم" کے ماننے کا اقرار کرنے والے عیسائیوں سے اس بات کی امید کی جاسکتی ہے کہ انھوں نے عورت کے ساتھ ضرور انصاف سے کام لیا ہو گا اور ان لوگوں نے وقار و سواں کا تحفظ ضرور کیا ہو گا لیکن انہوں نے اس قوم نے بھی عورتوں کے حقوق کی پامالی میں نمایاں قصہ لیا۔ عیسائیوں نے اصل مشر عورت ہی کو سمجھ لیا تھا، ان کا کہنا تھا کہ یہی وہ ذات ہے جس کی وجہ سے حضرت آدم کو جنت سے نکلنا پڑا۔ ان کی نگاہ میں عورت ایک خانگی فتنہ، ایک جہلک سحر اور ایک رنگین بلا تھی۔

ان کا قول تھا کہ ”عورت شکر کا سرچشمہ، مگناہ کی بنیاد، جہنم کا دروازہ اور
 قبر کا راستہ ہے۔“ عورت کے بارے میں یہ اس قوم کے خیالات
 ہیں جو مقدس ”مریم“ کا کلمہ پرستی ہے۔ اب عورت کس دروازے پر دم و
 کرم کی درخواست کر سکتی ہے جب اپنوں کا عالم یہ ہے تو غیروں سے کیا
 اُمید کی جاسکتی ہے ؟

عرب کے لئے تو کچھ کناہی نہیں۔ ان کے نزدیک تو لڑکیوں کی پرورش
 ہی گناہ تھی۔ لڑکیوں کو بچنے والی مائیں ناگن بن کر کسی قبر کے پاس بیٹھتی
 تھیں اگر لڑکا پیدا ہوتا تو خیر، ورنہ لڑکی کو زندہ ہی اس قبر کے حوالے
 کر دیا جاتا جو پہلے ہی سے تیار رکھی جاتی تھی۔ عرب میں بھی مختلف قسم
 کے نکاح کا رواج تھا جن میں بعض تو ایسے تھے جن کا ذکر بھی حیا و شرم
 کے مزاج پر بار ہے۔ یوں تو پوری دنیا کی حالت ناگفتہ بہ تھی، ہر جگہ
 عورتوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے جا رہے تھے لیکن عرب مختلف وجہ سے
 اس ظلم و ستم میں پوری دنیا سے آگے تھا۔ عموماً عرب نظروں میں عورتوں کی
 حیثیت ان کھلونوں سے زیادہ نہ تھی جنہیں کھیل کر پکے توڑ دیا کرتے ہیں۔

قرن اولیٰ اور جاہلی دور میں عورت پر بے پناہ مصائب و آلام کے
 پہاڑ توڑے گئے۔ اس وقت کی عورت کو جن دشواریوں اور مصیبتوں کا
 سامنا ہوا آج اس کا اندازہ بھی دشوار ہے۔ لیکن جہاں ظلم و ستم اور مصائب
 آلام کے پہاڑ توڑنے والے تھے وہیں ان مہذب اور فیروزانہ گھروں کا پتہ بھی

ماتا ہے جن کو عورت کی عزت و احترام کا خیال تھا جو عورت کے ساتھ
محبت و شفقت اور اُلفت و عطف کے ساتھ پیش آتے تھے اور جو
عورت کے حقوق و وقار کے قائل تھے۔ اگرچہ اس قسم کے معزز اور شریف
خاندان کم تھے مگر تھے۔

خوید کا معزز ترین خاندان ————— جو تین پشتوں کے بعد چوتھی
پشت میں مرسل اعظم سے مل جاتا ہے۔ ————— بھی انہیں معزز اور شریف
خاندانوں میں سے ایک تھا۔

شرافت و کرامت، خیر و برکت، فضل و شرف اور امارت و میلاد
میں یہ خاندان پورے عرب میں مشہور و معروف تھا اگر یہ کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا
کہ پورے عرب میں بنی ہاشم کے بعد اگر کوئی خاندان قابل ذکر تھا تو وہ صرف خوید کا
تھا اس سلسلہ میں کسی طویل تقریر کی ضرورت میں محسوس نہیں کرتا بلکہ دلیل میں
صرف اتنا یاد دلاؤں گا کہ جب کفار مکہ مرسل اعظم کے مکان میں پتھر پھینک رہے
تھے تو معصوم نبیؐ نے فرمایا: "اے قریش تمہیں شرم نہیں محسوس ہوتی کہ تم اپنی
نجیب ترین عورت کے گھر پتھر پھینک رہے ہو؟"

اسی صاحب فضل و شرف گھرانے میں ایک بچہ پیدا ہوا جس نے نہ صرف
اپنے قوم و قبیلہ کا نام روشن کیا بلکہ اپنی پوری صنف کے وقار کو اقوام عالم کی نظر
میں بلند کر دیا۔ ————— آج پیدا ہونے والی بچی کل کی مکہ عرب، شہزادی اسلام

ام المؤمنین حضرت خدیجہ الکبریٰ علیہا السلام ہیں۔

عورت — بیسویں صدی میں

سائنس اور ایٹم کے عہد — کو اپنے اوپر اس لئے ناز ہے کہ اس نے انسانی حیات کے مسائل کی ان گنتیوں کو مصلحاً لیا جن کو کسی مذہب و ملت اور دین کے کسی رہبر و مصلح نے حل کرنے میں کامیابی نہیں حاصل کی تھی۔ لہذا ان مسائل کے — عورت بھی ایک مسئلہ ہے — جس کے لئے پرستار ان عصر حاضر کا خیال ہے کہ صنف نازک — عورت — کے حقوق کی بحالی ان کے وقار کے تحفظ کے لئے جو کچھ ہم لوگوں نے کیا آج تک کسی نے یہ کام نہیں کیا تھا۔

کامل یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ عصر جدید صبحِ صبح معنی میں عورت کا ہمدرد نہیں ہے اس نے صنف نازک کے حقوق کی محافظت نہیں کی ہے بلکہ ان کے حقوق کو پامال اور ان کے وقار کو خاک میں ملایا ہے اگر یکساں ملے تو درست ہو گا کہ عصر جدید اب تک یہی نہیں سمجھ سکا ہے کہ عورتوں کے واقعی حقوق کیا ہیں۔ میں یہ کہنے کی جرأت کرتا ہوں کہ جاہلی دور میں جو مظالم عورتوں پر زور دار کئے گئے تھے پھر انھیں کا اعادہ عصر جدید کر رہا ہے مگر تھوڑے فرق کے ساتھ۔ یعنی ظلم کے اسلئے نئے ایجاد کر لئے گئے ہیں ناز کی ترقیوں کی طرح یہ اسلئے بھی ترقی یافتہ ہیں۔ جاہلی دور میں عورتوں پر جب ظلم کئے جاتے تھے تو عورتیں ٹرپتی، روتی اور سسکتی تھیں لیکن اب ان پر

جب ظلم کئے جاتے ہیں تو وہ حقے لگاتی ، ہنستی اور خوش ہوتی ہیں۔ یہ فرق اس لئے پیدا ہو گیا ہے کہ عصر جدید نے عورت کے احساسات و جذبات کو مردہ کر دیا ہے۔

آزادی کے سبز باغ کے تصور نے بیسویں صدی کی عورت کو ایسا دیوانہ بنا رکھا ہے کہ نہ اس کو اپنی مشرم و حیا کا پاس رہ گیا اور نہ ہی اپنی عقبت و فصاحت کا لحاظ۔۔۔۔۔ آج تو نہیں لیکن جس روز آج کی عورت کو یہ احساس ہوگا کہ میں عورت نہیں رہی اس دن وہ سر پکڑ کر روئے گی۔ جب عورت خواب غفلت سے بیدار ہوگی جب آزادی کا نشہ ہرن ہوگا اور جب عورت اپنے ہوش میں آئے گی تب اسے معلوم ہوگا کہ بیسویں صدی نے اسے کیا سے کیا بنا دیا اور اسی دن اسے معلوم ہوگا کہ اس دور کے ہوس پرست مردوں نے اس کا سب کچھ چھین لیا اب وہ کسی کی لاٹولی بچی نہیں ، کسی کی پیاری بیوی نہیں اور کسی کی مقدس ماں بھی نہیں رہی۔۔۔۔۔ تو وہ روئے گی اور بھر وہ روتی ہی رہے گی۔

بیسویں صدی میں عورت کے ذلیل و رسوا کرنے کے جتنے ذرائع ہو سکتے تھے آزمائے جا چکے اور جو باقی رہ گئے ہیں ان پر عمل درآمد میں اب کوئی قابل ذکر تاخیر نہیں رہ گئی ہے۔۔۔۔۔ ”خو رکیجئے“ چراغ خانہ“ کو ”شمع محفل“ بنا لیا گیا۔ آزادی کے حیلہ سے ان کے ذریعہ مٹروں ، پارکوں ، جلسوں کو زینت دی گئی۔ تعلیم کے حیلہ سے انھیں بے پردہ کیا گیا۔۔۔۔۔ غلط تعلیم نے اور غضب کیا کہ ان سے بغیر کسی جبر و اکراہ کے حیلہ مشرم کی

دولت پھین لی۔ اور سیاست کے شوق نے عورت کو وہاں پہنچا دیا جہاں مرد بھی پناہ مانگ رہا ہے۔ جو کچھ کی رہ گئی تھی اس کو کیلنڈروں، اخباروں اور اشتہاروں نے پھا کر دیا۔ ہوائی جہاز سے لے کر صابن تک ہر عورت کی تصویر۔ کیا ذلت و رسوائی کی اس کے بعد بھی کوئی منزل باقی رہ جاتی ہے؟

ایسے بھیانک ماحول اور چڑے آشوب دور میں ضرورت ہے کہ ان رہنماؤں اور رہبروں کی سیرتوں کو بار بار زمانہ کے سامنے پیش کیا جائے جو ہمہ گیر اخلاقیات کی حامل اور انسانی فلاح و بہبود کی ضامن ہیں۔ ایسے انسانوں کی سیرت جن میں کوئی نقص و عیب نہ ہو ہزار چھان پھٹک کے بعد بھی ان میں کوئی عجیب نظر نہ آئے بلکہ ہر بار اپنے بے مثل و نظیر ہونے کا ایک نیا یقین دے ایسے انسانوں کی سیرت جو دوست دشمن، امیر غریب اور مرد عورت سب کے لئے یکساں مفید ہو اور ہر جہت سے ہر شخص کے لئے منفعت بخش ہو۔

یقیناً ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کی زندگی ایسی ہی حیات بخش زندگی ہے۔ آج کی عورتیں جناب خدیجہ کی زندگی کا مطالعہ کریں، ان کی سیرت کو بغور پڑھیں اور سیرت کے اس آئینے میں اپنی اپنی زندگی کو سوار کرنے کی کوشش کریں۔ جناب خدیجہ کی زندگی میں ملنے کی بلند سیرت اور بے مثل کردار کے وہ نقوش موجود ہیں جو طہہ منشا کی چہنئی کے لئے کافی ہیں۔

عورت — اسلام کی نظر میں

اسلام نے عورت کے ساتھ حسن سلوک، مروت، محبت اور شفقت کا جو درس دیا وہ بے مثال بھی ہے اور لافانی بھی۔ اس الہی مذہب نے عورت کا جس طرح لحاظ کیا اور اس کے حقوق کے تحفظ کے لئے جو ابدی قانون بنا دیا۔ ہر زمانہ میں اقوام عالم کے لئے شعل راہ ہے۔ عورت کو دیئے گئے۔ اسلامی حقوق و مراعات کی تفصیل قرآن مجید سے لیکر احادیث و تاریخ کی کتابوں تک پھیلے ہوئے ہیں انھیں پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ اسلام سے پہلے تو ان کی بیٹیوں کے جائز حقوق کی دکالت دنیا کی کسی قوم یا مذہب نے نہیں کی۔ اسلام کے پیغمبر نے حقوق بنسراں کے قیام کے لئے وہ کام کیا جس کو ان سے پہلے دنیا کے مفکرین و مصلحین کر کے اور نہ حکماء و فلاسفہ۔ عورت ظلم و ستم کی چکی میں پستی رہی اس کے حقوق پامال و برباد ہوتے رہے لیکن اس کے خلاف ہادیان قوم اور رہبران امت کو زبان ہلانے تک کی جرأت نہ ہو سکی۔ عورت کے احساسات کچلے جاتے رہے جذبات کو ٹھیس پہنچایا جاتا رہا۔ — سارا زمانہ اس کو جائز سمجھتا رہا بلکہ جائز سے بھی پست تر — خالق ارض و سما کے تقرب کی راہ میں عورت کو ناقابل عبور خلیج سمجھ لیا گیا تھا۔ عبادتوں کی درستگی کے لئے عورتوں سے کوسوں دور بھاگنے کی شرط لگائی جاتی تھی۔ اس حق پوشی کی شب تار اپنی دلازدی میں جب انتہا کو پہنچ گئی اور

باطل کوشی اپنے آفاق تاریک بنا چکا تو یکایک نبوت کا ”نیرِ عظیم“ افقِ مشیت سے حجب کی سرزمین پر اس طرح طالع ہوا کہ کھچی ہوئی حقیقتیں بے نقاب ہونے لگیں اور مدفون حقوق خیالی قبروں سے خاک بھاڑ کر سامنے آنے لگے ہر کردار و ضعیف کی ڈہلی ہوئی نبھنیں ابھرنے لگیں اور حقوق، خصوصاً حقوق نسواں کی سحر طالع ہو گئی۔ انسانیت کا نصفِ سرایہ (عورت) جو تحافل کے مقابلہ کی صورت میں تھادہ حقوق کی جلوہ بن گیا اور تعلیماتِ محمدیؐ نے پیکرِ انسانیت کے اس نصفِ قصہ بے جان میں بھی عزت و شرافت کی روح پھونک دی جس سے وہ ہستی جسے عورت کہا جاتا تھا ازینتِ مفضل اعتدال بن گئی جس شمع کو ہمیشہ بجھایا گیا وہ انجمنِ انسانیت کی رونق قرار پائی۔

محمدی فیاضی نے استبدادی بھل کی آمریت کو توڑ کر مردوں کے ظلم و جور اور نخوت و غرور کے قلعوں کو ہمیشہ کے لئے ہموار کر دیا۔ بے جا غیرت و خود غرضی کی بستیاں تاراج کر دیں اور عورت کا ستارہٴ اقبالِ اسلامی تعلیمات کی شعاعوں سے جگمگا اٹھا اور یہ جو ہر حققت بازارِ دیانت میں قیمتی قرار پایا۔ اس کے صفات و کمالات کی داغ بیل پڑی اسلام و ایمان میں عورت کو شرکت کی دعوت دی گئی۔ اعمال و عبادات اور معاملات میں مناسب و حکیمانہ طریقہ سے اس کو حقہ دار قرار دیا گیا یہاں تک کہ اس کے حقوق کو مردوں کی صفوں کے برابر لاکر کھڑا کر دیا گیا اور اس کی عزت و حرمت کا لحاظ کرتے ہوئے صنفِ رجال سے متصل اس کی جماعت کا ذکر قرآنِ کریمؐ نے کیا جیسا کہ ارشادِ جوامعہ:

ان المسلمین والمسلمات والمؤمنین | سلمان مرد اور سلمان عورتیں ایماندار

مرد اور ایماندار عورتیں فرمانبردار مرد	والمومنات والقاتین
اور فرمانبردار عورتیں واستباز مرد اور	والقاتین والصادقین
استباز عورتیں صبر کرنے والے مرد اور	والصادقات والہما بدین
صبر کرنے والی عورتیں فروتنی کرنے والے	والصابرات والخاصعین
مرد اور فروتنی کرنے والی عورتیں خیرات	والخاشعات والمستصدقین
کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی	والمصدقات والصابغین
عورتیں اور روزہ دار مرد اور روزہ دار	والصائمات والحافظین
عورتیں اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے	فردجہم والحافظات
والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں	والذاکریں اللہ کثیرا
اور کثرت سے ذکر خدا کرنے والے مرد	والذاکرات -

اور عورتیں :-

(پ ۲۲ احزاب ۱۲)

یہ دس درجے بظاہر ایمان کے تھے اسلام نے مرد اور عورت دونوں کو ہر ایک صفت میں برابر سے شامل کیا اور انعام و اکرام کے سلسلہ میں دونوں کو ایک ہی صف میں کھڑا کر کے فیصلہ کیا ۔

ان (مرد اور عورت) کے واسطے	اعد اللہ لہم مغفرة
خدا نے مغفرت اور بڑا ثواب عطا	واجرا عظیما -
کر رکھا ہے ۔	

قرآن مجید نے مرد و عورت کے سلسلہ میں اسلام کی عادلانہ روش کا دوسری جگہ اس طرح اعلان کیا ہے :

لِلرِّجَالِ نَهْيٌ مِّمَّا كَتَبْنَا
لِلنِّسَاءِ نَهْيٌ مِّمَّا كَتَبْنَا -
(پ ۵ شمارہ ۲)

مردوں کو اپنے کئے کا حق ملے گا
اور عورتوں کو اپنے کئے کا -

اسلام کی نگاہ میں جو حیثیت مرد کی ہے بعینہ وہی حیثیت عورت کی بھی ہے۔ اگر مرد مسلم، مومن، فرمانبردار، ناست گو، صابر، منکسر المزاج، خیرات دینے والا، دوزخ دار، عقیق اور یاد خدا کر کے لائق تعریف اور مغفرت و اعجاز عظیم کا مستحق بن سکتا ہے تو عورت کو محروم نہیں کیا گیا بلکہ وہ بھی ان صفات سے متصف ہو کر قابل مدح اور مغفرت و اعجاز عظیم کی مستحق بن سکتی ہے۔ اس طرح اسلام ”کرے کوئی بھرے کوئی“ کا بھی قائل نہیں ہے بلکہ اس نے نجات اعلان کر دیا کہ ”مرد کو اس کے اچھے بُرے کا اور عورت کو اس کے اچھے بُرے کا بدلہ دیا جائے گا۔“ یعنی اگر بُرے مرد کی زوجیت میں کوئی بھی اور نیک کردار خاتون آگئی ہے تو عورت کے اعمال خیر سے بد اعمال شوہر کو کچھ نہیں ملے گا۔ اسی طرح اگر بُری عورت اچھے، خوش کردار اور نیک اعمال مرد کے ساتھ بیاہ دی گئی تو اس بد اعمال عورت کو شوہر کے نیک اعمال میں سے کچھ نہیں ملے گا۔ قرآن کریم کے اس واضح اعلان نے دنیا کی ہر خوش فہمی کے تار و پود کو کھیر کر رکھ دیا اور جو لوگ یہ سمجھتے تھے کہ عورت مرد کا سایہ ہے یا عورت کا حشر و نشر مرد ہی کے ساتھ ہو گا ان کے دماغی باطل خیالات کے گھر وندوں کو بھی سنا کر دیا۔ قرآن نے دنیا پر اس ابدی حقیقت کو واضح کر دیا کہ مرد و عورت الگ الگ خود اپنا مستقل وجود کھتے ہیں

ان میں سے کسی ایک کو دوسرے پر حقوق کے لحاظ سے کوئی برتری نہیں ہے۔
اس امر کو اسلام کی قانونی کتاب — قرآن مجید — نے دوسری
جگہ اور صاف کیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

لھن مثل الذی علیھن	(شریعت کے موافق عورتوں کا مردوں
بالمعروف وللرجال علیھن	پر) وہی سب کچھ (حق) ہے جو (مردوں کا)
در سجنہ -	عورتوں پر ہے ہاں البتہ مردوں کو نفست)
(پ ۲ البقرہ - ۱۳)	میں عورتوں پر فوقیت ضرور ہے۔

فضیلت اپنی جگہ مسلم لیکن حقوق میں دونوں قطعاً مساوی ہیں۔ چونکہ
عورت بہر حال انسانیت و آدمیت کا نصف جز ہے اس لئے مرد کو ہرگز اس کا
حق نہیں دیا جاسکتا کہ وہ عورت کو خانگی فتنہ، ہلاک سحر اور جہنم کا دروازہ سمجھ کر
اس سے کنارہ کشی اختیار کرے یا اسے ذلیل سمجھ کر انسانی معاشرہ سے علیحدہ
کرے۔ اسی حقیقت کو ذہن نشین کرنے کے لئے بتا دیا کہ تم دونوں کا ایک
دوسرے پر حق ہے اور برابر کا حق ہے اس لئے مرد کا عورت کو ذلیل سمجھنے کا
طلب ہے خود اپنے کو ذلیل کرنا۔

مزید حق دسی و حق رسائی اور تشہید ذہنی کے لئے ارشاد ہوتا ہے کہ

ھن لباس لکھو و انتھو لباس	عورتیں گویا تھادی چولی ہیں اور تم
لھن -	گویا ان کے دامن جو۔
(پ ۲ البقرہ: ۷)	

اس دوسری تعبیر میں تشبیہ نے مزید فوائد کی طرف اشارہ کیا گویا وہ مرد جو
اپنے کو عورت سے بالکل الگ سمجھتا تھا اس کو عورت سے اسی طرح وابستہ

ہونے کی اطلاع دی گئی جیسے لباس جسم سے وابستہ ہوتا ہے ظاہر ہے کہ لباس سے بیگانگی برہنگی ہوگی جو یقیناً بے حیائی ہے اور اس کی نگہداشت اسی طرح کرنا ہوگی جیسے اپنے لباس کی نگہداشت کی جاتی ہے کون نظر لپیچہ اپنے دامن کو گندگی سے آلودہ ہونا پسند کرے گا۔ اسی طرح عورت کو بھی سمجھا دیا گیا کہ مرد اس کے لئے بمنزلہ لباس ہے عورتوں کو فطرتاً اپنے لباس کا جتنا خیال ہوتا ہے وہ ظاہر ہے۔ یعنی مردوں کا خیال کرنا اور کسی قسم کا تکدر نہ ہونے دینا عورت کے فطری محاسن میں شمار کیا جائے گا۔ اسلامی قانون میں مرد اور عورت کا ساتھ چلی دامن کا ہے جس میں ہرگز جدائی کا کوئی امکان نہیں ہے۔ جو مرد عورتوں سے الگ تھلگ یا عورتیں مردوں سے علیحدگی ہی کو ذریعہ تقرب خدا سمجھتی تھیں ان کو صحیح طریقہائے عبادت اور مرتبہ انسانیت کا علم نہیں تھا ان غیر مستحسن طریقوں کی رد کرتے ہوئے اسلام کے برحق و صادق پیغمبر حضور مرسل اعظم نے ارشاد فرمایا لا دھبانیۃ فی الاسلام میرے مذہب (اسلام) میں دھبائیت نہیں ہے۔ یعنی سیاسی، جوگی اور سادھو بن کر پاڑیوں کی تاریک کوٹھڑیوں یا جنگلوں میں بیٹھ کر یا د خدا کرنا خاتم النبیین کی نظروں میں غیر معقول طریقہ تھا جن لوگوں کی نظروں میں دنیا سانپ بچھو یا چوان مفترس تھی ان کے لئے ارشاد فرمایا الدنیا مزمعة الاخرۃ دنیا آخرت کی کھیتی ہے یعنی دنیا سے الگ دین کا تصور درست اور صحیح ہو ہی نہیں سکتا۔

تعدد ازدواج کے سلسلہ میں جن لوگوں نے حضورِ مصلِ اعظمؐ پر اعتراض کرنے کی ناکام کوششیں کی ہیں ان کا کہنا ہے کہ یہ شادیاں حضورؐ نے خواہشات نفسانی کی بنا پر کی تھیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ تعدد ازدواج نبی آخر الزمانؐ کی کابل روحانیت کی بہترین دلیل ہے دنیا کے لغو تصورات کو خاک میں ملانے اور اُن کے بے بنیاد خیالات و باطل اودام کو ختم کرنے کے لئے حضورؐ نے بیک وقت تو بیویاں رکھیں تاکہ جو لوگ اس خیال میں مبتلا ہیں کہ عورت ہلک سحر اور جہنم کا دروازہ ہے یا شر کا سرچشمہ یا عورت تقربِ خداوندی کی نہ عجز ہونے والی خلیج ہے اُن کو بتایا جاسکے کہ تم ایک کے قرب کو قربِ خدا کے لئے اخلیج کہتے ہو اور میں بیک وقت تو بیویوں کے باوجود قربِ خدا کی اس انتہائی بلندی پر فائز ہوتا ہوں جہاں کوئی نبی بھی نہیں پہنچ سکا۔ اور میں اسی عورت درمیان رہ کر اتنی عبادت کرتا ہوں کہ خود مہر و مجھے از راہِ محبت منع کرتا ہے اتنی زیادہ نمازوں کی وجہ سے اپنے کو شفقت میں مبتلا نہ کر دو۔

یا ایہا المرسل قہ اللیل
الا قلیلا۔ (اے میرے چادر پیٹنے والے (رسول) رات کو (نماز کے واسطے) کھڑے رہو مگر

(پ ۲۹ - ج ۱۲) پوری رات نہیں) تھوڑی رات۔

عورت عبادتِ خدا میں بھی مرد کی بہترین معاون، معاون اور مددگار ثابت ہو سکتی ہے۔ ہاں اگر مرد ہی شر کا سرچشمہ اور جہنم کا دروازہ بن جائے تو اس میں عورت کا کون سا قصور ہے؟

تقدرد از دواج کے اسلامی قانون پر عصر جدید ناظم کٹاں ہے ”میں نے حدیث“
 فریادی اور ایم کا عہد اعلیٰ ہے کیونکہ اسے اس قانون سے عورت کے احساسات
 و جذبات پامال ہوتے نظر آتے ہیں۔“

تاہم جنت و عصمت کو آج عورت کے احساسات و جذبات کا خیال
 پیدا ہوا لیکن اسی عورت کے ساتھ جب جانوروں کا سا سلوک روا رکھا جاتا
 تھا تو ان ہمدردوں کا کہیں پتہ نہیں تھا۔ اسلام کو اپنے منصفانہ
 قانون کا خیال ہے کسی کے غلط احساسات اور لغو جذبات کا وہ پابند نہیں
 ہو سکتا۔ عورت کے جذبات اسلام کے اس قانون سے پامال ہوں تو ہوں
 لیکن اسلام ہرگز کوئی ایسا قانون نہیں بنا سکتا تھا جس سے عدل و انصاف
 کا خون ہوتا۔ صحت مند، متدرست اور توانا مرد کو ایک ہی بیوی کے ساتھ
 زندگی بسر کرنے پر مجبور کر دینے کا حکم بہر حال ظالمانہ ہوگا۔ مرد مسلسل ذہنی انتشار
 اور دماغی کشمکش میں مبتلا رہے گا اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ رفتہ رفتہ پورا معاشرہ
 بھیانک تباہی سے دوچار ہو جائے گا۔ اسلام سے ایسے ظالمانہ و جاہلانہ
 اور خلاف عدالت و حکمت قانون کی توقع نہیں رکھنا چاہئے وہ مذہب عقل
 ہے اس کا ہر حکم عاقلانہ اور ہر قانون عادلانہ ہوتا ہے۔ اسلام کی
 جہربانی، رحم و کرم اور لطف و احسان کو فراموش کر کے عورت کے جذبات
 کی قربانی کا ماتم کرنا یقیناً احسان فراموشی کی۔ ناقابل بیان۔
 ذلیل حرکت ہے۔ جاہلی دور میں ایک ایک مرد کے پاس عورتوں کی پوری
 پوری فوج رہتی تھی جن کے ساتھ بیہاد سلوک کیا جاتا تھا۔ اسلام نے

مرد کے آہنی شکنجہ سے عورت کو آزادی دلائی۔ لیکن اسلام صرف عورتوں ہی کا مذہب نہیں تھا وہ مردوں کا بھی مذہب تھا اس کو مردوں کے احساسات و جذبات، صحت و تندرستی کے خیال کے ساتھ ہی ساتھ سماج کے وقار اور معاشرہ کے مشکلات کا بھی لحاظ تھا۔ اس لئے جہاں عورت کو آزادی بخشی وہاں مرد کے لئے بھی مبنی بر عدل قانون نافذ کیا کہ وہ ایک آدمین اور چار بیویاں بیک وقت رکھ سکتا ہے۔ اس میں کوئی خرابی یا قباحت نہیں ہے بلکہ انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو ایسا قانون بنانا واجب و لازم تھا۔

اب یہ اسلام کا انصاف پرورد مزاج ہے کہ اس نے اس قانون کے ساتھ ہی مرد کو پیشتر آگاہ کر دیا کہ

وان حقتہ الا تعدوا | اگر نہیں اس کا اندیشہ ہو کہ تم متعدد بیویوں میں عدل و انصاف نہ کر سکو گے تو فواحداً۔

(پ ۴ - س ۱۲) | ایک ہی پر انعقاد۔

اس عدل و انصاف کی شرط کے ساتھ چار خادیوں کے اسلامی قانون سے وقار و نواں کو کوئی صدر نہیں پہنچ رہا ہے۔ ایسے منصفانہ قانون کے بعد ہرگز یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اسلام کے اس قانون نے عورت کے احساسات و جذبات کو پامال کیا ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس قانون نے عورت کے حقوق کا تحفظ اور اس کے وقار کو بلند کر دیا ہے۔

عام طور پر یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ اسلام نے مردوں کو چار خادیوں کی کھلی چھوٹ دے رکھی ہے اور بعض مسلمان بھی اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں جبکہ حقیقت اس کے

خلاف ہے کیونکہ اسلام نے اپنے قانون ”اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ تم انصاف نہیں کر سکو گے تو بس ایک بیوی پر اکتفا کرو“ سے سب کو ایک ہی بیوی کے ساتھ زندگی بسر کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ — ہاں اگر کوئی شخص دوسری شادی کی ضرورت کسی بنا پر محسوس کرتا ہے تو اسلام کا حکم ہے کہ ایک سے چار شادیوں ————— جس کے بعد مرد کے جملہ ضروریات زندگی پورے ہو سکتے ہیں ————— تک کی ہم اجازت دیتے ہیں لیکن عدل و انصاف کے یقین کی قید کی شرط کے ساتھ اور اگر اس یقین میں ذرا بھی رخنہ پیدا ہو اور اس بات کا اندیشہ بھی ہو کہ ————— دو یا چار بیویوں میں ————— کسی سبب یا وجہ سے انصاف قائم نہیں رہ سکتا تو ایسی صورت میں ————— ”فواحدة“ بس ایک ہی بیوی پر اکتفا کرنے کا شدت سے حکم دیا گیا ہے۔ اس حکم کے بعد ہر کس و نا کس دو، تین یا چار شادیوں کی جرأت ہی نہیں کر سکتا۔ اور نہ کرنا چاہئے۔

تعداد ازدواج پر فاضل معاصر خباب سید مصطفیٰ حسن صاحب رضوی ایڈیٹر اخبار سر فراز لکھنؤ نے اصولی بحث کی ہے موصوف لکھتے ہیں :-

”عورت کے لئے ایک زوجگی کی زندگی عقلاً بالکل ہی درست و مناسب ہے اور وہ کوئی تکلیف محسوس کئے بغیر ایک شوہر پر بسر کر سکتی ہے مگر مرد کے لئے بے اوقات ایک زوجگی کی حالت میں دن گزارنا انتہائی دشوار ہے اگر مرد معتدلتہ اور صحیح القوی ہے تو اسے بیوی کی ہر وقت ضرورت ہے

رضاعت عورت کے لئے اس کے لئے ہر چہ میں تین دن سے لے کر دس دن تک ایسے آتے ہیں جس میں اسے شوہر کی مطلقاً ضرورت نہیں ہوتی۔ ہر چہ میں ان مقررہ دنوں کے علاوہ اس کی زندگی میں کچھ اور بھی لمبے لمبے وقفے ایسے آتے رہتے ہیں جن میں اس کا مرد سے دور رہنا ہی ضروری ہوتا ہے۔ چونکہ مرد عورت کی یکجائی کا مقصد صرف حصول لذت ہی نہیں ہے بلکہ تولید و تناسل بھی ہے اور مرد میں عورت کی نسبت صلاحیت تولید بہت زیادہ ہوتی ہے اس لئے مرد کو یکے زوجگی کی حالت میں کوئی زیادہ لمبا زمانہ گزارنا سخت دشوار ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ عورت کے لئے ایسے مواقع بھی آتے رہتے ہیں جبکہ وہ اس قابل نہیں ہوتی کہ وہ وظیفہ زوجگی ادا کر سکے مثلاً زمانہ حمل، زمانہ ولادت، زمانہ رضاعت، زمانہ حیض و نفاس اور زمانہ غلات اس کے علاوہ کسب معاشی کے سلسلہ میں مرد کو بسا اوقات لمبے لمبے زمانے کے لئے زود سے دور پردیس میں قیام کرنا پڑتا ہے ایسے مواقع پر مرد کو شدید ضرورت ہوتی ہے کہ وہ کوئی دائمی یا وقتی نکاح کرے۔

”مرد کو پہلی بیوی کے حین حیات دوسری شادی کرنا پڑتی ہے مثلاً اگر بیوی بد مزاج، بد سلیقہ، بد زبان اور لڑا کا ہے اور اس سے گھر کو وہ زخ بنا کر رکھ دیا ہے ایسی صورت میں مرد اپنے دل و دماغ کو سکون پہنچانے اور غم غلط کرنے کے لئے اس بات پر مجبور ہوتا ہے کہ وہ دوسری شادی کرے اسی طرح اگر بیوی کی صحت خراب ہے اور وہ دائم المرض رہتی ہے یا پہلی بیوی بانجھ ہے اور اس سے اولاد ہونے کی امید نہیں تو وہ محض اولاد کی خاطر

دوسری شادی کرتا ہے۔"

(سرفراز خان تبیین نمبر ۵۷)

اس سلسلہ میں نسیم صدیقی لکھتے ہیں:-

"تقدیر از دو اوج کی ایک طوط تو آخری حد (چار تک) مقرر کر دی گئی اور اس کے ساتھ عدل کی بھاری ذمہ داری کا احساس دکا کر یک ذو جی کے حق میں ترقیبی انداز اختیار کیا گیا..... اس انتہائی گنجائش کی ضرورت بعض اہم درجہ سے نفی اور رہے گی۔ خلا اولین درجہ ہے کہ اسلام شہوت رانی اور بدکاری کا کاؤ سبب کرنا چاہتا ہے اور اس کے لئے کڑے اہتمام کرتا ہے اور سنگین سزائیں مقرر کرتا ہے ایسے نظام میں ان لوگوں کے لئے راستہ رکھنا ضروری تھا جو جسمانی یا ذہنی ساخت کی وجہ سے تیز جنسی رجحان رکھتے ہوں۔ اس حقیقی ضرورت کو مغربی تمدن میں نظر انداز کرنے کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ یک ذو جی کے ساتھ ذمہ داریاں رکھنے کی گنجائش نکالی گئی بلکہ قہر گری کا نظام بھی قائم ہوا اور اتنا پھیل چکا ہے کہ اس سے نجات پانا مشکل ہو گیا ہے نیز "ہذا دجست" کے نام سے زنا بالرضا کا ایک طوفان اُٹ رہا ہے۔ اس حالت کو محدود تعداد ازواج کے اسلامی قانون کے مقابلے میں دیکھئے کون سی صورت بہتر ہے؟"

(محسن افاضیت)

کیا بیسویں صدی کو اب بھی حکوہ رہے گا کہ اسلام کا یہ قانون صورت کے احکامات و جذبات کو پامال کرتا ہے۔ مرد و عورتوں کا ہر حال نگران اور محافظ

قرار دیا گیا ہے۔ سمجھ میں بات نہیں آتی کہ اگر کسی محافظ کی محافظت میں ایک سے زیادہ دو یا چار اور پناہ گزین آجائیں تو جہ پہلے بے محفوظ بیٹھا ہے اس کو نئے آنے والے پناہ گزینوں یا محافظ سے کیا شکایت پیدا ہو سکتی ہے؟ ہاں اگر اس کی محافظت میں ان نئے آنے والوں کی وجہ سے کچھ کمی واقع ہو جائے یا نئے پناہ گزین اس کے حق آسائش و آرام میں خلل ہوں تو ضرور شکوہ شکایت کی بات ہے۔ لیکن اسلام نے پہلے ہی انصاف و عدل کی معرطہ لگا دی تاکہ کسی کا حق پامال نہ ہو۔ اس کے باوجود اگر عورت کے احساسات و جذبات پامال ہوتے ہیں تو یہ عورت کی خود مسمیٰ اور خود غرضی ہے اس کی دوسری شکل یہی رہ جاتی ہے کہ جب پہلے سے محفوظ و مامون ہے اس کو طلاق کا پردانہ دے کر گھر سے باہر نکال دے تاکہ وہ اپنی مرضی کے مطابق سرچھپانے کا کوئی محفوظ مقام تلاش کر لے یا سرد گرم زمانہ کے ہاتھوں کشتی اور زندگی کی کڑی دھوپ میں ٹھہلستی رہے۔ اسلام یہ نہیں کر سکتا تھا کیونکہ وہ عورت کے حقوق کا محافظ ہے وہ عورت کو خاک سے پاک بنانے آیا ہے وہ وقار و شہواں کا علمبردار ہے اس کو یہ دیکھ کر دکھ ہوتا کہ عورت در بدری کی ذلت میں مبتلا رہے لہذا اسلام نے اپنا یہ مصنفانہ حکم نافذ کر کے مرد و عورت دونوں کے حقوق کی بر محل محافظت کی۔

چار شادہوں کے قانون سے ذکیبی عورتوں کے احساسات و جذبات پامال ہوئے تھے اور نہ آج پامال ہوتے ہیں۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ عورت کا قدیم دشمن مرد آج بھی اس برہنہ نے انکلم کرنے کے لئے اس کو گمراہ کرتا رہتا ہے۔ مرد کو معلوم ہے کہ عورت کو زور و ضعیف ہوتی ہے آسانی سے اس کو لوٹا جاسکتا ہے، سر راہ

اس کی عفت و عصمت پر ڈاکہ ڈالا جاسکتا ہے اور اس سے محنت و عہدے و عید کر کے سبز باغ دکھا کر حسب خواہش جس راہ پر چاہیں لے جاسکتے ہیں۔ لیکن عورت کو اگر کسی قوی اور طاقتور کی پناہ مل گئی، اس کو کوئی مضبوط اور پُر جگر محافظ نگہاں مل گیا تو ہوس پرست مرد کو عورت پر ظلم کرنے کا موقع نہیں مل سکتا۔

الفرض اسلام نے چار شاہیوں کا قانون نافذ کر کے عورت کو بوالہوس مرد، لیروں کے دستِ ظلم و تعدی سے بچا کر مومن و محفوظ کیا اور عدل و انصاف کی بے حد اہم شرط لگا کر عیاشی کی راہ مسدود اور عورت کے وقار و حقوق کا تحفظ و نگہداشت کی۔ اسلام نے لامحدود کثرتِ ازدواج کے پارینہ اصول اور قدیم ترین قانون کو ختم اور اپنا عادلانہ حکم نافذ کر کے آدمیت و انسانیت پر زبردست احسان کیا ہے۔

اگر کوئی عورت اپنی خوش مزاجی، خوش سلیقگی، شیریں کلامی اور اچھے عادات و اطوار سے شوہر کے گھر کو جنتِ نظیر بنا دے۔ اپنے پھول سے بچوں اور بچوں کے رشکِ مسیقی، شور اور قہقہوں سے شوہر کی ویران زندگی کو سرسبز و شاداب کر دے۔ اپنی پسندیدہ روش، قابلِ رشک صحت اور اطاعت و فرمانبرداری سے شوہر کے دل و دماغ کو سکون و اطمینان اور اس کی گود کو مسرت و شادمانی کی دولت سے اس طرح مالا مال کر دے کہ اس کو دوسری خادی کا قصور بھی نہ پیدا ہو تو سبحانِ اشتر۔ نیک دل، نیک میراث، پاکباز، راست گو، خوش خلق، بلند کردار، عالی حوصلہ، شہزادی عرب اور محسنِ اسلام جنابِ خدیجۃ الکبریٰ علیہا السلام اس طرح کی تمام نیک عورتوں کی سترج ہیں۔

فضل و کرم، شرافت و کرامت اور عزت و جاہ کے جس مرتبہ پر جناب خدیجہؓ
 فائز تھیں دنیا کی کسی اور عورت کا ذکر نہیں ازواج انبیاء بلکہ خود ازواج
 پیغمبر اسلام میں سے بھی کسی ایک کو اس کی ہوا تک نہیں لگی۔ ام المومنین
 جناب خدیجہؓ نے اپنی خوش ملیشگی اور ہنرمندی، نرمی گفتار اور حسن عادات
 و اطوار صبر و شکر، ضبط و تحمل اور علم و حلم، تعقل و تدبیر، فکر و نظر اور خرم و جیلا
 و فاوایشار، زہد و قناعت اور انصاف و فرمانبرداری سے خانہ نبوت کو
 رشکِ جنت بنا دیا اور مرسلِ اعظمؐ کے دل و دماغ کو بے پناہ صبر و سکون اور
 اطمینان و رحمت فرمایا۔ اسلام کے نبیؐ کی آغوشِ رحمت کو نعمتِ اولاد سے پر کر کے
 مشرت و شادمانی کی لازوال دولت عطا کی۔ وہ یادِ الہی اور اعمال و عبادات
 میں نبی اکرمؐ کی مونس و معین بنیں، تبلیغ اسلام کی سخت ترین کٹھنائیوں اور
 ناقابلِ بیان مصیبتوں میں آپ کی غمگسار و مددگار رہیں۔ خدیجہ الکبریٰؓ
 نے اپنے قیمتی مشوروں، بہترین صلاح، نصرت و حمایت اور بے پناہ مال
 و دولت کے ذریعہ کھار کھ کے لائے ہوئے سیلاب و طوفانِ کارِ رخ موڑ دیا
 اور مرسلِ اعظمؐ کے لئے تبلیغ کی راہ ہموار کر کے اسلام کو بچنے اور چھوڑنے کا موقع
 فراہم کیا۔ کئے کو تو نبی اکرمؐ کی بیویاں اور بھی تھیں لہذا فیما تھیں
 لیکن حقیقت یہ ہے کہ مرسلِ اعظمؐ کی شادی۔۔۔۔۔ جو ذاتی شادی تھی
 ۔۔۔۔۔ وہ تو بس ایک ہوئی۔۔۔۔۔ اور وہ ام المومنین خدیجہؓ کے
 ساتھ۔۔۔۔۔ جو ہر جہت سے مکمل اور کامیاب ثابت ہوئی۔

کہا جاتا ہے کہ شادی کے وقت مرسلِ اعظمؐ کی عمر ۲۵ برس اور جناب خدیجہؓ کی

حرم سال کی تھی اس کے باوجود ——— زندگی کے آخری تیرہ سال میں بارہ شادیاں کرنے والے نبی اکرمؐ نے ——— اپنی زندگی کے نہایت قیمتی اور خوشگوار ۲۵ برس جناب خدیجہؓ کے ساتھ گزار دیئے اور اس عرصہ میں دوسری شادی کا تصور بھی نہ کیا ——— ممکن ہے زہراؓ اور موقع شناس مورخین اسلام میرا ساتھ نہ دیں لیکن صداقت کا پورا کارواں میری ہی ہمنوائی کرے گا کہ اگر اپنی بیویوں میں نبی اکرمؐ کسی کو بے حد محبوب رکھتے ہوں گے تو وہ ذات بابرکات صرف خدیجہؓ ہی کی ہو سکتی ہے۔

”ام المومنین“ کے قرآنی خطاب کی آبرو ہیں خدیجہؓ ——— جن کی باوقار شخصیت اور عظیم کردار نے اس خطاب کے بھرم کو ضائع ہونے سے بچا دیا۔ مامتا کی ماری ماں جس طرح روتے اور پکلتے ہوئے بچے کو اپنے حصہ کا لقمہ بھی کھلا دیتی ہے اور خود بھوکے رہ کر بھی مسرور و مطمئن رہتی ہے اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ محبت و شفقت اور لطف و عطوفت کا مظاہرہ ام المومنین خدیجہؓ کا مظاہرہ نے کیا۔ عرب کی شہزادی نے اپنا پورا سرمایہ اپنے قابل صد افتخار شوہر کے ذریعہ اپنے اسلامی بچوں ——— اس کی پردا کئے بغیر کہ ان میں کون فرمانبردار ہو گا اور کون نافرمان ——— کو کھلا دیا انھیں اسودہ کر دیا۔ اپنی بچی سیدہ زہراؓ کے لئے کچھ بچا کر کیا رکھتیں جب عرب کی اس شہزادی نے خود اپنے کفن کے لئے بھی کچھ نہ چھوڑا۔

مرسل اعظمؐ کی دوسری بیویاں بھی ”ام المومنین“ ہیں اور خدیجہؓ کا اثر بھی ام المومنین ہیں مگر ——— جس چیز نے دوسری بیویوں اور شہزادی عرب

خدیجہؓ میں زمین و آسمان کا فرق قائم کر دیا ہے وہ یہ ہے کہ دوسری بیویاں
 بیت المال سے ہزاروں روپے ماہوار وظیفہ لے کر ماں بنیں اور —
 عرب کی عظیم شہزادی مسلمانوں کو کروڑوں روپے بکھلا کر ام المومنین بنی۔
 فطرت نے عرب کی اس شہزادی میں جو محاسن اخلاق و دیانت کے لئے
 سیدہ خدیجہؓ نے اپنے عمدہ عادات و خصائل کے ذریعہ ان میں چاہا نہ تھا کہ
 دیئے اور جب خدیجہؓ ام المومنین بن کر نبوت کے بیت الشرف میں آئیں تو
 صاحبِ خانہ عظیم سے اس طرح اقتساب نور و ضیا کیا کہ وہ سارے محاسن
 جگمگا اٹھے۔ سچ تو یہ ہے کہ قدرت نے سیدہ خدیجہؓ کو عرف و قاری کی جس بلند
 و بالا اور عظیم کرسی نور پر جلوہ افروز کر دیا ہے انبیاء اکرام کی عورتوں کو بھی دینی
 نصیب نہیں ہوئی۔ اور مرسل اعظمؐ نے فضل و شرف اور محبت و الفت کا بے قیاس
 درخشاں سیدہ خدیجہؓ کے سر پر رکھ دیا وہ خود آپ کی بیویوں کو بھی بہتر نہ ہو سکا۔

عورت — پر مرد کی حاکمیت

مرد و عورت، آدمیت و انسانیت کی گاڑی کے دو پہیے یا آدمیت و انسانیت کے عظیم قصر کے شاندار دروازے کے دو پٹ ہیں۔ قرآن حکیم نے مرد و عورت کے ایک دوسرے پر یکساں اور مساوی حقوق کے اعلان کے ساتھ ہی اس فضیلت کا بھی اعلان کیا ہے جو مرد کو فطرت کی طرف سے ملی ہے۔

والرجال علیہن درجۃ واللہ	مردوں کو فضیلت میں عورتوں پر زحمت
عزیز حکیم۔ (پ ۲ - بقرہ ۱۳)	مردوں کو فضیلت میں عورتوں پر زحمت

یقیناً مرد اپنی طاقت و قوت اور مضبوط قوی کی وجہ سے اس بات کا مستحق بھی تھا کہ اس کو اس شرف سے نوازا جائے جس سے عدالت کے اسی نظری تقاضہ کے لحاظ سے اسلام نے مردوں کو عورتوں پر ”حاکمیت“ عطا فرمائی ہے:

الرجال قوامون علی النساء	مردوں کا عورتوں پر قابو ہے کیونکہ خدا نے
بما فضل اللہ بعضہم علی بعض۔	بعض آدمیوں کو بعض پر فضیلت دی ہے۔

پ: ۵ - نساء ۳

مرد کو صنف ضعیف اور کمزور و بے بس عورت کا نگراں و محافظ بنانا حکمت کے عین مطالب ہے۔ لیکن ہرگز اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مرد اپنے کو عورت کا حاکم اعلیٰ سمجھ کر اس پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے۔ یہ تصور دراصل اسلام کے بنیادی احکام سے متصادم ہے حاکمیت کے اس بے بنیاد اور باطل تصور سے

اسلام کے قانون حاکمیت کو سرے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ — جاہلی دور میں نہ صرف عرب بلکہ پوری دنیا کے مرد، عورت کو محکوم محض بنائے ہوئے تھا۔ عورت اپنے باپ اور بھائیوں کی محکوم، شوہر کی محکوم اور شوہر کے بعد اپنی اولاد کی تابع فرمان رہنے پر مجبور رہتی تھی مگر۔ — اسلامی تعلیمات نے ان ساری جاہلی رسم و رواج کی آہنی دیواروں کو سار کر کے عورتوں کو وہ حقوق دیئے جن کی وہ اہل تھیں۔ ایک حد تک اس کے مصالح کے ماتحت حکومت کی حد میں ضرور رکھا لیکن اسی کے ساتھ ساتھ اس کے لئے حاکمیت کے بھی پہلو نظر انداز نہیں کئے۔ عورت اگر اپنے شوہر کی محکوم بنائی گئی تو اپنی اولاد کے لئے واجب التحفظ بھی قرار دی گئی۔ اگر ایک مورد میں اس کا سر دوسروں کے سامنے بھٹتا ہے تو دوسرے مورد میں مرد کا سر اس کے قدم چومتا ہے اس استزاج کا معقول نتیجہ یہ ہے کہ تنظیم لیتے وقت نفس میں جو عجز پیدا ہوتا ہے وہ تنظیم کرتے وقت زائل ہو کر اعتدال کی کیفیت پیدا کر دیتا ہے جو صحیح فطرت کا تقاضہ ہے۔

عورت کو مرد کی نگہبانی (حاکمیت) میں اس لئے دیا گیا تاکہ عورت بے خون و خطر اپنے آئین پر عمل کرنے کا موقع پاسکے کیونکہ مرد اس کا نگراں اور معاون کی حیثیت سے نگہداشت کرتا رہے اور ضعیف قوی کی بنا پر جو خطرات پیش آسکتے ہیں ان کا حکیمانہ طور پر ازالہ اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ عورت کے ہمراہ کوئی صاحب قوت فکر و تدبیر اور عقل و حزم کا پاسبان، شریک حیات رہے۔ — مرد کی عورت پر حاکمیت کو بے جا محکم، قاہرہ تسلط اور جابرانہ ماموریت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ — بلکہ کمزور کو قوی کا سہارا،

ما تو ان کو توانائی کا سرمایہ، متاع نفیس کو تاجی سے بچانا اور استعداد کو بروئے کار لانا انتہائی حکمت اور کمال عدالت کی دلیل ہے اور یہ وہی ماست عامہ ہے جو ذی روح کے ہر صفت از دواج میں جاری و ساری ہے جس پر مشاہدہ اور تجربہ شاہدین عادلین کی حقیقت رکھتے ہیں۔ حیران کی جس قسم کہ بھی لے لیجئے خواہ بہائم ہوں یا سباع چرند ہوں یا پرند سب میں اس فطری ارتباط کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔

ذہنوں سے یہ بات نکال دینا چاہئے کہ مرد کی یہ ریاست عورت پر استبدادی ہے۔ نہیں ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ بنی نوع آدم کی اجتماعی زندگی کو پرسکون بنانے کے لئے قدرت کا یہ ایک لا جواب نظام ہے جس کے بغیر گھر و زندگی پرسکون ہو سکتی ہے اور نہ انسانی معاشرہ کبھی صحت مند ہو سکتا ہے۔

اسلام کی نظر میں مرد و عورت دونوں افراد انسانی ہیں اور انسان کی حقیقی آئادی دونوں میں قدر مشترک ہے۔ اسلام نے ایک — مرد — کو گھر سے باہر کا سلطان بنایا اور دوسرے — عورت — کو گھر کے اندر کی ملکہ — گھر سے باہر عورت کے اکتساب و تصرف کا فریضہ شعل نہیں ہے اور نعم خانہ میں مرد کی مسئولیت کی وجہ سے فرائض عورت کے سلیقہ پر مقرر کئے گئے ہیں تاکہ حسن معاشرت پیدا ہو سکے۔ کیونکہ مرد اگرچہ مالک خانہ ہے لیکن امور خانہ داری کا اشتغال اس کو دوسرے جہات سے مانع ہوگا۔ لہذا اس کی سہولت کے لئے شریک حیات کو اہل خانہ بنایا گیا

تاکہ امور معاش ضائع اور برباد ہونے سے محفوظ رہ سکیں اور مرد کی مرضی کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس کے احوال میں عورت ایسا تصرف کرے کہ عورت کا ہنر اور مرد کا وقار محفوظ رہے۔

اب اگر اس ترتیب میں الٹ پھیر اور اس نظام الٹی کو منعکس کر دیا جائے جیسی مرد خاندان نشین ہو جائے اور عورت سر بازار نظر آئے تو جو مصلح عقل و فطرت کے اعتبار سے اسلامی تعلیمات اور نبوی ارشاد اعلیٰ نے قرار دے دیے ہیں وہ خطرہ میں پڑ جائیں گے۔ اس لئے اسلام نے کمزور کو گھر کے اندر ٹھکانا اور قوی کو گھر کے باہر۔

یہ بھی ممکن تھا کہ عورت کو گھر کے باہر کیا جاتا اور مرد کو گھر کے اندر ٹھکانا دیا جاتا۔ مگر عورت کے لئے بعض ایسے مواقع فطرت کی جانب سے پیش آتے رہتے ہیں کہ جن میں اس کا گھر سے نکلنا ممکن نہیں ایسی حالت میں اگر عورت سے بیرون خانہ کے امور وابستہ ہوں گے تو سارے کام عطل کی نذر ہو جائیں گے۔

عورت میں فطرتاً حیا و شرم کی آئینہ نش ہے۔ — حالانکہ بہت کچھ عصر جدید نے ان میں بے حیائی پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ — شدت حیا اس کی مقتضی ہے کہ عورت کو مرد سے الگ رکھا جائے تاکہ صدف و عفت کا یہ انمول موتی گھر میں رہ کر محفوظ رہ سکے۔

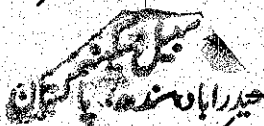
بادی النظر میں جس کو اسیری کہا جاتا ہے وہ حقیقی آزادی کا پیش خیمہ ہے اور جس کا نام قید و بند رکھا جاتا ہے وہ حریت کمال کا میدان ہے

جس میں حجاب، زمین استعداد کو اس طرح سیراب کرتا ہے جیسے محل بارش سے اجڑی ہوئی زمین پر سبزہ ابلہا نے لگتا ہے۔ اصل حجاب ایک عقلی صفت اور جوہر شناسی کی دلیل ہے۔ ————— فطرت نے اگر گوہر کو صدف میں نگہت کو محل نگل میں، معانی کو الفاظ میں اور تنائوں کو دلوں میں دھپھپایا ہوتا تو عورت بھی بے حجاب ہو کر سر بریزم آنے کی مستحق ہو سکتی۔

عورت وہ حقیقت ہے جو مجبورۂ محاسن اور مرکز جمال ہونے کے علاوہ اپنی عقلی کمزوریوں کی بنا پر قدرت کی فطری امانتوں کی نگہداشت سے پردے اور پردے کے تحادون و تحفظ کے بغیر عاجز ہو جاتی ہے۔ لہذا اس انمول ہوتی کو اسلام نے گھر کے اندر آبرو سے بٹھا کر مرد کو اس کا حاکم و نگراں بنا دیا تاکہ اس کی آب و تاب اپنے حدود میں قابلِ داد ہو سکے اور رقیباً نہ نگاہوں سے اس کی دولت حیاتا راج نہ ہو سکے۔ غیرت کا دینہ اس کی کفایت کی پاسبانی میں اس طرح محفوظ رہے کہ دنیا میں وہ نیک نام اور روزِ جزا خلاقِ عالم اس حفاظت اور امانت کے عوض بہشت بریں قرار دے۔

علمی نگاہیں ہمہ کے مسئلہ میں بہت الجھتی ہیں اور اس کا سبب خود ان کا پردہ میں ہونا ہے۔ ورنہ دیدِ بصیرت سے اگر مادی حجاب اٹھا دیئے جائیں اور وہ ان اعلیٰ سطحوں کا مطالعہ کر سکیں جن میں حکیم علی الاطلاق کے آدمی کی نورانی جملہ گاہیں نظر آسکیں تو وہ اسلامی قوانین اور محمدی آئین کی تصدیق پر مجبور ہوں گے۔

زمانہ کے تغیرات کے ساتھ مسئلہ حجاب کی تحسین و تقبیح کی سرکہ آٹلی ہوتی رہی ایک وہ وقت تھا جب شرع پر دے کو ضروریات میں شمار کرتے تھے۔ ایک یہ وقت بھی آیا جب اس کو طرز کپڑوں سمجھ کر نکال دیا گیا۔ اس پر خط نسخ کھینچنے کی کوشش شروع کر دی۔ لیکن یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ الٹی مصلحت اور اسلامی حقائق انسان کے ذہنی انقلاب کے ساتھ متغیر نہیں ہو سکتے۔ محمدی آئین کے حقائق اور اسلامی قوانین کے معارف ایاب و ذہاب اور طلوع و غروب سے کوسوں دور اپنی اس منزل میں باقی رہیں گے جہاں تھے۔ البتہ انسان ————— بالخصوص مسلمان ————— کبھی راہ پر آتا ہے کبھی گمراہ ہو جاتا ہے۔



معاذ اللہ کی جھکاؤ خیز آمدنی اور حالات کی سنگینی کے باوجود اپنی عظیم دانی و بینائی اور ہوش و گوش سے کام لے کر جناب خدیجہ نے اسلام کے قوانین و ضوابط کا احترام و اکرام کیا۔ خدیجہ ظاہرہ نے رسول اعظم کے احکام و ارشادات کی ————— ماحول اور حالات کی پروا کئے بغیر ————— شدت سے پابندی کی۔ عرب کی اس خود مختار شہنشاہی نے نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ اپنے کو اسلام کے نورانی اصول و ضوابط کے حوالہ کر دیا۔ ————— حضور خاتم النبیین کی دوسری بیویاں بھی اسی نہت کدہ میں آئیں اور وہیں لیکن باوجود فیض صحبت اور شرف قربت کے وہ راحت رسانی کے بجائے آنحضرتؐ کو مبتلائے مصیبت کرتی رہیں۔ میں اندواجِ نبیؐ کو قصور وار نہیں ٹھہرا سکتا

ہے شک اس میں بڑی حد تک ان عورتوں میں ان کے والدین کی تربیت اور محل کی تعلیم کا اثر نمایاں تھا جس کے زائل کرنے پر غالباً ان کو قدرت حاصل تھی اور مذہبی ارشادات و اسلامی تعلیمات کے قبول کرنے کی ان میں بھرپور صلاحیت اور استعداد تھی۔ سیدہ خدیجہ کے علاوہ دیگر ازواج کے ساتھ نباہ کر لینا اور اپنے مسائل و مصروفیات میں مشغول و منہمک رہنا۔ یہ بھی آپ کی بلند سیرت، اعلیٰ اخلاق اور عمدہ کردار کا ایک نمونہ ہے۔ نیک سیرت عورتوں کے ساتھ تعلقات کو استوار رکھنا تو ہر شخص کا کام ہے لیکن بوجی، بد مزاج، بد زبان، بد سلیقہ عورتوں کے ساتھ نباہ کیسے کیا جاتا ہے۔ سیرت کا یہ پہلو باقی رہ جاتا اگر مرسل اعظمؐ نے خدیجہ کے علاوہ دوسری عورتوں سے شادیاں نہ کی ہوتیں۔۔۔۔۔ لیکن بے اندازہ دولت کی مالک ہونے کے باوجود شہزادی عرب نے اپنی خداداد قابلیت و صلاحیت اور بے پناہ ذہانت و حفاظت سے محمدی و اسلامی ارشادات و تعلیمات کو حاصل کر کے مرسل اعظمؐ کی زندگی کو باغ و بہار بنا دیا اور اعمال و عبادات سے آنحضرتؐ کے قلب و دماغ کو مسرت و شادمانی اور اطمینان کی ایسی لازوال دولت بخشی جس کو مرسل اعظمؐ ساری زندگی یاد کرتے رہے اور ان کی مدح میں عمر بھر طبع اللسان رہے۔ اپنے عظیم شوہر کی شہزادی خدیجہؓ نے کچھ اس انداز سے اطاعت و نافرمانی کی اور ان کے احکام کی اس طرح مطیع و منقاد رہیں اور ایسی راحت پہنچائی جس کا لطف حضور تاجیات نہ بھول سکے اور اُٹھتے بیٹھتے اسلام کا پیغمبر عرب کی شہزادی کا قصیدہ پڑھتا رہا۔ یقیناً نبوت کے بیت الشرف بے وقار

اسلام کا نظام عدل و مساوات

اسلام نے عورت کو وہ جملہ حقوق دیئے جن کی وجہ سے عورت، عورت اور عورت کو اپنی نگیل کر سکے نہ اس قدر آزادی دی کہ عورت اپنے اندر مردانہ پن چھپا کر کے اپنے کمالات خلقی و طبعی کھڑے اور نہ اس قدر تنقید و پابند اور اسیر بنا کہ وہ اپنے فطری کمالات سے محروم ہو جائے اور یہ عقل و فطرت کے مطابق ہے جس سے کوئی سلیم الطبع انسان انکار نہیں کر سکتا۔

پوری کائنات انسانی کا سماج عورت کو آدمی ہی نہیں سمجھتا تھا تو بھلا وہ اس کو میراث کیا دیتا۔۔۔۔۔ لیکن حقوق نسواں کے محافظ اسلام نے اس سلسلہ میں پوری عدالت سے کام لیا اور اس کے حقوق کا پاس دیکھا کرتے ہوئے اپنے معنی بر عدل قانون کا اعلان کیا :

للرجال نصيب مما ترك	ماں باپ اور قریب داروں کے ترک
الولدان والاقربون والنساء	میں کچھ حصہ خاص مردوں کا ہے اور اسی طرح ماں باپ اور قریب داروں کے ترک
مما ترك الولدان والاقربون	میں کچھ حصہ خاص عورتوں کا بھی ہے خواہ
مما قتل منه اوكثر نصيبا	ترک کر دیا زیادہ ہر شخص کا حصہ (ہماری
مفروضاً۔	طرف سے) ترک کیا ہوا ہے۔
(پ ۴۰ - شمار ۱۲)	

اسلام نے عورت کو باپ کے گھر سے دختر کی اور شوہر کے ہاں میراث

دلانی - اور اس سلسلہ میں اس نے ایک بنیادی قانون یہ بنایا کہ
 للہن کو مثل حظ الانثیین - مرد کو عورت کے حصہ کا دو گنا حصہ ملے گا۔
 (پ ۶ - المائدہ ۳۰)

چونکہ مرد عورت کے امور کا دانی اور اس کے ضروریات کا متکفل ہوتا ہے
 اندر سے باہر تک کے تمام اخراجات اور گھر کی ساری ذمہ داریوں کا بار مرد ہی کے
 اوپر ہوتا ہے حتیٰ کہ اگر والدہ عورت مر جائے جب بھی کفن مرد ہی پر واجب ہے
 اس لئے میراث کی اس اسلامی تقسیم کو ہر عورت ہنسی خوشی قبول کر لے گی
 کیونکہ اس کو اس بات کا احساس ہے کہ اسلام نے باپ کے گھر سے لیکر
 شوہر کے گھر تک میراث دلانی یعنی آمدنی ہے اور خرچ غدار تو ایسی صورت
 میں مرد کو عورت کے مقابلہ میں دو گنا ملنا ہی چاہیے۔

مرد کو عورت پر جو حاکمیت عطا کی گئی ہے اس کا تیسرا مقصد یہ ہے کہ
 مرد عورت کا محافظ و نگراں بننا ہے۔ مرد کو ہرگز اس خوش فہمی کا شکار نہیں
 ہونا چاہیے کہ اس کو عورت پر جو حاکمیت عطا کی گئی ہے اس کی صورت مالک
 ملک اور آقا و کینز کی سی ہے۔ جاہلی دور میں بات کچھ ایسی ہی بلکہ اس سے
 بھی کچھ زیادہ تھی جس کو اسلام کے نظام عدل و مساوات نے ختم کیا ہے۔ جو
 لوگ مسلمان ہونے کے باوجود جاہلی نصرات کے حامل ہیں وہ جاہلیت کے
 رسم و رواج کے مخلص اور اسلام کے قانون کے غدار ہیں۔ اسلام نے ان تمام
 طاقتور کلائیوں کو مروا دیا ہے جن کی آہی گرفت میں عورت کا وقار دم توڑ رہا تھا۔

معمولی معمولی باتوں پر عورت کو ملزم گردانا، ان پر ظلم کرنا اور گھر سے نکال دینا عام بات تھی مرد کے اس متشددانہ طرزِ عمل اور بہیمانہ رویہ کے خلاف نہ کوئی داد تھی نہ فریاد۔ کون تھا جو طاقتور — مرد — کو نظر انداز کر کے کمزور و بے سہارا — عورت — کی نصرت کرتا، مسکین چُپ تھے، مصلحین خاموش تھے — جب بوسنے والوں کے ناطقے بند تھے تو اسلام اس جہود و ججود کی کیفیت کو ختم کرنے کے لئے آگے بڑھا مرد کے دستِ ظلم و تعدی سے عورت کو آزادی دلائی — اس کے حقوق معین کئے، امیراٹ میں اس کا حصہ دلایا — اسلام نے ظلم کرنے والے مرد کو اس بات کی آگاہی دی کہ عورت تمھاری کینریا زرخیز باندی نہیں ہے تم دونوں نکاح — کے مقدس رشتہ میں منسلک ہو — لہذا اس شریف معاہدہ کے تحت جو حق تمھارا عورت پر ہے وہی حق عورت کا تم پر ہے۔ اگر کسی وجہ سے تم دونوں میں شکر رنجی یا تو توئیں میں ہو جائے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اپنی قوت و طاقت کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے عورت کو گھر سے نکال دیا اس پر کسی اور طرح کے ظلم و ستم کرو۔ جب معاہدہ — عقد — میں تم دونوں کی حیثیت تقریباً برابر ہے تو جا بجا طور پر اس کے ساتھ تمھیں زیادتی کرنے کا حق نہیں دیا جاسکتا جب کبھی ایسی صورتِ حال پیدا ہو تو ہمارا قانون یہ ہے کہ

دان خفتمه شقان بینھنا	اگر تمھیں میاں بیوی کی پری اتفاق
فابغوا حکما من اہله وحکما	کاوندیشہ جو تو ایک ثالث مرد کے کئے سے

<p>اور ایک ثالث عورت کے کہنے سے متورک۔ اگر یہ دونوں ثالث دونوں میں میل کرادینا چاہیں تو خدا ان دونوں کے درمیان اس کا اچھا بندوبست کر دے گا۔ بے شک خدا واقف و خبردار ہے۔</p>	<p>من اهلها ان یویدا اصلاھا یوفی اللہ و یدینہما ان اللہ کان علیہماخبیرا۔ (پ ۵ - نسا ۳)</p>
---	---

اسلام نے زامی مواقع پر مرد کو کسی امر کا حق دیا اور نہ کسی آخری فیصلہ کا
 مختار بنایا بلکہ اس کے فیصلہ کے لئے دو ثالث تجویز کئے۔ ثالث بھی ایسے
 نہیں جو مرد کے طرفدار ہوں بلکہ اس میں قید لگا دی کہ ایک مرد کا ثالث ہو
 اور ایک عورت کا تاکہ طرفین میں کوئی کسی پر کسی قسم کی زیادتی نہ کر سکے۔
 اور اس طرح رفع اختلاف اور دفع نزاع کے بعد حکمین کے ذریعہ معاہدہ عقد
 کی اوسیر نو تکدید ہو جائے۔

اگر حالات کی سنگینی ایسا رخ اختیار کر لے کہ نزاع میں شدت پیدا ہوتی
 چلی جائے اور مصالحت کی تمام کوششیں ناکام ہو جائیں جب بھی مرد و عورت
 کے ساتھ کوئی نامناسب رویہ نہیں اختیار کر سکتا۔ ہاں اسے اس بات کا
 اختیار ضرور دیا گیا ہے کہ وہ معاہدہ عقد کے ختم کئے جانے کا
 اپنی طرف سے اعلان کر دے اور عورت کو مطلع کر دے کہ زندگی کے بقیہ سفر
 میں اب وہ اس کو اپنے ساتھ نہیں رکھنا چاہتا۔ شریعت کی زبان میں اس
 اعلان ختم معاہدہ عقد کا ہم طلاق ہے۔ طلاق کے بعد

مرد و عورت دونوں ہی آزاد ہیں

وان يتفرقا يغن الله كلا
من سعته و مكان الله واسعاً
حکیمہ -

(پ ۵ - نسا ۱۶)

اگر مایاں بیوی ایک دوسرے سے جدا
ہو جائیں تو خدا اپنے وسیع خزانے سے
زفر بخالی عطا فرما کر (ایک
دوسرے سے) بے نیاز کر دے گا اور خدا
بڑی گنجائش رکھنے اور تدبیر کرنے والا ہے۔

طلاق کا حق صرف مرد کو ہے۔ لیکن عورت بھی اس حق کو حاصل

کر سکتی ہے اور اس کی صورت یہ ہوگی کہ بوقت معاہدہ — عقد —
کرنے والے شوہر سے یہ حق لے لے کہ ہم جب چاہیں گے آپ سے الگ
ہو جائیں گے۔ اسی طرح اسلام نے عورت کو طلع کا بھی حق دیا ہے جو چند
شرائط کے ساتھ استعمال کیا جاسکتا ہے۔ غرض کہ اسلام نے عورت کو
مرد کی محکومی میں دے کر اسے بے دست و پا یا اسیر محض نہیں بنایا ہے بلکہ
اس کی آزادی و مختاری کا بہر حال خیاں کیا ہے۔

جب مرد و عورت کو کسی مجبوری کے باعث طلاق دیدے تو اس کا دشمن
نہ ہو جائے، اس کو تکلیف دینے یا صدر پر پونچانے کی کوشش نہ کرے،
کسی طرح بھی اس کی ذلت و رسوائی کا خواہاں نہ ہو بلکہ جبر و مروت اور
انسانی محبت و شفقت کا ہر آن لحاظ رکھے — قرآن کا فرمان ہے:

اور جن عورتوں کو طلاق دیدی جائے

ان کے ساتھ سلوک کرنا لازم ہے و

و للمطلقات متاع بالمعروف

حقاً علی المتقین -

(پ ۲ - بقرہ ۱۵) | پرہیزگاروں پر ایک حق ہے -
 اسلام نے عورت کے ساتھ جس حسن سلوک، محبت و شفقت اور
 انسانی ہمدردی کا درس دیا ہے اس کا ایک فی صدی حصہ بھی دنیا کے
 کسی مذہب و ملت میں نظر نہیں آتا۔

بیوہ عورتوں کی زندگی موت سے بدتر ہوتی تھی، وہ محسوس، چڑھیل اور
 جانے کیا کیا کہی اور سمجھی جاتی تھی لیکن اسلام نے اس عام ذہنی وبا اور
 بدزبانی پر شدید پابندی عائد کی۔ مرد کے سماجی بندھنوں سے اس کی
 آزادی رائے اور اختیار خدیصی کو متاثر نہیں ہونے دیا۔

فاذا بلغن اجلهن فلا جناح علیکم فیما فعلن فی انفسهن بامر وء	پھر جب عدت کی مدت پوری کریں تو شریعت کے مطابق جو کچھ اپنے حق میں کریں اس بارے میں تم پر کوئی الزام نہیں ہے۔
--	--

(پ ۲ - بقرہ ۱۲)

یعنی عہدہ کے زمانہ کے بعد عورت کو قطعی حق حاصل ہے کہ وہ اپنے لئے
 سر چھپانے کی کوئی عہدہ اور آرام و منزل تلاش کرے، اسے اختیار ہے
 کہ وہ اپنے لئے ایسا شوہر منتخب کرے جو اس کی خباں رسیدہ زندگی کو پھر سے
 سرسبز و شاداب کر سکے۔ بے جا غیرت و محبت اور ناقابل برداشت عرصہ و
 شرافت کے جمل و لا طائل تصورات کو پامال کرنے کا اسلام نے عورت کو پورا
 پورا حق دیا ہے۔ عورت کے اس اقدام پر مرد اپنے آپ کو ملزم نہ سمجھے اس لئے

کہ وہ جو کچھ کر رہی ہے شریعت کے دیئے ہوئے حقوق کے دائرہ میں رہ کر کر رہی ہے۔ اسلام بے جا غیرت و حیثیت اور جھوٹی عزت و شرافت کا کبھی خیال نہیں کرتا، انسانی آرام و آسائش اور معاشرہ کی فلاح و بہبودی چاہتا ہے۔ انسانیت کو سکون تب ملے گا اور معاشرہ تب صحت مند ہوگا جب بیوہ عورت کو در بدری کی ذلت و رسوائی سے نجات دلا کر کسی گھر کی مالک بنا دیا جائے۔

اور اپنی (قوم کی) بے شوہر عورتوں اور	وَالْمَلَاحِیَ مِّنْکُمْ وَالْمَلَاحِیَ
اپنے نیک بخت غلاموں اور لونڈیوں کا	مِنْ عِبَادِکُمْ وَامَّا تَشْکُرَانِ یٰکُونُوا
نکاح کر دیا کرے اگر یہ لوگ محتاج ہوں گے	فَقِرَاءٌ یَّغْنِیْہُمْ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ
تو خدا اپنے فضل سے انھیں مالدار بنائے گا	وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ۔
اور خدا بڑی گنجائش رکھنے والا اور واقعہ کار	(پ ۱۸ - نور - ۱۰)
ہے۔	

مسلمانوں کو وہ بے بصیرت و اگر کے قرآن مجید کے اس فرمان کو پڑھ کر عمل کرنا چاہئے اپنی جھوٹی عزت کے خیال کو ترک اور بیجا ضد اور ہٹ دھرمی سے توبہ کر کے عقد بیوگان کی طرف خاص توجہ دینی چاہئے۔ عزت و شرافت یہ نہیں ہے کہ مجبور و بے کس عورت کے جذبات و احساسات کو بے جا غیرت و حیثیت کے ہتھوڑوں سے قید کیا جائے۔ ایسی صورت میں آسودگی نفس کی طبع اگر عورت کو کسی غلط راستہ پر ڈال دے تو اس کی تمام تر ذمہ داری جھوٹی عزت کے لالچی مرد کے سرعائد ہوگی۔ یہ صحیح ہے کہ مرد بھی اپنے ماحول اور سماج کے غیر انسانی قانون و آئین سے مجبور ہے۔ لیکن یہ ماحول اور

سماج مردوں ہی کا ساختہ پرداختہ ہے اس کے بدلنے کی ذمہ داری بھی مرد ہی کے سرعائد ہوتی ہے۔۔۔۔۔ پھر یہ بھی غور کرنا ہو گا کہ ایک طرف سماج کا غیر انسانی قانون اور اس کے مقابلہ میں آدمیت و انسانیت کے تقاضے کے ساتھ اسلام عقد بیوگان کا حکم دے رہا ہے ایسی صورت میں مسلمان کو فیصلہ کرنا ہو گا کہ وہ سماج اور معاشرہ کا ساتھ دے گا یا آدمیت و انسانیت اور اسلام کے محترم فرمان و قانون کا؟

مرسل اعظمؑ نے قرآن مجید کی اس آیت کی تفسیر کو عمل کی زبان عطا کر دی اسلام کے فرمان کو ”قول“ کی منزل سے ہٹا کر ”عمل“ کے میدان تک پہنچا دیا۔۔۔۔۔ شہزادی عرب جناب خدیجہ الکبریٰؓ کے علاوہ اسلام کے پیغمبر نے بارہ عورتوں سے عقد کیا۔ جن میں چند کنیزیں تھیں چند مطلقہ اور بیوی باری۔۔۔۔۔ تین بیوہ تھیں۔ ان کنیزوں، مطلقہ اور بیوہ عورتوں سے شادیاں کر کے حضور مرسل اعظمؑ نے ان کو مومنین کی ماں بنا کر ام المومنین کا قرآنی خطاب بخش دیا۔۔۔۔۔ اب یہ ان ازدواج کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس خطاب کے تقدس کو باقی رکھیں۔

جیسا کہ ہم اس سے قبل کہہ چکے ہیں کہ خاتم النبیینؐ کی شادی تو بس ایک، شہزادی عرب۔۔۔۔۔ خدیجہ طاہرہ۔۔۔۔۔ کے ساتھ ہوئی جو ہر نوع اور ہر جہت کا میاب رہی۔ اس کا میاب شادی کے پچیس برس بعد۔۔۔۔۔ جبکہ مرسل اعظمؑ کی عمر پچاس سال کی تھی۔۔۔۔۔ شہزادی خدیجہؓ نے

انتقال کیا۔ اور اس کے بعد ہادی اکبر کل تیرہ برس اس دنیا میں اور زندہ رہے
 اس تیرہ برس میں یکے بعد دیگرے بارہ شادیاں کیں اور ایسا بھی وقت آیا ہے
 جب بیت الشرف نہت میں بیک وقت نو بیویاں موجود رہیں لیکن وہ سکون
 وہ اطمینان اور وہ مسرت یہ بارہ بیویاں دوسے سکین چوسکون و اطمینان اور
 مسرت مرسل اعظم کو اپنی مرحومہ رفیقہ حیات — خدیجہ طاہرہ —
 سے نصیب ہوئی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم اپنی زندگی کے عزیز ترین اوتار
 میں جناب خدیجہ کا ذکر جمیل کرتے رہتے تھے۔ بارہ ہادی اکبر کی
 زبان پر خدیجہ کا ذکر ہمیں یہ محسوس کرنے پر مجبور کرتا ہے کہ انھوں نے محکم اخلاق
 محاسن عادات، سچی محبت و الفت، اطاعت و فرمانبرداری اور بے پناہ خدمات
 کے جو نقوش اپنے عظیم شوہر کے دل و دماغ پر ابھارے ان نقوش کو زمانہ کے
 سرد گرم اور گردش لیل و نہار نہ مٹا سکے اور بارہ بیویوں کی مجموعی خدمتیں بھی
 ان نقوش کے برابر اپنا کوئی دوسرا نقش نہ ابھار سکیں۔ اسی لئے میں کہتا ہوں
 کہ مرسل اعظم کی شادی بس ایک جہت کی پر سکون و مسرت بخش اور
 مبارک یاد کو آئندہ ساری عمر اپنے سینے سے لگائے رہے۔

میں سے ابھر کر یہ حقیقت نگاہوں کے سامنے آتی ہے کہ خدیجہ طاہرہ
 کے انتقال کے بعد مرسل اعظم نے جو دوسری شادیاں کی ہیں ان کی غرض غایت
 وہ نہ تھی جو کسی شادی کی ہوتی ہے بلکہ وہ صب النی مصلحت اور نبوی بصیرت کے
 تحت کی گئی تھیں۔ — فاضل معاصر نعیم صدیقی صاحب نے اپنی
 عمدہ تالیف ”محسن انسانیت“ میں اس مصلحت و بصیرت کو لفظ سیاست سے

آپ کے قول و فعل کی ہم آہنگی اس بات کی بھی ضمانت ہے کہ اسلامی قوانین و آئین قابل عمل ہیں۔

اگر آئینی مصلحتوں، محتاج کستیوں، لاوارث بیواؤں اور غریب و بیکس و نادار عورتوں کا خیال اور ان کے حقوق کا حضور کو پاس و لحاظ نہ ہوتا تو شہزادی خدیجہؓ کے بعد آپ ہرگز کوئی عقد نہ فرماتے۔ عمر کے آخری پر از مصائب و آلام اور مشغول ترین زندگی میں بارہ شادیاں کر کے آپ نے عورت کے لئے قانون اور شرعی حد بندی کی، مرد و عورت کے رشتوں کے تقدس کا اعلان کیا اور اس نظام عدل و انصاف کو دنیا کے سامنے پیش کیا جس کے بعد قیامت تک کسی دوسرے قانون و نظام کی ضرورت محسوس نہیں کی جاسکتی۔

باپ کی مدخلہ جو اولاد کی سوتیلی ماٹیں تھیں اکثر قوموں اور فرقوں میں ہوتا رہا کہ باپ کے بعد وہ اولاد کی زوجیت میں لائی جاتی تھیں اسلام نے اس منحوس رسم و رواج کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا اس موقع پر تنقید بھی مودعہ ولیم میور بھی فرطِ مسرت سے جھوم گیا چنانچہ ایک مقام پر اسلام کے اس احسان کا یوں اقرار کرتا ہے:-

”محمد صلعم نے عورتوں کو ایک سخت اور ناگوار قباحت سے بچھڑا دیا

وہ یہ بھی کہ بیٹا اپنے باپ کی بیواؤں کا وارث ہوا کرتا تھا۔“

یقیناً اسلام کے اس عظیم احسان کو دنیا کا کوئی ذی عقل و ذی ہوش اور شریعت و غیرت انسان فراموش نہیں کر سکتا۔ یہ اسلام ہی کی طاقۃ

قوت تھی کہ اس نے ماں کے احترام و اکرام اور تقدس کی حفاظت کی۔ اسلام نے نہ صرف ماں کے تقدس کو بچایا اور باقی رکھا بلکہ جذبہ تقدس میں اس نے اور بھی عظمت پیدا کر دی۔ عورت کے وقار کی معراج اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتی ہے کہ وہ عورت جس کو بہنم کا دروازہ کھلا اور سمجھا جاتا رہا ہے اسلام نے اس کے قدموں کے نیچے مردوں کو جنت کا پتہ بتایا ہے۔

ازواجِ نبیؐ کو قرآن مجید نے "ام المؤمنین" قرار دیا ہے جیسا کہ قرآن کا بیان ہے:

النبي، مؤمنين سے خود ان کی جانوں سے	الشي اولیٰ بالمؤمنين من
بھی بڑھ کر ان پر حق رکھتے ہیں ادا ذلج نبیؐ	انفسهم وازواجه امهاتهم۔
ایک مخلص کی مائیں ہیں۔	(پ ۲۱ - ۱۷۱ اب ۱۵۸)

اسلام کی قانونی کتاب۔۔۔ قرآن مجید۔۔۔ نے ازواجِ نبیؐ کو مومن مردوں کی مائیں بنایا ہے وہ مومن عورتوں کی مائیں نہیں ہیں۔ چنانچہ صاحبِ ہجۃ المحافل لکھتے ہیں کہ

اختلاف اس باعث ہے کہ ازواجِ نبیؐ	واختلف هل كن امهات
مومن عورتوں کی بھی مائیں ہیں جیسے کہ وہ مومن	النساء المومنات كالرجال
مردوں کی مائیں ہیں؟ مگر سچی بات تو یہ ہے کہ	والصحيح لا۔ فقد روى الشعبي
وہ مومن عورتوں کی مائیں نہیں ہیں	عن مسروق ان امرأة
چنانچہ مسروق سے شعی روایت بیان کرتی ہیں	فتالت لعائشه يا امه

فَقَالَتْ لَسْتُ لَكَ بِأُمِّ امْنَا | کہ ایک عورت نے حضرت عائشہ کو بچاؤ ۱۳ سے
اُمَامِ سَجَالِكُمْ - | ماں "تم حضرت عائشہ نے اس کو تنبیہ کیا کریں

(مہجہ: لمحال جلد ۲ ص ۲۹۹) | تیری ماں نہیں ہاں تیرے مردوں کی کن نونہا
ازواجِ نبیؐ کو مومن مردوں کی ماں اس لئے بنایا گیا تاکہ طلاق یا وفات نبیؐ کے
بعد کوئی شخص ان سے شادی نہ کر سکے۔ یہ بات وقار رسالت اور عظمت نبوت کے
سراسر منافی تھی کہ زوجہ نبیؐ کو بیعت انشرف نبوت سے نکل کر کسی کلمہ خواں کی
ماتحتی میں رہے۔ آپ کی حیا اس امر کو کبھی برداشت بھی نہیں کر سکتی تھی۔
اس لئے قرآن مجید نے قانون بنا دیا :

وَلَا تَنْكِحُوا اَزْوَاجَهُمْ | تمہارے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ نبیؐ کے
بَعْدُ اَبْدَانِ ذٰلِكَ لَنْ يَكُنْ عِنْدَ اللَّهِ | کے بعد تم ان کی بیویوں سے نکاح نہ کر سکتے
عَظِيْمًا - (پ ۲۲ - احزاب ۴) | یہ خدا کے نزدیک بڑا گناہ ہے۔

امکان تھا کہ قرآن مجید کے اس واضح اعلان اور صریح قانون کے بعد بھی
کوئی ایسا بد بخت پیدا ہوتا جو حکم قرآن کی مخالفت کر بیٹھتا۔ اس لئے ازواجِ
نبیؐ کو ساری امت کے مردوں کی ماںیں بنا دیا گیا تاکہ اس امکان کی بھی
کوئی گنجائش باقی نہ رہ جائے۔ اس موقع میں شیخ عامر عثمانی مدیر رسالہ تبلی
و دیوبند بھی ہمارے ہمنا ہیں۔ وہ فرماتے ہیں :

"اَشْرَفُ النَّاسِ (ازواجِ نبیؐ کو) اُمَّهَاتُ الْمُؤْمِنِيْنَ" |
رسول کا جو درجہ ہے اس کا تقاضہ یہی تھا کہ اس کی بیویاں امت کے
ہر فرد کے لئے اس آخری عظمت و تقدس کا مرجع و ماویٰ ہوں جس سے

اگر کسی عکسے و تقدیس کا تصور مرد اور عورت کی دو مختلف جنسوں میں نہیں کیا جاسکتا شاید نہیں بلکہ بیٹھا ماں ہی وہ آخری عورت ہے جس کی بارگاہ میں مرد کی جبلت جنسی و منشی رخ مجاہد و تپیل کا آخری درجہ اختیار کر لیتی ہے اور پاکیزگی و حرمت کے جذبات میں ہوا وہ ہوس کی کوئی رمز شامل نہیں جو باقی اس طبع و نفسی حقیقت کے تحت اللہ نے ازواج مطہرات کو اہمات المؤمنین کے لقب سے نوازا اور ان کی کرامت و تقدیس پر آخری نمبر لگا دی۔

(درالاجل و پند بہایت ماہ مارچ ۱۹۶۷ء)

قانون بنانے کے بعد جس سوہم خطرہ کا امکان تھا ————— ازواج کو "ام المؤمنین" بنادینے کے بعد اس خطرہ کا بھی کوئی امکان باقی نہیں رہ گیا۔ لیکن مسلمان اپنی ذہنی پستی اور حیوانیت کا وہاں بھی مظاہرہ کرتا ہے جہاں پاکیزگی و حرمت کے جذبات میں ہوا وہ ہوس کی کوئی ہی شامل نہیں ہو پاتی۔ ————— مشہور صحابی طلحہ کی گستاخی ملاحظہ ہو:

ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم سے روایت

ہے کہ جب طلحہ بن عبد اشتر نے (اپنے پیوہ اور بے حیا ارادے کا اظہار کیا اھ) کہا کہ جب رسول اللہ کا انتقال ہو جائے گا تو میں عائشہ کے ساتھ نکاح کر لوں گا

جب آیت اتری "تھا رہے واسطے چاہتے نہیں ہے کہ رسول خدا کو ازواج دو"

عن ابی بکر بن محمد بن عمرو

بن حزم فی قوله "وما کان لکھن ان تؤذوا" رسول اللہ "قال نزلت فی طلحہ بن عبد اللہ لاندہ قال اذا توفي رسول اللہ تزوجت عائشہ۔ و تفسیر مشہور: "عند موت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم"

جلد ۱۱، سورۃ الاحزاب طبع ۱۳۳۷ھ

اسلام نے عورت کو جس سخت اور ناگوار قباحت سے آزادی دلائی اور مرد کو جس منحوس راہ اور بے حیائی سے منع کیا حضرت طلحہؓ اس پر عمل کرنا چاہتے تھے اس سلسلہ میں انھوں نے مرسل اعظمؐ کا پاس دیکھا تو کیا اور نہ آدمیت و انسانیت کا۔ مجھے سخت تعجب اور بے انتہا حیرت تو ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کی متضاد حیا و غیرت پر ہے، کہاں وہ حیا و غیرت کہ امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام سے ساری عمر اس لئے خفا رہیں کہ انھوں نے واقعہ انکاب میں آنحضرتؐ کو یہ رائے کیوں دی کہ

”یا رسول اللہ عورتوں کی کمی نہیں آپ اس کے بجائے دوسری بھری کر سکتے ہیں یوں آپ لونڈی کو بلا کر تحقیق فرمائیں۔“

(سیرت ابن ہشام منقول حسن انسانیت از نعم صدیقی ص ۱۱۳)

اور کہاں یہ حیا و غیرت کہ طلحہؓ ————— جس نے حضرت عائشہؓ کے بارے میں شدید گستاخی اور درپردہ دہنی کر کے مرسل اعظمؐ کو اذیت پہنچائی تھی — کے ساتھ اور اس کے اشتراک و تعاون سے جنگ جمل کے محاذ پر تشریف لے گئیں؟

طلحہؓ نے اگر اس قسم کی گستاخی دنیا کی کسی اور عورت کے لئے کی ہوتی تو وہ ساری زندگی اس کا نام بھی سُننا گوارا نہ کرتی چہ جائیکہ اس کے ساتھ اشتراک و تعاون بہم دے و مواسات اور اتنا طویل راستہ اس کی رفاقت و ہمراہی میں طے کرنا۔ یقیناً یہ عالی ظرفی ام المؤمنین حضرت عائشہؓ ہی کر سکتی تھیں۔۔۔ اس واقعہ کے بعد ہمیں یہ طے کرنا چاہیے کہ اس دنیا میں سب کچھ ہو سکتا ہے۔

————— کہاں وہ غیرت و حمیت اور کہاں یہ زندگی و ہیبت؟

عرب نظرًا با حیت اور غیرت دار ہوتے تھے غیرت و حمیت کی زیادتی و افراط نے عربوں کو اس ظلم و ثقافات پر آمادہ کیا کہ وہ اپنے جگر کے ٹکڑوں کو پیوند خاک کر دیا کریں۔ کیونکہ ان کی زندگی جنگ و پیکار کی زندگی تھی جس میں ان کی عورتیں بھی محاذ جنگ پر ان کے ہمراہ ہوا کرتی تھیں شکست کے بعد فاتح مردوں کو غلام اور عورتوں کو کینز بناتا تھا۔ یہ منزل یقیناً عربی حیت کے منافی تھی نہ صرف یہ بلکہ کسی کو اپنا داماد بنانا بھی عربی غیرت کے مزاج پر سخت با تھا اسی لئے جب کسی عرب کے ہاں بچی پیدا ہوتی تو کبھی سخت غم و غصہ اور برہمی کا اظہار کرتا اور کبھی غم و غصہ سے دیوانہ ہو کر اس کو دفن ہی کر دیتا تھا ————— اس لیے جا غیرت اور غلط حیت کا ذکر قرآن مجید یوں کرتا ہے۔

جب ان میرا سے کسی ایک کو لڑکی پیدا ہوئے
کی خوشخبری دی جائے تو رنج کے مارے اس کا
نہ کالا ہو جاتا ہے اور وہ نہر کا سا گھڑ پئی کر
رہ جاتا ہے جس کی اس کو خوشخبری دی گئی
ہے اس کی وجہ سے اپنی قوم کے لوگوں سے
چھپا چھپا پھرتا ہے (اور سوچتا رہتا ہے کہ)
اس کو ذلت اٹھانے کے تندرہ رہنے دے یا
(زندہ ہی) اس کو زمین میں گاڑ دے دیکھ
تو یہ لوگ کس قدر ناکام لگاتے ہیں !!

و اذا بشر احدہم
بالانثی ظل وجہہ
مسودا و هو کظیم یتوادی
من القوم من سوء ما بشر
به ايمسکہ علی ہون
ام یمیدسہ فی التراب
الاساء ما یحکمون -
(پ ۱۴ - ا نحل ۱۵)

بے شک حد سے بڑھی ہوئی غیرت نے عورتوں کو سنگدل، قسی القلب اور قحطی بنا دیا تھا۔ لیکن بچیوں کے درگزر کرنے کی وجہ صرون ہی نہیں تھی کہ وہ بعد غرضہ دار اور باجمیت تھے بلکہ تنگدستی کے خوف اور مفلسی کے خطرے کی وجہ سے بھی وہ ایسا کرتے تھے اور ان میں بعض ایسے بھی تھے جو لڑکیوں پر کچھ خرچ کرنا مال کی بربادی سمجھتے تھے۔ قرآن مجید ان اشقیاء کو ان کے اس مجنونانہ فعل سے منع اور رذیل کے بارے میں اطمینان بخش وعدہ کرتے ہوئے اس عمل کو سخت ترین گناہ بتاتا ہے۔

ولا تقتلوا اولادکم خشية	مفلسی کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل
املاق یخن نورما قههم و اولاکم	نہ کرو (کیونکہ) ان کو اور تم کو (سب کو) ہم ہی
ان قتلهم کان خطاء کبیرا۔	روزی دیتے ہیں۔ بے شک اولاد کا قتل
(پ ۱۵ - بنی اسرائیل ۴)	کرنا بڑا سخت گناہ ہے۔

مال کا شدیدانی بلکہ تجارتی عرب یہ چاہتا تھا کہ ہمارا مال بچیوں پر خرچ نہ ہو کیونکہ بچیاں ایک نہ ایک دن بہر حال دوسروں کے گھر چلی جائیں گی۔ کٹھور عرب پھول سی بچی کو دفن کر کے مال بچا رہا تھا۔

قرآن مجید کا تبصرہ ملاحظہ ہو :-	حیدر آباد لطیف آباد، پرنٹ نمبر ۸ - ۵۱
قل لو انتم تملکون خزائن رحمة	(اے رسول ان سے) کہو کہ اگر میرے پروردگار
ربی اذالامسکتہ خشية الاتقاق	کی رحمت کے نوازنے بھی تمہارے اختیار میں
وکان الانسان قوترا۔	ہوتے تو بھی تم خرچ ہو جانے کے ڈر سے
(پ ۱۵ - بنی اسرائیل ۱۱)	(میں) بند رکھتے اور آدمی بڑا ہی سنگدل ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ المار اور منول عرب گھرانوں میں بھی دختر کشی کی عیادت
رسم جاری تھی غرض کہ پورا عرب معاشرہ دختر کشی کو پسندیدہ نظروں سے دیکھتا
تھا۔ یہ ظلم کوئی غیرت کے دباؤ سے کر رہا تھا، کوئی مفلسی کے خوف سے اس ظلم پر
عامل تھا اور کوئی جمع مال کی محبت میں اپنے دامن کو مصنوم بچپوں کے ناحق
خون سے رنگین کر رہا تھا۔

اسلام نے حکیمانہ انداز سے عربی غیرت کو اعتدال کی منزل پر پہنچایا۔
ان کے دلوں سے مفلسی کے خوف کو دُور کیا اور عورت کو باوقار اور محترم بنا کر
ان کے مقابلہ میں مال کو حقیر ثابت کیا۔ آخرت کا یقین دے کر حقت و مار کے
وجود کو برحق بنا کر دختر کشی کو ”بہت بڑا گناہ“ بتایا۔ پتلے عرب پر
اور پھر آہستہ آہستہ تعلیمات اسلامی پوری دنیا پر چھا گئے۔

عرب جاہلی دور میں جب بدترین سنگدل اور شقاوت کا مظاہرہ کر رہا تھا
تو کچھ ایسے بھی تھے جو اس جاہلی دور میں بھی خلیلی تہذیب اور ابراہیمی تمدن کا
چراغ روشن کئے تھے اور کچھ ایسے تھے جو اس چراغ سے کسب ضیا کر رہے تھے۔
ہاشمی خاندان کے بزرگ خلیلی و ابراہیمی تہذیب و تمدن کے ورثہ دار تھے اور
خوید میں پشت اور اسی خاندان سے اگر مل جاتے ہیں۔ کمال یہ ہے کہ ابراہیمی
ورثہ داروں کے بعد بھی خوید خاندان نے اپنی خاندانی شرافت و
نجابت اپنی اخلاق صانع کردار اور صحت مند عادات و خصائل کو ہر دور میں
باقی رکھا۔ اس کا اندازہ اس وقت ہوتا ہے جب ہم جناب ابوالحسن علیہ السلام کے

پڑے ہوئے خطبہ نکاح کے جوابی خطبہ کو دیکھتے ہیں جو جناب خدیجہ کی طرف سے پڑھا گیا تھا۔ اور جس کا ثبوت ہمیں پیغمبر اسلام کی زبان فیضِ ترجمان سے ملتا ہے جب وہ خدیجہؓ ظاہرہ کو ”نہیب ترین عورت“ کہتے ہیں۔۔۔۔۔ ان خاندانوں میں عورت کو زبردست حقوق و مراعات حاصل تھے اور اس کا پاس بھانگیا جانا مطلقاً پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عملاً بھی ان امور کی تعلیم دینی جس کو قرآن مجید نے قانون کی شکل دی ہے تاکہ دُنیا پر واضح ہو جائے کہ اسلام صرف بہترین قوانین و آئین کا مجموعہ ہی نہیں وہ عمل کے میدان کا غازی بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس عملی تعلیم کے لئے بھی عرب کی اسی شہزادی ہی کا انتخاب کیا۔ جاہلی دور میں بھی جس کا خاندان عزت و شرافت کا گہوارہ رہا ہے یعنی خدیجہؓ ظاہرہ کی آغوش میں شہزادی نورِ معصومہ عالمِ تشریف لائیں۔ خدیجہؓ ظاہرہ کی سب سے چھوٹی اور آخری اولاد فاطمہ زہراؓ ماں کی آغوشِ محبت کی تب زینت بنیں جب ایک ایک کر کے آپ کے سارے بھائی اس دُنیا سے اُٹھ چکے تھے۔ سیدہ زہراؓ صرف پانچ سال کی ہو پائی تھیں کہ ماں کے سایہِ عاطفت سے محروم ہو گئیں۔ اب مرسلِ اعظمؐ ہی سیدہ زہراؓ کے توجہات کا مرکزہ گئے تھے انھیں کے سایہٴ رحمت میں شہزادی نور کو ماں کی محبتوں کا لطف بھی ملتا تھا، باپ کی شفقتوں کا مزہ بھی۔۔۔۔۔ دُنیا بھر رہی تھی کہ نبی کریمؐ کی گود میں ایک بے ماں کی بچی پرورش پا رہی ہے۔ مگر دینِ آگوازیں دے رہا تھا کہ بانیِ اسلام کی آغوش میں قرآن کے آئینِ تربیت پارہ ہیں اسلام کے قوانین پلٹے ہیں مرسلِ اعظمؐ سیدہ زہراؓ کی پرورش کے ذریعہ آئین و قوانین کو عملی شکل دے رہے تھے

عورت کی عظمت اور حقوق نسواں کے وقار کو سر بن کر رہے تھے —
 — نبی کریم اپنی گود میں پیار و محبت سے اپنی بچی کو اٹھاتے، سینہ پر
 لٹاتے اور پہروں اس کی میٹھی میٹھی باتوں سے لطف اندوز ہوتے رہتے
 تھے — باہر سے گھر میں آتے تو سیدہ کی باتوں سے جی ہلاتے
 — یعنی تولی تبلیغ سے فرصت پاتے تو علمی تبلیغ میں مصروف ہو جاتے
 — اس طرح حضور عرب کے سنگدلوں کو دعوت فکر و نظر دیتے کہ دیکھو
 بچی اس محبت و شفقت کی سزاوار ہے۔ سیدہ زہرا سے باپ کو اس لئے بھی
 پیدا اُنس تھا کہ وہ باپ کی اکلوتی بیٹی تھیں — لیکن بچہ اُنس اور
 بے پناہ محبت کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ سیدہ زہرا کفار مکہ کے طفنوں کا
 جواب تھیں، زخمِ دل پیغمبرِ کامرہم، قرآن کی مصدق اور سورہ گزنی جتنی جانتی
 تفسیر تھیں — پیغمبر اسلام سیدہ زہرا کے آرام و راحت کا اس طرح
 خیال کرتے جسے کائنات میں باپ اپنے اکلوتے بیٹے کے لئے کرتا ہے بلکہ اس کے
 بھی کئی ہزار درجہ بہتر۔ ساری دنیا کو عموماً اور عرب کو خصوصاً اس بات کی
 طرف متوجہ کرتا تھا کہ لڑکیوں کو حقیر و ذلیل نہ سمجھوان کی عظمت بہترین ملوک
 بے پناہ محبت و شفقت اور مروت و احسان کی مستحق ہے۔

مرسلِ اعظم کی خدمت میں شبِ دروڑ ایک سے ایک بڑے آدمی آتے
 رہتے تھے لیکن آج تک آپ کسی کی تنظیم کو کھڑے نہیں ہوئے لیکن جب سیدہ زہرا
 دربارِ نبوت میں تشریف لائیں تو حضورِ تعظیم سیدہ زہرا کے لئے کھڑے ہو جاتے
 ان کو اپنے پہلو میں جگہ دیتے —

گرانی پائے حصص میں اسی تھی کہ دیکھا ہے
بچے تعظیم اُٹھ جاتا تھا وزن مرسل اعظم (کامل مروج)

کیا کسی مرد کی بھی اس طرح ہادی اکبر نے تعظیم کی؟
تبلیغ اسلام اور مرسل اعظم کی پچیس سالہ زندگی کا ایک ایک لمحہ
باصیرت انسان کو ہر ہر قدم پر خدیجہ طاہرہ کی یاد دلائے گا۔ دنوں کے
ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ پیغمبر اسلام کے لئے خدیجہ طاہرہ کا انتخاب قدرت
نے ہی کیا تھا کیونکہ خدیجہ طاہرہ کے بغیر اسلامی اصول تو ہوتے مگر
گوشتے۔ اسلام اپنے آئین مرقب تو کر لیتا لیکن خدیجہ طاہرہ کے تعاون کے
بغیر ان کی تکمیل ناممکن تھی۔ اسلام اپنے قوانین بھی منظم کر لیتا لیکن خدیجہ طاہرہ
کے معاونت کے بغیر ان کی تبلیغ مشکل تھی۔ پیغمبر اسلام تبلیغ کے لئے میدانِ عمل
میں آجی جاتے لیکن ہمدرد و غمگسار اور معین و مددگار کوئی نہ ہوتا۔

خدیجہ طاہرہ نے پیغمبر اسلام کو بے اندازہ دولت دے کر فکرِ معاش سے
آزادی دلوائی۔ اپنی نصرت و حمایت اور کلماتِ تسلی و تسخنی کے ذریعہ حضور کے
عزم و ارادے میں از دیاد تقویت کا باعث ہوئیں۔ مسلسل پچیس سال تک
نبوت و رسالت کی عزیز ترین رفیقہ حیات رہیں۔ حضور کی مسرت و شادمانی
اور دکھ و درد میں برابر کی شریک اور آپ کے گم ہونے و غم میں مددگار و معجزار رہیں۔
اسلام کی بنیادی تعمیر میں حصہ لیا۔ تبلیغ کے لئے سہولتیں پیدا کیں۔
خدیجہ طاہرہ کی محنتوں نے اسلام کو سرسبز و شاداب کیا ان کی دیباختوں نے
اس کو پھولنے پھٹنے کا موقع فراہم کیا۔ اسلام و ایمان خدیجہ طاہرہ کے نبوتِ اکرم

ہیں ان پر خدیجہ طاہرہ کا لطف و احسان ہے ————— شہزادی خدیجہ
وہ خوش قسمت خاتون میں عرب و عجم میں جن کا کوئی نشانی نہیں۔ اشراف نے ان کو
وہ مرتبہ عظیم مرحمت فرمایا جس کی گرد کو پہنچنا بھی ناممکن بلکہ محال ہے۔ اشراف نے
عرب کی شہزادی ————— خدیجہ طاہرہ ————— کی گود کو شہزادی نور —————

سیدہ طاہرہ ————— سے زینت دی۔ جو عظمت اسلام اور وقار نسواں کا
عنوان قرار پائیں۔ خدیجہ طاہرہ کو حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ جیسا داماد ملا
————— جنہوں نے اسلام کے گیسوؤں کو سنوارا، حق کی ڈوبی ہوئی نبضوں کو

اُبھارا ————— شہزادہ صلح ————— حضرت امام حسن علیہ السلام اور —————

شہیدِ اعظم ————— حضرت امام حسین علیہ السلام جیسے نواسے ملے —————

جنہوں نے اسوۂ رسالت اور سیرت نبوت کا تحفظ کیا۔ ————— خدیجہ طاہرہ کو

حق نے زینبؑ و ام کلثومؑ سی نواسیاں مرحمت فرمائیں ————— جنہوں نے

اپنے جذبہٴ ایثار و وفا اور صبر و ضبط سے عرب کی شہزادی کی یاد تازہ کر دی

————— سیدہ خدیجہؑ نے اسلام کو گیارہ معصوم رہبر دیئے۔ قرآن کو

محافظ دیئے، کعبہ کو نگراں دیئے، منبرِ نبویؐ کو خطیب دیئے، جنت کو سردار دیئے۔

اور آج بھی اسلام کی سرسبزی و شادابی خدیجہؑ ہی کے لال کے دم سے قائم ہے۔

سیرِ فرست صداقت ترا نام آج بھی ہے

تیرا فرزند زمانے کا امام آج بھی ہے (پیامِ اعظم)

خدیجہ طاہرہؑ کو اسلام سے وہی ربط اور تعلق ہے جو روح کو بدن سے معانی کو

الفاظ سے اور آب کو موتی سے ہوتا ہے۔ سیدہ خدیجہؑ کو الگ کر کے اسلام

جسد بے روح، لغو الفاظ کا لاطائل مجموعہ اور بے آبرو ہو جائے گا۔ لاریب
اسلام خدیجہ طاہرہ کے گھر کے عمل اور قرآن اسی شہزادی کے گھر کی زبان کا
نام ہے جس کے تذکرے کے بغیر اسلام کی تاریخ ہمیشہ ناقص، نامکمل
بلکہ ہبل رہے گی۔ جناب ابوطالب علیہ السلام کی شان میں کلمے ہوئے
ایک پورے بند کو میں سیدہ خدیجہ کے لئے ابھی بہت موزوں پارہا ہوں۔
حشر تک زندہ و پائندہ رہے گا تیرا نام تیرے اسلاف پیہر تھے تو اخلاف امام
تیری قرانی کے ہر نقش کو حاصل ہے و دام جس کا آغاز براہیم تو مشیر انجام

وہ تھے حوزان سفر اور یہ تیری منزل ہے

تیرے ماضی سے بھی روشن تر مستقبل ہے

(پیامِ عظمیٰ)

شہزادی عرب — ایک مثالی خاتون

عالم کی تاریخ میں ان عورتوں کی اچھی خاصی تعداد ہے جو اپنے عظیم کارناموں سے زندہ جاوید ہوئیں اور اپنے قومی و ملکی خدمات کی وجہ سے وہ اس بات کی مستحق بھی تھیں کہ ان کے ذکر سے تاریخ کے صفحات کو زینت دی جائے۔ لیکن بے حد عظیم ہے وہ عورت جو اپنے کردار سے روحانیت کو سر بلند کرے۔ اپنی گود کے پروردہ بچوں کو اعلیٰ اخلاق سے سنوار کر ایسی نسل تیار کرے جس پر آدمیت کو فخر اور انسانیت کو ناز ہو اور دین و مذہب کی ایسی علمی اور عملی خدمت کرے جس کے اثرات تادیر اس دُنیا میں باقی رہیں۔

مذہب کی تاریخ میں ایسی عورتوں کی بھی خاصی تعداد موجود ہے۔

جناب ام جودہ والدہ جناب اسمعیلؑ ذبیحہ — جناب آمنہ خاتون والدہ مظہر جناب مرسل اعظمؑ — جناب فاطمہ بنت اسد والدہ مکرمہ جناب امیر المومنینؑ — ام المومنین جناب ام سلمہؓ اور ان کے علاوہ بھی اسلام کے دامن میں ایسی خواتین کے تذکرے موجود ہیں جن پر آدمیت و انسانیت ہی کو نہیں خود دین و مذہب کو بھی ناز ہے۔

لیکن پوری دُنیا میں ایسی عورتیں صرف چار ہی گذری ہیں جو اپنے بہترین عادات و خصائل اعلیٰ خدمات اور عظیم قربانیوں کی وجہ سے مرسل اعظمؐ کے انتخاب پر پوری اُتریں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے	قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
ارشاد فرمایا کہ عالم کی تمام عورتوں میں	و مسلمہ خیر نساء العالمین اربع
(سب سے) بہتر چار عورتیں ہیں (۱) ام المومنین	مریم بنت عمران وابنة مزامحہ
بنت عمران (۲) آسیہ بنت مزاحم	امراؤ فرعون و خدیجہ بنت خویلد
زن فرعون (۳) خدیجہ بنت خویلد اور	و فاضلہ بنت محمد ۔
(۴) فاطمہ بنت محمد ۔	(استیعاب بر حاشیہ اصابع جلد ۳ ص ۳۸۸)

طبع اول مصر ۱۳۲۷ھ

اس حدیث کو دُنیا کے سارے دیانتدار علماء اسلام اور محققین مذہب نے تسلیم کیا اور اپنی اپنی کتابوں میں اسے نقل کیا ہے۔ صاحب استیعاب نے اس حدیث کو استیعاب کے اندر آٹھ طریقوں سے نقل کیا ہے۔ اگر کسی حدیث کے مضمون پر اعتراض ہو تو اس کو آج نہیں محشر میں پیش گاہ نبوت سے جواب ملنے کی توقع رکھنی چاہیئے۔

ان منتخب عورتوں میں شہزادی عرب خدیجہ طاہرہ کے نام کے ساتھ ان کی گود میں پلنے والی شہزادی نور فاطمہ زہرا کا بھی نام موجود ہے۔ پوری نسل انسانی میں جن چار عورتوں کا انتخاب کیا گیا ہے ان میں دو ایک ہی گھر کی ہیں، ماں بیٹی ہیں۔ اس لحاظ سے خدیجہ طاہرہ کا نام اس انتخاب میں بھی بحد روشن نظر آتا ہے۔ اگر شہزادی خدیجہ اس بات پر فخر کریں تو ان کو حق حاصل ہے اس کا جواب نہ جناب مریم کے پاس ہے اور نہ جناب آسیہ کے پاس۔ خدیجہ طاہرہ کے اس شرف کا جواب جب

خود منتخب خواتین کے پاس نہیں ہے تو اب طبقہ اثاث میں کون سے جہ فضل شرف میں خدیجۃ الکبریٰ کی ہمسری کا دعویٰ کر سکے۔ اس کی توقع ازدواج رسولؐ ہی سے کی جاسکتی تھی لیکن نبی کریمؐ نے اس کی کوئی گنجائش ہی نہیں چھوڑی کیونکہ منتخب عورتوں میں خدیجۃ الکبریٰ کے علاوہ کسی دوسری بیوی کا نام ہی نہیں لیا۔ بزم ازدواج میں کوئی دوسری بیوی بھی مثل خدیجۃ ہوتی تو آنحضرتؐ ضرور اس کا نام لیتے۔ فیصلہ آسان ہے کہ دوسری کوئی بیوی ایسی تھی ہی نہیں۔

جناب خدیجۃ اس لئے مثالی خاتون ہیں کہ آپ کے اندر وہ تمام محاسن اخلاق موجود تھے جو کسی عظیم و کامل انسان کے لئے ضروری ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ جناب خدیجۃ اس لئے بھی مثالی خاتون ہیں کہ ان کی شخصیت میں ایک ایسی عورت کا پتہ ملتا ہے جس میں عورتوں کے ان خصوصیات کا۔ جن کی وجہ سے وہ اکثر ذلیل و رسوا ہوتی رہتی ہیں۔ قطعی کوئی اثر بلکہ شائبہ تک نہیں ملتا۔

یقیناً اس کے ذکر کے بغیر جناب خدیجۃ کی تاریخ کا حق ادا نہیں ہوگا۔ کسی بڑے آدمی کی بیوی بننے سے کوئی عورت محترم نہیں ہوتی۔ احترام کا جذبہ لوگوں کے دلوں میں تب ہی پیدا ہوتا ہے جب اس کے بلند کردار سے لوگ متاثر ہوں۔ جناب خدیجۃ کے وقار، بزرگی اور احترام کا راز یہ نہیں ہے کہ آپؐ دنیا کے سب سے عظیم شوہر کی بیوی تھیں۔ یہ شرف تو تمام ازدواج کو نصیب ہوا لیکن کسی کو یہ وقار و احترام نصیب نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ خدیجۃ الکبریٰ کا وقار ان کا ذاتی تھا، ان کی عظمت کا راز ان کی بندی کر دار اور عالی حوصلگی میں پوشیدہ تھا۔ جناب خدیجۃ کی ذات ستودہ صفات ان تمام معائب سے پاک و صاف تھی جو عموماً تمام عورتوں میں کم و بیش پائے جاتے ہیں اور جن ————— معائب ————— کو لوگ نسوانی صفات کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ شہزادی خدیجۃ کی زندگی کا یہ بہت روشن پہلو ہے جو آپ کی رفعت شان اور عظمت کا حامل ہے۔

بے جا غیرت و حیست۔ جذبہ منافست اور رشک و حسد کا مادہ جو عورتوں میں پایا جاتا ہے ان کا شہزادی خدیجۃ کی سیرت میں دُور دُور پتہ نہیں ملتا پچیس سال کے عرصہ میں محبوب شوہر سے ایک بھی جاو بے جا فرمائش نہیں بنی۔ دولت کا حصول ایک مدد تک آسان ہے لیکن دولت کو بر محل خرچ کرنا اتنا سے زیادہ دشوار ہے۔ جناب خدیجۃ نے پردہ کی پابندی ————— جس کا اس وقت میں رواج تھا ————— کرتے ہوئے اتنی دولت حاصل کی کہ ”ملیکۃ العرب“ کہلائیں اور خرچ اس طرح کیا کہ زبان وحی کو قصیدہ پڑھنا پڑا۔ بناؤ سنگھار کے بے جا شوق میں کسی فضول خرچی اور اسراف کی ترکیب نہیں ہوئیں کسی عورت پر آواز نہ بنیں کسی کسی کی بھینسی نہیں اڑائی، کسی کا مذاق اڑایا اور نہ کسی کے ساتھ استہزاء کے ساتھ پیش آئیں ————— خدیجہ طاہرہ کی یہ نمایاں خوبیاں آپ کی زندگی میں تب بھی تھیں جب آپ ”ملیکۃ العرب“ تھیں اور یہ خوبیاں تب بھی تھیں جب آپ ”ام المؤمنین“ کہلائیں۔ جناب خدیجۃ کی پُر وقار شخصیت پر نہ دولت کا کوئی اثر ہوا اور نہ حکومت و اقتدار کا یہی وہ ہر حال میں

کیساں رہیں ان کی زندگی میں کوئی توجہ نہیں پیدا ہوا، انہوں نے کبھی کسی کو ذلیل نہیں سمجھا، کسی کو حقارت سے نہیں ٹھکرایا۔ ان خصوصیات کی مالک جناب خدیجہ تب بھی تھیں جب "شہزادیت کے تخت" پر ٹنگن رہیں اور یہ خصوصیات آپ کی زندگی میں تب بھی نمایاں رہے جب آپ "ام المومنین" کا خطاب پاکر زوجیت نبوت کی مقدس مسند پر فائز ہوئیں۔ شہزادی خدیجہ نے شروع ہی سے اپنے کو ایک مثالی خاتون بنانے کی کوشش کی تھی جس میں وہ کامیاب ہوئیں انہوں نے اپنے کو بالکل ویسا ہی بنایا تھا جیسا ایک ام المومنین اور زوجہ رسول کو ہونا چاہئے۔

اوپر ہم نے جن عیوب کی فہرست پیش کی ہے ان میں ناز و ادا اور بات بات پر موقع بے موقع شہر سے روٹھ جانا اور بے جا مانگ کا بھی اضافہ فرمائیں ممکن ہے کہ کچھ لوگ ان عیوب کو کسی اور نظر سے دیکھنے کی وجہ سے محاسن سمجھ کر ان کو عورتوں کے خصوصیات میں شامل کرنے پر زور دیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ سب بھی انسانی کردار کی "بیاریاں" ہیں۔

بزم ازدواج میں بھی ان جراثیم کا پتہ ملتا ہے اور بعض ازدواج کا نام تو اس سلسلہ میں بہت مشہور ہے۔ ازدواج ایک دوسرے سے جلتی تھیں، آواز بے کسمی اور مذاق اڑاتی تھیں۔ ایک دوسرے کا پتہ لگانے کی مختلف تدبیریں کرتیں، حضور کو بدظن کرنے اور ٹھہرانے کے لئے ایک دوسرے کے خلاف مختلف جائز و ناجائز حیلے کرتیں۔ اپنی باری میں یہ گوارا دہکتیں کہ

کسی اور بیوی کے ہاں سے حضورؐ کے کھانے کے لئے کوئی چیز آئے اور اگر کبھی ایسا ہوا تو وہ پیالہ بھی توڑ دیا گیا جس میں وہ چیز آئی تھی۔ ان میں توڑ میں نہیں سے بڑھ کر بات ہاتھ پائی تکب بھی پہنچ جاتی تھی۔ کوئی کسی پر اعتماد نہیں کرتا اور بے اعتمادی کی یہ حد ہو گئی کہ بعض ازدواج کو خود حضورؐ پر بھی اعتماد نہیں رہ گیا تھا۔ چپکے چپکے جاسوسی کی جاتی اور رات کو حضورؐ کا تعاقب کیا جاتا۔ ان ازدواج میں بھی دو باقاعدہ پارٹیاں قائم ہو گئی تھیں۔ ایک کی لیڈر حضرت عائشہؓ تھیں اور دوسری کی ترجمان اُمّ سلمہؓ۔

وہ پارٹی جس کی لیڈر عائشہؓ تھیں اس نے رسول اللہؐ سے یہ مطالبہ کیا کہ ان کے نان و نفقہ میں اضافہ کیا جائے کیونکہ اس سلسلہ میں انھیں جو کچھ دیا جاتا ہے وہ ان کے ضروریات زندگی کے لئے ناکافی ہے کہہتے آہستہ آہستہ اس مطالبہ نے اتنی شدت اختیار کی کہ اس کی شکل ”ہڑتال“ ”مرن برت“ یا ”گھربند“ کی ہو گئی تھی نتیجہ یہ ہوا کہ صاحبِ خلقِ عظیم نے ایک ماہ کے لئے ان بیویوں سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ اس قسم کی باتیں تو عام عورتوں کے لئے بھی نامناسب اور قابلِ مذمت ہیں پھر وہ عورتیں قرآنؐ نے جنھیں ام المؤمنین کے مائے ناز خطاب سے سرفراز کیا ہے انھیں اس قسم کی باتیں کب زیب دے سکتی ہیں۔ ازدواجِ ہول کے ان تکلیف دہ افعال پر قرآنؐ نے سخت برہمی اور ناراضگی کا اظہار کیا ہے۔

یا یھٰا البینس قل لائن واجلک	اے رسول اپنی بیویوں سے کہہ دو کہ
ان کشتن تزدن الحیوة الدنیا	اگر تم فقط دنیاوی زندگی لو اس کی آسائش
ومن ینتھا فتعالین امتعکن و	و ذریت کی خواہاں ہو تو ادھر آؤ میں تمہارے لوگوں کو

اسو حکن سر احاجمیلہ -
 پ ۲۱ - احزاب ۱۹
 کچھ ساز دسامان دیدوں اور شائستہ عزان
 سے رخصت کردوں -

لہجہ میں مزید غیظ و غضب پیدا کرتے ہوئے قرآن مجید ازواج رسول سے
 خطاب کرتا ہے -

یا نساء النبی من ینات منکن
 بفاحشة مبینة یضاعف لہا
 العذاب ضعفین -
 پ ۲۱ - احزاب ۱۹

قرآن مجید کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ بعض ازواج رسول، قبولت کے
 شرع قربت سے قطعی فیضیاب نہیں ہو سکیں ان میں بہستور جاہلی عادات و اطوار
 موجود تھے۔ قرآن نے ان کے ان حرکات و سکنات کی سخت ممانعت اور ممانعت
 کرتے ہوئے شدت سے مذمت کی ہے،

یا نساء النبی لستن کاحد
 من النساء ان اتقین فلا
 تخضعن بالقول فیطمع الذی
 فی قلبہ مرض و قلن قولا
 معروضا و حرن فی بیوتکن
 ولا تبرجن تبرج الجاہلیة
 الاولی -
 پ ۲۱ - احزاب

اے نبی کی بیویو! تم سبوی حورتوں کی ہی
 تو ہر نہیں (پس) اگر تم کو پرہیزگاری منظور
 ہے تو (جسبی آدمی سے) بات کرنے میں
 نرم نرم (گل لپٹی) بات نہ کرو تاکہ جس کے
 دل میں (شہوت...) ہو (مرض) ہے وہ
 (کچھ اور) آرزو (نہ) کرے اور (صاف محال)
 شائستہ عزان سے باہر نہ کیا کہ وہ اپنے گھروں میں

(پ ۲۱ - احزاب ۱) نچلی میٹھی رہو اور اگلے زمانہ جاہلیت کی طرح اپنا بناؤ سنگار نہ دکھائی پھرو۔

قرآن کا یہ بے لاگ بیان اس امر کا یقین دلاتا ہے کہ اس قسم کی بیویاں ہرگز نبوت کے تعلیمات سے بہرہ یاب نہیں ہوئی تھیں۔ نبوت سے اکتسابِ نور کے بجائے وہ بھرپور جاہلی دور کی شیدائی اور اسلامی نظام سے متفرق تھیں۔ بعض بیویاں جیسے جناب ام سلمہؓ اور باخصوص جناب سودہؓ نے وفاتِ مرسلِ اعظم کے بعد نبوت کے بیتِ الشرف سے قدم باہر نہیں نکالا بلکہ مرنے کے بعد ان کی لادھیں ہی حجرہ سے باہر نکلیں۔ لیکن افسوس اور حیرت کا مقام ہے کہ بعض بیویوں نے قرآن مجید کے اس واضح حکم اور مرسلِ اعظم کی مخالفت کی۔

حضرت عائشہؓ اور ان کی ساتھی بیویوں نے دوسری ازدواج کے تقدس کو بھی نقصان پہنچایا ہے اس لئے کہ عام طور سے ان آیات کے پڑھ کر یہی تاثر پیدا ہوتا ہے کہ سادی بیویاں ایسی ہی ہوں گی حالانکہ حقیقت اس کے خلاف ہے اور غالباً مزاج و کردار کے اسی تضاد کی بنا پر ازدواج میں دو پارٹیاں قائم ہو گئی تھیں۔

جس پارٹی کی لیڈری حضرت عائشہؓ فرماتی تھیں یہ ”محیر العقول“ کا وٹا ہے اسی پارٹی کے ہیں۔ ان میں بھی حکومت کی بیٹیوں۔ حضرت عائشہؓ و حفصہؓ کے نام سرفہرست نظر آتے ہیں۔ ان ”محترم خواتین“ کی جسامت اتنی بڑھ گئی تھی کہ وہ موقع موقع مختلف طریقوں سے آنحضرتؐ کو تکلیف دیا کرتی تھیں۔ اس سلسلہ میں قرآن کا ایک بیان اور ملاحظہ ہو،

واذا سئل النبی انی بعض | اور جب پیغمبر نے اپنی بعض بیوی (حفصہ)

سے پیچھے سے کوئی بات کہی مگر جب اس نے
(باوجود منافقت) اس بات کی (عائشہ کو) خبر
دیدی اور خدا نے اس امر کو رسول پر ظاہر کر دیا تو
رسول نے (عائشہ کو) بعض بات (قصہ ماریہ)
بتادی اور بعض بات (واقعہ شہدائے مدینہ وغیرہ)
رسول نے اس واقعہ (حضور کے انتقال) راز کی
اس (عائشہ) کو خبر دی تو (حیرت سے) بول اٹھی
اُپ کو اس بات (انتقال) راز کی کس نے خبر دی
رسول نے کہا مجھے بڑے واقعہ کا رو خبردار خدا
نے بتا دیا۔

ازواجہ حدیثاً فلما
نباہا به وأظہرہ اللہ
علیہ عرف بعضہ و
اعرض عن بعض فلما
نباہا به قالت من
انباک هذا قال
نباہی العلیہ الخیر۔
(پ ۲۸ - تحریم ۱۹)

دنیا کی معمولی عورتیں بھی اپنے شوہروں کی وفادار ہوتی ہیں ان کے ہر
اچھے بُرے راز کو پوشیدہ رکھتی ہیں۔ لیکن حضرت عائشہ و حضرت
جنہیں نبوت کی زوجیت کا شرف حاصل تھا۔۔۔۔۔ نے عام
انسانی قدروں کی بھی پروا نہیں کی اور ایک نے دوسرے سے منافقت کے باوجود
حضور کے راز کا تذکرہ کر دیا۔۔۔۔۔ یہ دونوں بیویاں یہ سمجھتی تھیں کہ ہم دونوں
کے علاوہ کوئی تیسرا تو ہے نہیں جو اس کی اطلاع حضور کو دے لیکن انھیں غالباً
یہ معلوم نہیں تھا کہ خدا بہر حال اپنے نبی کا محاط و پشت پناہ ہے۔
انتقالِ راز کے اس واقعہ نے جہاں حضرت عائشہ و حضرت جنہ کی قدردانیت
اور ان کے ایمان و جذبہ اطاعت پر تیز روشنی ڈالی ہے وہیں سب سے بڑا فائدہ

اس واقعہ سے یہ بھی بخرا کہ مرسل اعظمؐ کی بے عیب زندگی کا دنیا کو کامل یقین ہو گیا کیونکہ حضورؐ کے پاس ایسی ہویاں تھیں کہ اگر خدا نخواستہ حضورؐ کی زندگی میں کوئی عیب اور خرابی ہوتی تو یہ عورتیں ضرور اس کو الم نشرح کر دیتیں۔
حضرت عائشہؓ و حفصہؓ کی اس غلط روش پر قرآن مجید کی شدید برہمی دیدنی ہے :

<p>(اے عائشہ و حفصہ) اگر تم دونوں (اس حرکت سے) توبہ کرو تو (خیر کیوں کہ) تم دونوں کے دل ڈیڑھے ہیں اور اگر تم دونوں رسولؐ کی مخالفت میں ایک دوسرے کی اعانت کرتی رہو گی تو (کچھ پروا نہیں کیونکہ) خدا اور جبریل اور تمام ایمانداروں میں نیک شخص ان کے مددگار ہیں۔ اور اس کے بعد کل فرشتے بھی ان کے مددگار رہیں۔</p>	<p>ان تتوبوا الى الله فقد صفت قلوبكما وان تظاھرا عليه فان الله هو مولاہ وجبرئیل و صالح المومنین والملائكة بعد ذلك ظھیر۔</p> <p>(ب ۲۸ - ترمذ ۱۹)</p>
---	---

مورفین اسلام ان بیماریوں کو نہ انی خصوصیات کہتے ہیں جن سے انسانی قلوب ڈیڑھے ہو جاتے ہیں۔ صفت قلوبیکما (تم دونوں کے دل ڈیڑھے ہیں) کی قرآنی یقین دہانی اور قرآن و نبیؐ کے فرمان و ارشاد سے مسلسل حضرت عائشہؓ کی روگردانی کے باوجود ان کو محبوبہ رسولؐ کہنا انسانی عقل و شعور اور فکر و نظر کو انکار ہے۔

قرآن کے ان سلسل بیانات سے ان بیویوں کی محبت بھی مشکوک ہو گئی ہے خصوصاً آخری بیان نے — جس میں اشد، جبریل، مومن صالح اور

ملا کہ کی امداد کا بھرپور یقین دلایا گیا ہے تاکہ حضورؐ کی ایذا رسانی کے خیال اور اپنے خطناک عزائم سے یہ لوگ باز آجائیں۔۔۔۔۔ ان بیروں کے کردار کو بچد شک و شبہ میں مبتلا کر دیا ہے۔ اگر یہ بیان کسی مورخ کا ہوتا تو ہم جھٹلا دیتے یہ بات حدیث کی کتابوں میں ملتی تو عادی و متواتر صحیح، ضعیف اور رواۃ میں معتبر و غیر معتبر کی بحث کر کے اسے بھی لغو ٹھہرا دیتے۔۔۔۔۔ لیکن قرآن مجید کے ان مسلسل بیانات میں بھلا کون سی تاویل ممکن ہے۔۔۔۔۔ فاضل معاصر صوفی صاحب کے اس بیان پر اب کون یقین کرے گا :-

”حضورؐ کے اکثر و بیشتر نکاح جنسی و اہلیہ کے زیر اثر نہیں بلکہ تحریک اور ملک و قوم کی فلاح و بہبود کے پیش نظر عمل میں آئے ان کی نوعیت سیاسی ہے حضورؐ کا اپنا ارشاد موجود ہے کہ ”مالی فی النساء من حاجة“ یعنی میرے اندر عورتوں کے لئے کوئی جنسی طلب موجود نہیں ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ صحیح معنوں میں شادیاں حضورؐ نے دو ہی کی ہیں ایک حضرت خدیجہ سے دوسری حضرت عائشہ سے بقیہ نکاحوں کے لئے بعض اہم اجتماعی مصالح داعی ہوتے رہے اور ان مصالح کی خاطر حضورؐ نے اپنی مصروف ترین زندگی اور انتہائی خیراد معاشرت پر بھاری بوجھ لا کر انسانیت کے لئے قربانی دی۔

(حسن انسانیت ص ۶۲)

حضرت عائشہ سے شادی کرنے کے وجہ و اسباب قرآن مجید کی آیتوں کی تفسیر مدنی میں ”بعض اہم اجتماعی مصالح“ کے علاوہ کچھ بھی تو نہیں حضرت عائشہ میں وہ کون سی خوبی تھی جس کی بنا پر ان کو دوسری بیویوں سے الگ کر کے ان کو

شہزادی عرب خدیجہ کی فہرست میں شامل کیا گیا جن کے کردار پر قرآن کو اعتراض ہے جن کے عادات و اطوار جاہلی ہوں، جن کے اخلاق ناپسندیدہ ہوں جو رسول کے خلاف منصوبہ بنائیں، سازشوں میں شرکت کریں، حضور کے راز کی حفاظت نہ کر سکیں، دوسروں کا مذاق اڑائیں، بھینتی کھیں، جن کی محبت رسول پر قرآن کو شک اور عداوت رسول کا جھنڈہ ہے۔ جو دوسری ازواج کو ساتھ میں لے کر حضور سے ناجائز مطالبہ اور مانگ کر کے ان کو اذیت پہنچائیں۔ ان سے شادی کرنے کا فائدہ؟ حضور کو ان سے نہ سکون ملا اور نہ محبت، برخلاف اس کے حضور جتنی دیر ساتھ رہے زندگی اخیر بنی رہی ہاں ہم تسلیم کر سکتے ہیں کہ دوسری بیویوں کی طرح مرسل اعظم نے بعض اہم اجتماعی دینی مصالح کی خاطر اپنی مصروف ترین زندگی اور انتہائی تیز رفتاری معاشرت پر حضرت عائشہ کا بھاری بوجھ لا کر انسانیت کے لئے قربانی دی، یہی حقیقت ہے اگر حضرت عائشہ کے کردار و اخلاق اور ان کی شخصیت کو دیکھ کر قرآن کے بیان کی روشنی میں فیصلہ کیا جائے تو اس کے علاوہ دوسرا کوئی فیصلہ کیا ہی نہیں جاسکتا ہاں جب حضرت عائشہ کو غنی و فاطمہ کا مخالفت اور مدنیہ حکومت کی بیٹی سمجھ کر ————— دیکھا جائے گا تو ان کی پوری شخصیت جاذب نظر بن جائیگی ان کے عیوب و نقائص، محاسن و کمال اور ان کے جاہلی حرکات و سکنات عہد و عادات و فضائل نظر آئیں گے۔

شہزادی عزیب حضرت خدیجہ طاہرہ سلام اللہ علیہا کی ذات باریکات اور عظمیٰ شخصیت میں ان معائب و نقائص کا زہب پتہ ملتا جب آپ بعض شہزادی تھیں اللہ

تب ان کا کوئی نشان ملتا جب آپ ام المؤمنین بنیں۔ مجھے فخر ہے کہ شادی سے قبل بھی شہزادی خدیجہؓ کی زندگی میااری تھی وہ اس زمانہ میں بھی ایک مثالی خاتون تھیں ان کا اخلاق تب بھی بہت بلند تھا ان کے قریب سے جاہلی دور کو گزرنے کی جرأت نہ ہو سکی وہ غریبا پرور ہمیشہ رہیں تب بھی ان کے دل میں بیواؤں، یتیموں کا درد موجود تھا۔ صلہ رحمی کی وہ ہمیشہ سے خوگر رہی ہیں اسد انسانیت کے اعلیٰ قدروں کی علمبردار بنی رہیں۔ ان کی چوکھٹ پر فقیروں کو کھانا ملتا، مسافروں کو سواری ملتی اور حاجتمندوں کی مرادیں پوری ہوتیں۔ شہزادی عرب کے کمالات و خصوصیات اور عمدہ عادات و اخلاق اتنے مشہور و معروف اور زباں زد خلافت ہوئے کہ پورا عرب یک زبان ہو کر جناب خدیجہؓ کو ”طاہرہ“ اور ”سیدہ قریش“ کے نام سے پکارنے لگا تھا۔

ذیر کئے ہیں کہ دور جاہلیت میں بھی خدیجہ الکبریٰ ”طاہرہ“ کے منزلت سے پکاری جاتی تھیں۔

قال زبیر کانت تدعى فی الجاہلیۃ الطاہرۃ -

(استیعاب بر حاشیہ اصحاب جلد ۲۴۹)

علامہ حلبی کہتے ہیں کہ

شہزادی خدیجہؓ جاہلیت کے قدیم نام طاہرہ کے لقب سے پکاری جاتی تھیں اور عوام و خواص انہیں ”سیدہ قریش“ کہا کرتے تھے۔

کانت تدعى فی الجاہلیۃ بالطاہرۃ و کان یقال لها سیدۃ قریش -

(صیرت حلبیہ جلد ۱ و خاتون جنت ص ۱۳۱)

دل کو سکون ہوتا ہے جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ خدیجہؓ طاہرہؓ کے عظیم شوہر کو

جس طرح کفار کو نے آئین و صداق کا لقب دیا تھا اسی طرح صنادید قریش اور عربی عوام نے حمد جاہلیت میں بھی شہزادی عرب کو ”طاہرہ“ اور ”سیدہ قریش“ کا لقب دیا۔ بظاہر تو یہ دو لقب دکھائی دیتے ہیں لیکن اگر غور کیا جائے تو یہ دونوں لقب شہزادی کی پوری شخصیت کے آئینہ دار ہیں یعنی شہزادی عرب حسب نسب کے اعتبار سے بھی طاہرہ ہے جس پر نبوت کا نفقہ ”نجیب ترین“ سب سے بڑی دلیل ہے اور عادات و اخلاق کے لحاظ سے بھی شہزادی طاہرہ ہے جس پر خود طاہرہ کی زندگی گواہ ہے۔

خدیحہ الکبریٰ کی فکر و نظر طاہر عقل و شعور، طاہر تہذیب و تمدن، طاہر خیالات و تصورات طاہرہ۔ خدیجہ ابتدا سے انتہا تک طاہرہ۔۔۔۔۔ اور شہزادی عرب ہر اعتبار سے سیدہ قریش تھیں۔ ظاہر کا لقب پالنے والے پیغمبر کے لئے یقیناً ایسی ہی رفیقہ حیات شایان شان تھی جو خود ہر اعتبار سے طاہرہ ہو۔ مزاج کی یک رنگی، خیالات کی یکجہتی، فکر و نظر اور قول و فعل کی ہم آہنگی کا ہی یہ نتیجہ تھا کہ پورے پچیس سال میں ایک دن بلکہ ایک لمحہ بھی ایسا نہیں آیا جس سے مرسلِ اعظم کو شکایت یا خدیجہ کو شکوہ ہوتا۔ جبکہ یہ دور انتہائی مشکلات و شدائد مصائب و آلام اور ذہنی انتشار کا دور تھا لیکن حضور مرسلِ اعظم اور شہزادی خدیجہ کے درمیان پچیس سال کی مدت میں ایک لمحہ بھی ایسا نہیں آیا جس میں آپس میں معمولی سی شکر رنجی ہی پیدا ہو جاتی۔ اگر شہزادی نے مرسلِ اعظم کو اپنی اطاعت و فرمانبرداری سے کبھی ناراض نہیں کیا شکوہ شکایت کا موقع نہیں دیا تو خود ہی کبھی اپنے شوہر سے ناراض ہو جاتیں ناز و ادا کے لئے ہی روٹھ جاتیں۔ مگر ہزار ہا

اور دوسلام ہو خنزادی خدیجہ پر جنھوں نے کبھی ایسا بھی نہیں کیا۔
 رنج و غم، تعجب و یحسان اور فقر و افلاس میں زندگی بسر کرنے والی لڑکیاں
 بھی شوہروں کے گھر جا کر قیامت ڈھاتی اور اپنی جاہ بیجا فرمائشوں کے ذریعہ
 پہلے تو خاندان کی عزت بخر دیں رکھوائی اور پھر اٹھیں فرمائشوں کی قبر میں شوہر کا
 دفن کر دیتی ہیں۔ افسوس کی بات تو یہ ہے کہ خود ازدواج نہیں بھی اس مرض سے
 اپنے کو محفوظ نہ رکھ سکیں اور نان و نفقہ کے لئے ملنے والے گزارہ میں اضافہ کے لئے
 مرسل اعظم پر چڑھائی کر دی۔ لیکن ”ملکہ العجازہ“ خنزادی عرب،
 جاہ و حشمت کی مالک روزانہ ہزاروں روپے خیرات کر دینے والی خدیجہ طاہرہ
 جب نبیؐ کے ہاں آئیں تو نہ کوئی فرمائش کی اور نہ کوئی تمنا۔ پچیس سال کے
 طوفانی عرصہ میں وہ زمانہ بھی آیا جب فاقے کئے اور وہ زمانہ بھی آیا جب فاقہ سے
 ٹدھال ہونے لگیں تو درخت کی پتیاں کھا کر جان بچائی لیکن لب شکوہ و شکایت
 سے نا آشنا ہی رہے۔

بے شک بناؤ سنگھار اور عمدہ کپڑوں کے پہننے کا ہر عورت کو حق ہے لہذا
 ازدواج نبیؐ خصوصاً حضرت عائشہؓ کو مورد طعن نہیں بنایا جاسکتا لیکن بنیادی
 سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک شریف و غیرت مند عورت بناؤ سنگھار کیسے کرتی
 ہے اور کس طرح کے کپڑے پہننے کا اس کو شوق ہے ان امور سے کسی اجنبی کو
 کیا تعلق قرآن مجید نے شدت غیظ و غضب میں ان باتوں پر کیوں لڑکا۔ کنگھی
 چوٹی کا ذکر صحابی رسولؐ کے جانے والے حضرت ابو ہریرہؓ کی زبان تک کیوں
 اور کیسے آیا۔۔۔۔۔ اسی بیت الشرف میں حضرت عائشہؓ ہی کے ساتھ

دوسری بیویاں بھی تو رہتی تھیں ————— ام المؤمنین ام سلمہؓ اور ام المؤمنین
 زینب بنت جحشؓ ————— عورت و شرافت میں حضرت عائشہؓ سے کچھ زیادہ
 ہی تھیں کم نہیں، یہ بیویاں بڑی ناک والی تھیں بڑے اونچے خاندان سے تعلق
 رکھتی تھیں ————— یا اسی طرح اور دوسری بیویاں مگر تاریخ میں کسی کی کنگھی
 چلی اور سردانی کا عکس نہیں ملتا۔ نئے نئے ملبوسات یا بھرک دار کپڑوں
 کی تفصیل بھی ملتی ہے تو حضرت عائشہؓ ہی کے نام کے ساتھ۔

بہر حال بعض ازدواج نبی کریمؐ اپنی تمام تر فضیلتوں کے باوجود شہزادی عرب
 حضرت خدیجہ بظاہرہؓ کے سامنے ایسی ہیں جیسے چاند کے سامنے ستارے —————
 بلکہ اس سے بھی کمتر اور پیچھے۔ اور بعض ازدواج ایسی ہیں کہ جن کا ذکر بھی سیدہ
 خدیجہؓ کے ذکر کے ساتھ، شہزادی عرب کی نظافت طبع پر غالباً بار ہوگا۔

ومذهب المحققین انھا	محققین اہل سنت کا فیصلہ یہ ہے کہ حضرت
افضل من عائشہ وان فاطمہ	خدیجہؓ، حضرت عائشہؓ سے افضل اور
افضل من الجميع۔	جناب فاطمہؓ زہراؓ سب سے افضل ہیں۔
(بجملہ الحافظ جبریلؑ طبع مکتبہ المدینہ)	

میں اس مواد کے لئے برگز تیار نہیں ہوں۔ کیونکہ اس میں جناب خدیجہؓ
 یا جناب فاطمہؓ کی کوئی مدح نہیں بیان کی گئی ہے جناب خدیجہؓ اور فاطمہؓ زہراؓ
 ہر اعتبار سے اتنی بلند اور ان کی شخصیت اتنی عظیم ہے کہ حضرت عائشہؓ سے
 تقابل ہی ان کی شان کے خلاف ہے۔

ہاں محبت و عقیدت کی عینک سے عکاس کی بیٹی کو دیکھنے والوں کا یہ

موارد اور مقابلہ ہم اس لئے گوارا کر لیتے ہیں کہ معائب و معاصی کو محاسن اخلاق اور عمدہ صفات و عادات بنانے کے باوجود حضرت عائشہ کو فضیلت و کرم کی اس کرسی نور تک نہ پہنچایا جاسکا جس پر سیدہ خدیجہ جلدہ افزہ ہیں۔

خدیجہ طاہرہ پر آدمیت و انسانیت کو ناز ہے۔۔۔۔۔ اس لئے کہ انھوں نے انسانیت کی اعلیٰ قدروں کی نگہداشت تب کی جب آدمیت ذبح ہو رہی تھی۔۔۔۔۔ خدیجہ طاہرہ پر اسلام کو ناز ہے۔۔۔۔۔ اس لئے کہ انھوں نے اس کے احکام کو تب قبول کیا جب دنیا اسلام کو پہنچتی ہی نہ تھی۔۔۔۔۔ خدیجہ طاہرہ پر دنیا کی ہر شریف بیٹی، اطاعت گزار بیوی اور مقدس ماں کو ناز ہے۔۔۔۔۔ کیونکہ انھوں نے ہر دور میں عورت کی مشرم و حیا، غیبت و خودداری اور ہمدردی و محبت کے جوہر کا تحفظ کیا ہے۔۔۔۔۔ خدیجہ طاہرہ پر ہر دور کی بچہوں کو ناز ہے کیونکہ ان کی گود میں وہ معصوم بچی پلے ہیں جو غارِ نسواں کا عثمان بنی۔۔۔۔۔ خدیجہ طاہرہ پر رشید ہدایت کو ناز ہے۔۔۔۔۔ کیونکہ وہ گیارہ معصوم رہبروں کی ماں ہیں ان کے ذریعہ ہادیوں اور رہبروں کی ایک پوری مقدس نسل عالم وجود میں آئی۔ قرآن کو ناز ہے غمخزادی آپ نہ ہوتیں تو ہمیں مفسر نہ ملے۔ کعبہ کو ناز ہے غلیل خدا کی بہو جو آپ نہ ہوتیں تو ہمارے تقدس کو محافظ نہ ملے۔ آغوش نبیؐ کو ناز ہے۔۔۔۔۔ شہزادی عرب جو آپ نہ ہوتیں تو مجھے زینب نہ ملتی۔۔۔۔۔

اور خدیجہ طاہرہ پر فتح بلحا جناب ابوطالب علیہ السلام کو بھی ناز ہے۔۔۔۔۔ کیونکہ شہزادی نے ان کی خواہش کے مطابق زندگی بسر کر کے ان کے اعتماد کو بحال رکھا بلکہ اس میں اضافہ کیا۔ اور اپنی پوری زندگی کو اللہ کی مرضی کا

جن واقعات سے ازدواج رسولؐ بالخصوص حضرت عائشہؓ و حفصہؓ کی شخصیت پر روشنی پڑتی ہے ان میں شہد کا واقعہ بھی خاص اہمیت کا حامل ہے، اس واقعہ سے صاحبان نظر بخوبی ان خواتین کی شخصیت کا اندازہ کر سکتے ہیں اور ان کے ذہن کو پڑھ کر ان کے کردار کی بلندی و پستی کے متعلق کوئی آخری فیصلہ کر سکتے ہیں۔ اس واقعہ کو عباس محمود العقاد کی کتاب ”عائشہ“ کے مترجم شیخ محمد احمد پانی پتی کی زبانی ملاحظہ کیجئے :-

”حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک بیوی زیب بنت جحش آپ کے لئے شہد کا انتظام کیا کرتی تھیں اور حضورؐ بہت شوق سے اسے نوش فرمایا کرتے تھے چونکہ زیب تمام اہمات المؤمنین میں سب سے زیادہ خوبصورت تھیں اور حضورؐ دن کا خیال بھی بہت رکھتے تھے اس لئے حضرت عائشہؓ کو فکر پیدا ہوا (ہوئی) کہ کہیں حضورؐ کی کامل توجہ اپنی کی طرف مبذول نہ ہو جائے انہوں نے حفصہ بنت عمرؓ کے ساتھ مل کر ایک ایکیم بنی (وہی جس کا مقصد یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت کو اس شہد کی طرف سے پھیر دیا جائے جو زیب آپ کے لئے ہمیا کرتی ہیں اس ایکیم کا حال حضرت عائشہؓ خود اپنے الفاظ میں اس طرح بیان کرتی ہیں :-

”میں نے اور حفصہؓ نے مل کر یہ منصوبہ بنایا کہ ہم میں سے جس کسی کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جائیں تو وہ آپ سے کہے اور رسول اللہؐ

آپ نے مغافیر نوش فرمایا ہے مغافیر ایک شیریں لیکن بے ہودار چیز ہوتی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ہودار چیزوں سے سخت نفرت تھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پہلے حفصہ کے پاس تشریف لے گئے۔ حضور کے بیٹھے ہی انھوں نے کہا یا رسول اللہ آپ کے منہ سے مغافیر کی بو آ رہی ہے۔ آپ نے فرمایا میں نے مغافیر تو نہیں کھایا البتہ زینب بنت جحش کے پاس ہنسدہ ضررہ پیا تھا۔ ہوسکتا ہے اس میں مغافیر کی بدبو ہو آئندہ میں وہ ہنسدہ نہیں پیوں گا۔

(عائشہؓ ۳ طبع لاہور)

محترم بیویوں کے خیالات، کردار اور اخلاق کی اس سے بہتر مثال اہل کماں مل سکتی ہے۔ اسکی ہم بنائی جا رہی ہے ایک دوسری بیوی کے خلاف جن کا قصور صرف اتنا ہے کہ وہ شریف النسل اور غیرت دار حضور علیہ السلام کے لئے شہد کا انتظام کرتی تھیں ان کا نام ہے زینب بنت جحش جو بیدار بصورت اور ناک والی ہاشمی خاتون تھیں رشتہ میں حضور کی چھوٹی زاد بہن بھی لگتی تھیں زید بن حارثہ جو جناب خدیجہ الکبریٰ کے غلام تھے شہزادی نے اپنی سادی دولت کے ساتھ ان کو بھی مرسل اعظمؐ کے حوالہ کر دیا تھا آنحضرتؐ نے ان کو آزاد کر کے اپنی چھوٹی زاد بہن زینب بنت جحش کی شادی کر کے غلامی کے سر پہ حریت کا تاج بکھڑکا لیکن بہر حال یہ رشتہ دیر تک باقی نہیں رہ سکا اور طلاق کی لوبہ آئی طلاق کے بعد آنحضرتؐ نے زینب کو اپنی زوجیت کے شرف سے نوازا سوہ رسولؐ سے واقعی محبت کرتی تھیں اور حضور علیہ السلام بھی ان کا بید خیال کرتے۔

لیکن یہ بات بھی مولانا شبلی صاحب کے ”مہر و ماہ“ کی چستی بیٹیوں کو گوارا

نہ ہوئی اور اپنی اسکیم کے ذریعہ تیم و عدی کے خاندان کی نائندہ بیٹیاں
مرسل اعظم کی خدمت کے شرف سے نیک سیرت باطنی طاقتوں کو محروم کرنا
چاہتی تھیں۔

اس اسکیم نے ان خواتین کے ”مضبوط ایمان“ پر بھی اپنی زبان بے زبانی
میں شاندار تبصرہ کیا ہے کاش عصبیت و محمد سے بلند ہو کر کوئی اس تبصرہ کو
دیکھنے کی زحمت گوارہ کرتا۔ صاف سی بات ہے کہ ان بیویوں کو عدالت تاب
نبی کی عدالت پر بالکل اعتماد نہیں تھا ورنہ ایسی غیر ایماندارانہ اسکیم کی ضرورت
محسوس نہ کرتیں۔ ————— صاحب خلق عظیم نے اسکیم بنانے والی
عورتوں سے کہا کہ ”آئندہ میں وہ شہید نہیں پیوں گا“ اندھے کو کیا چاہئے؟
————— آنکھیں ————— چٹانچہ اس وعدہ سے حضرت عائشہ و حفصہ کو بید
سرت ہوئی اپنی اسکیم کی کامیابی پر خوب خوب قہقہے بند کئے گئے۔ تنہائی
میں ایک نے دوسرے کو مبارکباد دی اور آئندہ کے لئے ان کی جسارت میں
کئی ہزار اضافہ ہو گیا مگر درحسرت و درد اکہ یہ ستریں پائدار اور قہقہے دیر پا
ثابت نہ ہو سکے قرآن نے ان کی ساری تنادوں کو خاک میں ملا دیا۔

یا ایھا النبی لم تحرمہ احلالہ	اے رسول جو چیز خدا نے تمہارے لئے
لاک قبضتی مرضات ازواجک	حلال کی ہے تم اپنی بیویوں کی خوشنودی
واللہ عفو رحیم۔	کے لئے لے لیں اے حرام کو۔

(پ ۲۰ - تحریم ۱۹)

اشر کے اس حکم پر عمل کر کے حضور علیہ السلام نے ان بیویوں کی نجارت فرمائشوں

اور تھناؤں کو برباد کر دیا۔ — میں ایک چھوٹی سی فرمائش طنز و مزاح سے
جناب خدیجہؓ کی بھی یاد دلانا چاہتا ہوں تاکہ ان ازدواج نبی اور مجدد رسول خدا
حضرت خدیجہؓ طاہرہ کے مزاج کے زمین و آسمان کے سمجھنے میں کسی حد تک
آسانی ہو جائے۔ کہ انہیں جانتا کہ حضرت عائشہؓ صرف موجودہ بیویوں سے
ہی نہیں جلتی تھیں بلکہ گوشہٴ محراب میں آگاہ کرنے والی شہزادی کے ذکر سے بھی
ان کے بدن میں آگ لگ جاتی تھی وہ موجودہ بیویوں سے کہیں زیادہ شہزادی
خدیجہؓ سے جلتی تھیں اس سلسلہ میں عباس محمود العقاد کے خیالات کے ساتھ
چند فقرہ کی وہ فرمائش بھی ملاحظہ فرمائیے۔

”رہنمائی کا جو جذبہ حضرت عائشہؓ کے دل میں حضرت خدیجہؓ کی طرف سے
پایا جاتا تھا وہ دوسری زندہ بیویوں میں سے کسی ایک کے لئے بھی موجود
نہیں تھا اور اس کی واحد وجہ یہ تھی کہ حضرت خدیجہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے دل میں ایسی جگہ قائم کر لی تھی کہ ان کی وفات کے بعد بھی حضور
کے دل سے ان کا خیال کبھی محو نہ ہو سکا اور جس خلوص و وفاداری کے ساتھ
انہوں نے زندگی گزار دی تھی، اس کا تذکرہ شب و روز حضور کی زبان پر
جاری رہتا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض غریبوں اور محتاجوں کی تواتر سے امداد
فرمایا کرتے تھے ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ نے اس کی وجہ پوچھی تو حضور نے
فرمایا — ”خدیجہؓ نے مجھے ان لوگوں سے حسن سلوک کرتے رہنے
کی وصیت کی تھی“ (عائشہؓ سے جو کہ احمد پانی پتیؒ)

ان دونوں فرمائشوں میں جتنا فاصلہ اور فرق ہے حضرت عائشہ اور شہزادی خدیجہ طاہرہ کی شخصیت، کردار، مزاج اور اخلاق میں زمین و آسمان کا درمی فرق موجود ہے۔ ————— فکر و نظر کی طاقت اللہ نے سوچنے اور سمجھنے ہی کے لئے عنایت فرمائی ہے تو کیوں نہ ہم اس امر پر غور کریں کہ ایک بیوی شہزادی خدیجہ طاہرہ ہیں حیات ظاہری کے بعد بھی جن کا چشمہ فیض جاری اور ابر نیسا بن کرم جھوم جھوم کر غریباں اور فقراء کے جھپٹوں پر برس رہا ہے اور ایک بیوی حضرت عائشہ ہیں جو مختار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھتی ہیں کہ ”آپ ایسا کیوں کرتے ہیں“ یعنی آپ ان کے ساتھ سلوک کیوں کرتے ہیں اس امداد کو بند کر دیجئے۔ ————— روایت کا تہہ بھی ملاحظہ کیجئے:-

”یہ سنتے ہی حضرت عائشہ جھٹکتی ہیں اگر کہنے لگیں۔“ خدیجہ خدیجہ۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک روئے زمین پر سوائے خدیجہ کے اور

کوئی عورت ہی نہیں۔ ————— رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتھائی

علیم الخلق تھے لیکن حضرت عائشہ کی یہ بات سن کر آپ نے ان سے بول چھڑوایا۔

(عائشہ رضی اللہ عنہا)

اگر یہ روایت بھی فکر کی بے راہ روی بلکہ کج روی کو نہ سمجھا سکے تو حضرت عائشہ کی اقبال مندی کے علاوہ اس کو اور کیا کہا جاسکتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ ”منظر“ اپنے ذہن کی ساری جدت اور فکر کی ساری قوت اسی بات پر صرف کر رہی تھیں کہ جس جس کو رسولؐ دوست رکھیں گے ان سے ہمت نہ کریں گے جلیں گے تپیں گے۔ منزلِ اعظم کو اذیت پہنچانے کا یہ بالکل نیا طریقہ تھا غالباً ”مسئلہ“ ہی کی بدیلتھی۔

اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل میں حضرت خدیجہ طاہرہؓ کے لئے کتنی جگہ تھی اور خدا کے محبوب کو مرحومہ غزالی کا کتنا پاس و لحاظ ہے کہ ان کی وفات کے بعد ان کی فرمائش اور وصیت پر مخالفوں کے باوجود شدت سے عمل کر رہے ہیں۔ کیا حضور کو نہیں معلوم تھا کہ خدیجہ طاہرہؓ کے ذکر سے حضرت عائشہؓ کو تکلیف پہنچتی ہے؟ یقیناً معلوم تھا اس لئے مناسب یہ تھا کہ جب مغلطہ نے غزا کے ساتھ حُسن سلوک کرنے اور فقراء کے امداد کی وجہ پوچھی تھی باحسن وجہ اس کا کوئی اٹھنقول جواب دے دیتے اور اس امر کو ظاہر نہ کرتے کہ سیدہ خدیجہؓ کی فرمائش پوری کر رہا ہوں۔ مگر حضور نے ایسا نہیں کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ انب و بہتر دہی جواب تھا جو آپ نے مغلطہ کو دیا۔

لطف کی بات تو یہ ہے کہ اب خداوند عالم بھی حضور کو منع نہیں فرماتا کہ میرے نبی تم کیا کر رہے ہو میں نے تم کو خدیجہؓ کی فرمائش اور وصیت پوری کرنے کے لئے بھیجا ہے یا اسلام کی تبلیغ کے لئے۔ مگر نہیں، خدیجہ طاہرہؓ نے اس کی گنجائش ہی نہیں چھوڑی فرمائش ایسے امر کے لئے کی ہے جس میں فرمائش بھی پوری ہوتی رہے اور اسلام کی تبلیغ بھی ہوتی جائے۔ ایسی فرمائش جس میں غزا، دساکین آسودہ حال ہو جائیں نبی مسرور اور خدا راضی ہو جائے۔

مجھے خدیجہ طاہرہؓ سے — ان کی غلط و وقار کی بنا پر — کبھی ایسی امید اور توقع بھی نہیں کرنی چاہئے کہ وہ کوئی ایسی فرمائش کریں گی جس سے اوسیت کو شرم اور انسانیّت کو حیا آئے ان کے اقوال نبی کی خواہش کے مطابق

اور ان کے افعال غذا کی مرضی کے پابند ہوتے تھے۔ یہ صحیح ہے کہ خداوند عالم کی رحمت کا طے کرنے اور خود خدیجہ طاہرہؓ کی نبوت شناسی نے انھیں موت سے محفوظ رکھا اس لئے اندازہ نہیں ہو سکتا کہ خدیجہ طاہرہؓ کا رویہ کسی موت کے ساتھ کیسا ہوتا۔ ہم کو فرض ہے کہ شہزادی خدیجہؓ موت سے محفوظ رکھی گئیں لیکن ہمیں اس کی تشریح نہیں ہے کہ آپ کا رویہ کسی موت کے ساتھ کیسا ہوتا کیونکہ سیدہ خدیجہؓ کی میرٹ کے نقش و نگار ہمارے سامنے ہیں۔ موت بہر حال آدمی ہوتی، انسان ہوتی جب شہزادی نے جانوروں کو نہیں بتایا تو کسی موت کو کیا ستائیں۔ آپ کی پاکیزہ زبان جب اپنے اور اپنے محترم شوہر کے دشمنوں کی بُرائی و بدگوئی سے آشنا نہ ہوئی تو کسی موت کو کس طرح بُرا بھلا کہتیں اور آپ نے جب اپنے دشمنوں کے لئے کوئی اسکیم نہیں بنائی تو کسی موت کے لئے کوئی اسکیم کیا بناتیں۔ شہزادی عرب کی پوری زندگی گولہ ہے کہ آپ نے کسی پاس پڑوس کی عورت بلکہ اپنی کسی کینز و غلام کو بھی نہیں بتایا یا ان کے خلاف آپ نے کبھی انسانیت سوز منصوبہ نہیں بنایا، کوئی اسکیم نہیں تیار کی اور ساری زندگی کسی کو خدیجہ طاہرہؓ سے کوئی شکوہ و شکایت نہیں پیدا ہوئی۔۔۔۔۔ شہزادی نور فاطمہ زہراؓ کی ماں کو اسی عظیم اخلاق و کردار کا مالک ہونا چاہئے تھا۔

مجھے اس سلسلہ میں اتنا اور یاد دلانا ہے کہ ایک وہ فرمائش تھی جو نبی مکرمؐ سے ان کی بیویوں۔۔۔۔۔ حضرت عائشہؓ و حفصہؓ نے کی تھی جس کو خداوند عالم نے مردود کر کے نبی کو حکم دیا کہ آپ ان عورتوں کی وجہ سے خواہ مخواہ اپنے کو رحمتِ مذیبیہؑ اور عفو سے شہرِ نوحش فرمائیے۔ بظاہر بیویوں سے ان کی خاطر کئے ہوئے وعدہ نبوت

شہد نہیں پیوں گا۔۔۔۔۔ کا اتر حمدہ نبوت پر نہیں ہوتا نہ اس

وعدہ سے منصب کی خلافت درزی ہوتی ہے اور نہ تبلیغ اسلام پر اس کا کوئی بُرا اثر
پڑتا دکھائی دیتا ہے۔ یہ سیدھی سادی میاں بیوی کی گفتگو ہے۔۔۔۔۔ مگر
جیسے حمدہ نبوت کی نزاکت اور منصب رسالت کی لطافت پر حرف آ رہا ہے
قدرت کو اس گفتگو میں مداخلت کرنی پڑی اور مرسلِ اعظمؐ نے شہد نوش فرمایا۔
لیکن خدیجہ طاہرہؓ کی آغوشِ محبت کی پروردہ یادگار بخدیجہؓ حضرت خاتمہ زہراؓ
فرمائش نہیں کرتیں بلکہ بچوں کو بہلانے کے لئے فرماتی ہیں کہ تمہارے کپڑے
درزی کے ہاں ہیں۔ لیکن صدیقہؓ طاہرہؓ کی زبان پر آئے ہوئے فقرہ کی آبرو
خود خداوندِ عالم بچاتا ہے، صبحِ بڑکے ہی دروازے پر آواز بلند ہوئی ”انا
خیاط الحسنین“ میں حسن و حسین علیہما السلام کا درزی ہوں جبکہ یہ جنت کا
رضوان تھا۔ یہ نبی کریمؐ نہیں خدا ہے جو سیدہ زہراؓ کی زبان سے نکلے ہوئے
فقرے کی صداقت کو ظاہر اور شہزادوں کی فرمائش کو پوری کرتا ہے۔

اور پھر صبح اسی الہی منصب دار اور خدائی عہدیدار سے شہزادی عرب خدیجہؓ
کے پیارے نواسے سواری کی فرمائش کرتے ہیں۔ آسان تھا نبیؐ کے لئے کہ
مدینہ کے کسی انصار یا ہاجر کے ہاں سے ایک اونٹ لے لیتے لیکن ایسا
کرنے کے بجائے خود اونٹ بنے۔ اور حضرت عائشہؓ و حفصہؓ کی فرمائشوں کو
ٹھکانے کا حکم دینے والا خدا اب کسی مداخلت کی ضرورت نہیں محسوس کرتا
مجھے سوچنا ہے کہ یہ سب کچھ محبت و مروت اور عظمتِ آلِ محمدؐ کے
انہار کے لئے کیا جادو ہے یا کسی کو رخک و خند کے انگاروں پر تڑپانے کیلئے؟

_____ یا ممکن ہے کہ دونوں ہی پہلو پیش نظر ہوں۔

مصر و اسکندریہ کے فرمانروا مقوقس نے حضور سبل اعظم کی خدمت میں ایک کینز ماریہ قبیلہ نامی روانہ کی تھی ماریہ قبیلہ بہت جلد حسن خدمت کے ذریعہ حضور کی توجہ خاص کی سطح بن گئیں مشربہ ام ابراہیم آپ ہی کے گھر کا نام ہے اس کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ حضور کے پینے کا پانی ماریہ قبیلہ ہی کے ہاں رہا کرتا تھا۔ اور اس میں شک نہیں کہ ماریہ قبیلہ حضور سے بہت محبت کرتی تھیں۔ آپ کے بطن سے ایک صاحبزادے _____ ابراہیم _____ پیدا ہوئے جن کا انتقال صغر سنی ہی میں ہو گیا۔

حضرت عائشہ ماریہ قبیلہ سے بہت جلدی اور کڑھتی تھیں یہی نہیں کہ صرف ماریہ سے نفرت کرتی تھیں بلکہ ابراہیم بن رسول اللہ بھی معظمہ کو ایک آنکھ نہیں بھاتے، حضرت عائشہ کو ذرا خیال نہ ہوا کہ سیرے بطن سے دوسری دوسری ہی کے بطن سے سیرے محترم غوہر کی اولاد نرینہ میں بس یہی ایک ہے لاؤ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دل ہی رکھنے کے لئے ابراہیم کو پیادہ کریں اور اگر پیادہ نہ کروں تو کوئی نہ دوں جیسا کہ عموماً دنیا میں ہوتا رہتا ہے تعجب ہے کہ حضرت عائشہ میں عورتوں کے وہ صفات بدرجہ اتم پائے جاتے تھے جن کی بنا پر عورتیں عموماً بدنام ہیں اور عورتوں کے ان خصوصیات کا ان میں کوئی پتہ نہیں ملتا جو ہر حال عورت کا زیور ہوتے ہیں۔ مثلاً عموماً عورتیں نرم دل ہوتی ہیں لیکن اس کے برخلاف ہم کو حضرت عائشہ کے دل میں رحم و کرم کا کوئی گوشہ نظر نہیں آتا۔ عورت کے لئے سنگدل ہونا اس کے نہانی وقار و عظمت کی

پیشانی پر ہڈنا داغ ہے خصوصاً بچوں کے معاملہ میں کٹھور عورت کا دل بھی پیچ جاتا ہے چاہے وہ بچہ اس کا نہ ہو لیکن صد ہزار افسوس کہ جناب عائشہ اس چوہر نسوانی سے بھی فارغ البال واقع ہوئی تھیں جب ہی تو نہ ان کو رسول خدا کا مطلق خیال رہا اور نہ اپنے محترم شوہر کے نورِ نظر کو چمکا رہا نہ پیار کیا اُسے جلی کٹی باتیں سُنانی رہیں۔ ہم نے حضرت عائشہ سے اس امر کی توقع کر کے غلطی بھی تو کی ہے جو عورت صاحبِ اولاد نہ ہو ظاہر ہے اس کے دل میں کوئی اُفرق نہ ہونا چاہئے۔۔۔۔۔ افسوس کہ ابراہیمؑ نے بہت جلد انتقال کیا اور زمانہ کی نظر میں نبوت کے نورِ نظر کو کھا گئیں۔

جناب ماریہ قبطیہ کی شان بہت بلند ہے اس کا اندازہ اس امر سے ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ چند شریپہند اور مفسد لوگوں نے جناب ماریہ قبطیہ کو بدنام کرنے کی سعی ناکام کی تھی بہت جلد شریپہندوں کا کذب واضح ہو گیا اور تحقیق میں یہ ثابت ہو گیا کہ جس شخص کے ساتھ آپ کو بدنام کرنے کی کوشش کی گئی تھی وہ جتنی تھا لیکن اس ثبوت و تحقیق کے باوجود قرآن مجید نے بھی ماریہ قبطیہ کی گواہی دی:-

<p>ان الذین جاؤ و بالافک عصبة منکم لا تحسبوه شرا لکم بل هو خیر لکم لکل امریئ منهم ما الکسب من الاشہ۔ (پ ۱۶ - فور ۸)</p>	<p>بے شک جن لوگوں نے جھوٹی گواہی دی تھیں میں سے ایک گروہ ہے تم اپنے حق میں اس گروہ کو برا نہ سمجھو بلکہ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے ان میں سے جس شخص نے جتنا گناہ سینا وہ اس کی مرزا کو خود بھگے گا۔</p>
---	---

لیکن خدا بھلا کرے علیٰ ہسنت کا جنھوں نے اس آیت کو حضرت عائشہ کے واقعہ افک سے متعلق کر دیا جبکہ حقیقت اس کے خلاف ہے —————

حضرت عائشہ میں اتنی خرابی ضرور ہے کہ ام المؤمنین ہونے کے لحاظ سے ان پر جو ذمہ داریاں عائد کی گئی تھیں یا ان کا جو شرف تھا خدا نے جو بزرگی مرحمت فرمائی تھی انھوں نے ان میں سے کسی کا خیال نہ کیا ————— لیکن سطح و حسان جیسے بدوی صحابہ، حضرت عائشہ کو جس گناہ سے طوط بتاتے ہیں وہ سرے سے غلط لغو اور اہل بات ہے جس کو دنیا کا کوئی عقلمند انسان قبول نہیں کر سکتا۔ ہم تمام شیعوں کا عقیدہ یہ ہے کہ نبی کی بیوی کا فرہ، منافقہ، بد اعمال و بد اخلاق ہو سکتی ہے جیسا کہ جناب نورخ و نوح علیہا السلام کی بیویوں کے لئے خود قرآن مجید کا بیان موجود ہے لیکن اس قسم کا گناہ دنیا کے کسی نبی کی بیوی سے نہیں ہو سکتا۔ چہ جائیکہ مرسل عظیم کی بیوی۔ یقیناً حضرت عائشہ پاکدامن تھیں اور واقعہ افک مشرپندوں کی سازش کا نتیجہ تھا۔

واقعہ نہایت معمولی تھا اور بس ایسا تھا کہ کسی کو خبر ہوئی اور کسی کو خبر بھی نہ ہوتی لیکن وہ جو کہا گیا ہے کہ ”بڑھا بھی دیتے ہیں کچھ زیب داستان کے لئے“ تو ہر داستان میں کچھ بڑھاتے ہیں لیکن اس میں بہت کچھ کا اضافہ کیا گیا ہے محققین ہسنت نے خود اس واقعہ کو پھوڑا اور معمولی سی بدگمانی کو فوجداری کے مقدمہ کی شکل دے دی اور ایسے ایسے حاشیے تراشے گئے جو جمع و تبدیل بار بھی برداشت نہیں کر سکتے اس میں دکھایا گیا کہ مرسل عظیم ایک ماہ تک بے حد غموم رہے حضرت عائشہ اور ان کے والدین کا کافی پریشان اور سلمان سوگوار رہے

گو اہ طلب کئے گئے، شاید بلائے گئے، ہیأت قلب بند ہوئے، پسین تیار ہوئیں
 گویا پورا مدینہ اس واقعہ سے لرز رہا تھا اور خداوند تعالیٰ ایک مدینہ تک اس
 ہنگامہ دار دیگر، شور و غوغا اور برپا شدہ قیامت کو دیکھتا رہا اور ٹھیک ایک
 مہینے بعد حضرت عائشہ کو اس مقدمہ کی قباحت و رسوائی سے بے داغ اعزت
 بری کر دیا۔۔۔۔۔ اور یہ سب کچھ صرف اس لئے کیا گیا تاکہ آیت افکاک کو
 جو جناب ماریہ قبطیہ کے لئے ہے۔۔۔۔۔ کسی صورت سے
 حضرت عائشہ کے لئے ثابت کر دیا جائے

حضرت عائشہ و حفصہ یوں تو ان تمام بیویوں سے جلتی تھیں جو ان کی ہاں
 ہیں ہاں ملانے سے انکار کرتیں اور اللہ و رسول کے حکم پر چلنے کو اپنے لئے سرمایہ
 انکار جانتی تھیں لیکن ان دونوں بیویوں کو خصوصیت کے ساتھ ان عورتوں سے
 حسد ہوتا جن کی طرف مرسل اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رجحان کا انہیں اندیشہ
 ہوتا اس لئے زینب بنت جحش اور ماریہ قبطیہ بھی ان کی آتش حسد سے محفوظ نہ رہ سکیں۔
 فیصلہ بعد آسان ہے کہ جب ان بیویوں کو زینب و ماریہ قبطیہ ناپسند تھیں
 اور ان کے بلند مراتب کی بنا پر حضرت عائشہ و حفصہ جب ان سے جلتی تھیں تو
 شرمزدی و عیب حضرت خدیجہ الکبریٰ جیسی مثالی خاتون کے ذکر و جمل کو یہ بیویاں
 با محض حضرت عائشہ کس دل سے برداشت کر لیتیں۔



ام المومنین — خدیجۃ الکبریٰ

عرب کی مایہ ناز شہزادی، مسلمانوں کی قابل احترام و اکرام ماں اور سادات کرام کی لائق صد افتخار جدہ ماجدہ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ علیہا السلام عرب کے مشہور شہر مکہ کے ایک معزز، باوقار اور علمی خانوادہ میں پیدا ہوئیں۔

قول مشہور کی بنا پر سیدہ خدیجۃ مرسل اعظمؐ سے پندرہ برس بڑی تھیں کیونکہ رسول اللہؐ سے عقد کے موقع پر شہزادی خدیجۃ کی عمر چالیس سال اور مرسل اعظمؐ کی عمر پچیس سال بتائی جاتی ہے۔ اس حساب سے شہزادی خدیجۃ کی ولادت عام الفیل سے پندرہ سال پہلے ہوئی کیونکہ سلسلہ عام الفیل مرسل اعظمؐ کی ولادت کا سال ہے۔ مگر تحقیقی اور صحیح قول یہی ہے کہ شہزادی کی عمر عقد کے وقت صرف اٹھائیس سال تھی اور مرسل اعظمؐ کی عمر پچیس سال۔ یعنی سیدہ خدیجۃ رسول خداؐ سے صرف تین سال بڑی تھیں اس حساب سے شہزادی کی ولادت عام الفیل سے تین سال پہلے ہوئی۔

سلسلہ عام الفیل میں عیسوی سال ۵۷۰ء اور نو شیردانی سال ۶۰۰ء تھا۔ اس لحاظ سے شہزادی خدیجۃ کا سال ولادت ۵۷۰ء اور سلسلہ نو شیردانی جوتا ہے۔

ابن سعد و اقدی کے بیان کے مطابق سیدہ خدیجۃ کا شجرہ نسب یہ ہے کہ آپ کے والد ماجد حضرت خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی تھے۔

یعنی خدیجہ طاہرہ باپ کی طرف سے قصی تک پہنچ کر چوتھی پشت میں مرسل اعظمؐ

شریک نسب ہو جاتی ہیں۔۔۔۔۔ اس طرح سیدہ خدیجہ کی والدہ معظمہ
فاطمہ بنت زائدہ بن الاصم بن ہرم بن رداحہ بن حجر بن عبد مناف بن ہاشم بن عامر
ابن لوی تھیں۔۔۔۔۔ آپ ماں کی طرف سے لویٰ ملک پوچھ کر پاکیزہ
نسب کی آٹھویں پشت میں پیر مرسل اعظم کی شریک ہو جاتی ہیں۔
(طبقات ابن سعد جلد ۱ ص ۸۵ و ۸۶)

گویا مرسل اعظم اور خدیجہ طاہرہ کا خاندان ایک ہی تھا۔۔۔۔۔
ظہور اسلام سے پہلے بھی خولید کا خاندان اسی لئے عزت و شرافت اور حسب و
نسب میں ہمیشہ احترام کے سچے جذبات اور محبت کی عقیدت مند نظروں سے
دیکھا جاتا رہا ہے۔ اپنی فطری شرافت و غیرت ہی کی وجہ سے جناب یحیٰ طاہرہ
کے والد ماجد حضرت خولید ہمیشہ ہر محاذ پر مرسل اعظم کے اجداد کا ساتھ دینے
رہے۔ حضرت خولید کی اعانت ہمیشہ بنو جند مناف کے حق میں کافی سود مند
ثابت ہوئی۔ اور یہی ہونا بھی چاہئے کیونکہ شرفا ہمیشہ شریفوں ہی کے ساتھ
رہتے ہیں حضرت خولید چونکہ اپنے قبیلہ کے ممتاز سردار اور نمایاں خصوصیات
کے حامل تھے اس لئے ان سے مخالفین خصوصاً بنو عبد الدار ہمیشہ مرعوب
رہے۔ ہر قبیلہ حضرت خولید کی سیادت سے متاثر تھا۔ اور اس کی ایک خاص
وجہ یہ بھی تھی کہ خولید کے دو بھائی۔۔۔۔۔ نوفل و عمرو۔۔۔۔۔

بھی سردار تھے جن کی سرداری پر قبیلہ بنی اسد کو ناز تھا۔۔۔۔۔ ان دونوں
نہیں سردار بھائیوں کی وجہ سے حضرت خولید کے دونوں بازو بوجہ مضبوط
ہو گئے۔ ان تین سرداروں کی موجودگی میں کس کی مجال تھی جو بنو عبد مناف۔۔۔۔۔

اجداد مرسل اعظم ————— کو آنکھ اٹھا کر بھی دیکھ لیتا۔ اور جس نے کبھی ایسا کیا اس کو ہمیشہ منہ کی کھانی پڑی ————— ام المومنین خدیجہ طاہرہ کا خاندان ایسا ذی وقار و ذی شرف نہ ہوتا تو صاحب مایں نطق عن الہوی سیدہ خدیجہ کو ”نجیب ترین“ نہ فرماتے۔ ظہ لقب پیغمبر خدیجہ طاہرہ کے دادیہال و نانی ہال ————— دونوں پہلوؤں میں پائے جانے والے ہر دوئی صفات، پاکیزگی و عالی جوصلگی، بلند کردارمی و عقلندی، عظمت و سیادت، غیرت و حیثیت اور فضیلت و طہارت کے عطر کو اپنے ایک نقرہ ”نجیب ترین“ میں پیش کر رہے ہیں۔

صد ہزار افسوس کہ سیدہ خدیجہ سے بہت جلد ————— یعنی کسی ہی میں ماں کی ہمتا اور باپ کا پیار روٹ گیا، ایسا لگتا ہے کہ قضا و قدر کی یہی منظور تھا کہ ساری دنیا کے قیموں کی خبر گیری کرنے والے اور یتیم بچوں کو ممتا اور پیاری کی مٹھاس دینے والے ————— سیدہ خدیجہ و محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ————— دونوں ہی کو یتیم بنا دیا جائے اور ان کے پاکیزہ سروں پر ماں باپ کے سایہ کے بجائے اخر کی بے پایاں رحمتوں کا ابدی سایہ رہے۔

تاریخ اتنی گونگی ہے کہ وہ حضرت فاطمہ بنت زائدہ ————— والدہ معظمہ حضرت خدیجہ طاہرہ ————— کے انتقال کے سلسلہ میں کچھ بھی بتانے کو تیار نہیں۔ حضرت خولید کے لئے اتنا معلوم ہر سکا کہ آپ کا انتقال سیدہ خدیجہ کی کسی ہی میں ہو گیا۔ مگر ابن سعد کہتے ہیں کہ

ان اباہا مات یوم الفجار۔ | خدیجہ طاہرہ کے والد ماجد کا انتقال

(طبقات جلد ۵ صفحہ ۱۳۱) | فجار (کی لڑائی کے) دن ہو گیا۔

ماں باپ کے سایہ کے اٹھ جانے کے باوجود جناب خدیجہ طاہرہؑ
خاندانی شرافت کے ماحول اور فطری و خلقی غیرت کے گہوارہ میں تربیت
پاکر اس طرح پروان چڑھیں کہ آپ کے اندر وہ تمام عمدہ عادات و خصوصیات
اور کمالات موجود تھیں جو کسی شریف ترین عورت کے لئے ضروری ہو سکتے ہیں
آپ محاسن کردار اور سکام اخلاق کے ان تمام زیورات سے سر سے بہرہ تک
آراستہ تھیں جو خاتم النبیینؐ کی رفیقہ حیات اور ام المؤمنین کے لئے بجاہم
ہو سکتے ہیں۔ اپنے گھر اٹھائیس سال تک رہیں لیکن ماں باپ بھائی بہن
چچا یا کسی رشتہ دار سے آپ کے ٹرنے کا ذکر تو کہاں ملتا تو تو میں میں کا بھی
کوئی پتہ نہیں۔ اسی طرح جب شوہر کے گھر آئیں تو پوری پچیس سال کی
زندگی نہایت شرافت، متانت، سخیدگی، بردباری، صبر و شکر و ضبط و
تحمل اور اطاعت و فرمانبرداری میں گزار دی۔ دوسری بیویوں کی طرح
مرسل اعظمؐ کو دکھ پہونچانے، صدر دینے، غم کھلانے، رنج و الم میں مبتلا کرنے
اور نیت نئے انداز سے تکلیف و اذیت پہونچانے کے بجائے خدیجہ طاہرہؑ نے
اپنے عظیم تر شوہر کو شک، چین کی زندگی دی، راحت و آرام پہونچایا۔ مسرور
و مطمئن کیا اور کفار مکہ کی پہونچائی ہوئی تکلیفوں اور اذیتوں کو غرحت و مسرت
میں تبدیل کر دینا سیدہ خدیجہؑ کا روزمرہ کا معمول اور زندگی کا دستور تھا۔
کھیل کود سے نبوت کا عہد طفلی پاک و پاکیزہ رہا اور لہو و لعب سے
آپ کو تنفر تھا اس لئے قدرت نے اپنے نبی کے لئے اس رفیقہ حیات کا

انتخاب کیا جس کا بچپن دھول دھپے، آنکھ مچولی اور گڑبڑوں گڈوں کے قابل نفرت اور لاپتہ صدامت کھیل کود اور اہو و نسب سے ایک دم پاک صاف رہا اور جب ام المؤمنین بن کر مرسل اعظم کے بیت الشرف کی زینت بنیں تو ان کی اطاعت و عبادت اور تسلیم و تبلیغ میں شریک ہو گئیں ان کا ہاتھ بٹائے گئیں اور نبی اکرمؐ کی بہترین معاون و مددگار بن گئیں ————— نہ اس بات کی فرمائش کی کہ مجھے کھیل کود، حبشیوں کا ناچ یا گدہ کا پھری دکھا دیجئے اور نہ اس بات کی جبارت کی کہ آئیے ذرا میدان میں دوڑ کر دیکھیں آپ آگئے نکل جاتے ہیں یا نہیں۔ یقیناً شہزادی خدیجہؓ اس قسم کی سو قیانہ حرکتوں، عامیانہ ذہنیاتوں اور ذلیل و رکیک افعال و امور سے ارفع و اعلیٰ تھیں وہ شروع سے آخر تک آدمیت کے راستے پر چلنے کی عادی رہیں، وہ ہمیشہ انسانیت کی شاہراہ پر گامزن رہیں یعنی ظہور اسلام سے پہلے ہی وہ صراطِ مستقیم پر قائم تھیں۔ ان کے لئے ان چیزوں کا تصور بھی گناہ تھا۔

ماں باپ کے ترکہ سے جو کچھ ملا تھا سیدہ خدیجہؓ نے اسے تجارت کی راہ پر لگا دیا پہلے تو آپ کا سامان تجارت مکہ کے بازار سے آگے ددا لمحہ، ذوالحجاز اور عکاظ کے بازاروں اور سیلوں تک جاتا تھا جو مکہ کے اطراف و جانب میں گئے تھے پھر آہستہ آہستہ تجارت کے کاروبار میں دسمت پیدا ہوتی گئی یہاں تک کہ جناب خدیجہؓ طاہرہؓ کا مال اس وقت کی جو عظیم تجارتی منڈیاں تھیں ان میں بھی جانے لگا۔ اپنی عالی دماغی، خوش فکری، عقلمندی، خدا داوہم و فراست، حزم و احتیاط اور مدبر و تفکر سے جناب خدیجہؓ طاہرہؓ مکہ کی امیر ترین خاتون بن گئیں

اور پھر مکہ کا کوئی شخص مال و دولت میں بھی اسی طرح ان کا مقابل نہیں رہا جس طرح فضل و شرف میں کوئی ان کا ثانی نہیں تھا۔ سادہ لطف کی بات تو یہ ہے کہ شہزادی عرب نے — اس وقت کے مشرفاء میں عموماً جس پردہ کا رواج تھا — اس کی سختی سے پابندی کرتے ہوئے اتنے بڑے کاروبار تجارت کی نگراں رہیں اور ہر حیثیت سے اس تجارت کو روز بروز ترقی دیتی رہیں۔ یہ تجارت بھی ایک مثالی تجارت تھی۔ عرب بچوں کو دفن ہی اس لئے کرتا تھا کہ وہ عورت کے مستقبل سے واقف تھا، وہ اس کی معاشی بے نوائی ہی کی بنا پر اس کو حقیر و ذلیل بھی سمجھتا رہا۔ جناب خدیجہ طاہرہؓ نے اپنی خداداد صلاحیت و استعداد سے اتنی بڑی تجارت قائم کر دی جس کی نظیر نہیں مل سکتی — یہ مثالی تجارت مردوں کے لئے لمحہ فکریہ بن گئی اور عورتوں کے دامن سے نا اہلی کے داغ کو دھو دیا — جناب خدیجہ طاہرہؓ کے فضل و شرف، کمرت و بزرگی اور امیر ترین ہونے کا سارے مورخین نے کلمہ پڑھا ہے واقعی لکھتا ہے :-

خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ
بن قصی ایک عفتہ اور شریف بنی تھیں
— اس خویلد بزرگی اور کمرت کے علاوہ
جو انہوں نے ان کے لئے پسند کر لیا تھا —
کب اپنے زمانہ میں سب سے بستر نسب اور
شرف کے اعتبار سے عظیم تر اور مالی اعتبار سے

کانت خدیجہ بنت خویلد بن
اسد بن عبد العزیٰ بن قصی امرأة
حازمة جلدة شویفة مع ما اراد الله
بها من الکرامة والخیروھی یوسف
الاضحیٰ قریش نسباً واعظمهم
شرفاً واکثرهم مالاً دکل قومها

کان حریصا علی نکاحها -
(طبقات ابن سعد جلد ۱ ص ۳۳۸)

ایہ قرین خاتون تھیں۔ آپ کی قوم (روسا) و
شراف (ب) آپ سے نکاح کی بید خواہشمند
اور حریص تھی۔

اسلام کا یہی قدیم ترین مورخ اپنی اسی شہرہ آفاق کتاب میں ایک دوسری
جگہ لکھتا ہے :

كانت خديجة ذات شرف
ومال كثير وتجارة تبث
الى الشام فيكون عبداها
كعامه فترثه و كانت
تستاجر الرجال وترفع
المال مضاربة -
(طبقات ابن سعد جلد ۱ ص ۳۳۸)

جناب خدیجہؓ بید صاحب شرافت اور
بے پناہ مال کی مالک تھیں وہ ایک تاجروہ
خاتون تھیں جن کا مال ملک شام (کی منڈیوں
میں) جایا کرتا تھا پورے روساء قریش کا بعتا
مال تجارت ہوا کرتا تھا اتنا مال تجارت تنہا
جناب خدیجہؓ کا ہوا کرتا تھا۔ آپ لوگوں سے
اجرت پر تجارت کا کام لیا کرتی تھیں (ابن سعد)
کی شرکت پر مال دیا کرتی تھیں۔

بغینہ یہی عبارتیں تاریخ تھیں اور تذکرہ خواص الامہ کے اندر بھی موجود ہیں۔
ابن ہشام، طبری، صاحب اصابہ اور فضول الہمہ کا بیان بھی یہی ہے اور دوسرے
تمام مورخین اسلام نے بھی اسی طرح جناب خدیجہؓ کا ہر وہ کی شرافت و طہارت اور
عزت و قدار کی گواہی دی ہے اور ان کی نسبی پاکیزگی، شعور کی پختگی اور عقل کے
کمال کا سب نے بیک زبان اقرار کیا ہے۔ — اور سب کو تسلیم ہے کہ
خدیجہؓ طاہرہ صائب الرائے، صیح الفکر، عالی ظرف، وسیع النظر، بلند کردار، پُر قدار

ذی عرت و ذی شرف عظیم دولت مند ہے انتہا متول اور امیر ترین بامروت و
 باحیثیت، سخی اور رحمدل خاتون تھیں۔ لاریب ام المؤمنین خدیجہؓ
 تاریخ انسانیت کا ایک معجزہ ہیں۔ وہ والدہ بھی تھیں اور سخی بھی۔ وہ شہزادی بھی
 تھیں اور منکسر المزاج بھی، وہ عورت بھی تھیں اور صاحب الزائے اور صبح الفکر
 انسان بھی۔ وہ عرب کی غیرت دار اور باحیثیت امیر ترین خاتون بھی تھیں
 اور نفیر و غریب و مفلس و نادار کی بہمدہ بھی۔ وہ پردہ دار ملکہ بھی تھیں اور
 بے اندازہ بکھری ہوئی دولت اور پھیلی ہوئی تجارت کی نگراں بھی۔ وہ عرب کے
 ماحول میں بھی رحمدل تھیں وہ جاہلی دور میں بھی بلند کردار و بادقار رہیں۔
 عظیم ملکہ عرب بھی تھیں اور عظیم تر شوہر کی اطاعت گزار و فرمانبردار بیوی بھی۔
 تاریخ خدیجہ طاہرہ کے لئے جب تک عاقلہ، شریفہ، عابدہ، بیسیبہ،
 افضل نسب اور اعظم شرف ہونے کے اقرار کے ساتھ ہی ساتھ اکثر ہموال
 (بید دولت مند) ہونے کا اعلان کرتی رہے گی آدمیت و انسانیت عرب کی
 اس شہزادی پر ناز اور وقار نسواں فخر کرتا رہے گا۔

عربوں کی گزربسر کا ذریعہ تجارت کا کاروبار تھا یہی ان کا خاندانی اور محبوب
 پیشہ تھا عرب اپنا سامان تجارت حجاز کے شہور بازاروں اور میلوں
 ذوالحجنہ، ذوالحجاز و حنظلہ سے لے کر اس وقت کی عالمی منڈیوں
 مصر و حبش اور شام وغیرہ میں پہنچاتے چنانچہ
 جناب خدیجہ طاہرہ بھی اپنا سامان تجارت ان مذکورہ بازاروں اور منڈیوں میں

بھیجے، لگیں خیرادی کے حسن لیاقت، ہنرمندی اور خوش سلیقگی سے بہت جلد ترقی کر کے یہ تجارت اس دور کی عظیم تجارت ثابت ہوئی۔ لیکن پردہ دار خیرادی اتنی بڑی تجارت کے لئے ایک ایسے آدمی کی ضرورت محسوس ہوتی تھی جو صرف ایماندارانہ طور سے سامان تجارت کی خرید و فروخت ہی نہ کرے بلکہ اس بڑے کاروبار میں خیرادی کا ہاتھ بٹانے والا بھی ہو ابھی تک اس ڈھنگ کا کوئی آدمی نہیں مل سکا تھا جس پر کلیۃً اعتبار کر کے سامان تجارت کو اس کے حوالہ کر دیا جاتا۔

ادھر مرسل اعظم نے بھی عمر کے اس حصہ میں قدم رکھا عموماً عرب نوجوان جس عمر میں خود کفیل ہو جاتا ہے

مکن ہے کہ مقامی طور پر مرسل اعظم نے چھوٹے پیمانے پر تجارت شروع کی ہو لیکن وہ بہر حال اطمینان بخش نہیں کی جاسکتی اس لئے شفیق چچا کو فکر دہانگیر ہوئی کہ وہ اپنے بھتیجے کو عرب کے خاندانی اور شریف پیشہ تجارت میں لگائیں لیکن بڑی تجارت کے لئے ضرورت تھی کسی سرمایہ کی جو بہر حال اس وقت شیخ بلحا کے پاس نہیں تھا۔ ————— یکا یک جناب ابو طالب علیہ السلام کی نظر انتخاب خیرادی عرب، مکہ، التجار عظیم سردار خولید کی بیٹی حضرت خدیجہ الکبریٰ پر جا پڑی۔ عزیز بھتیجے کی رائے معلوم کی اور پھر خدیجہ سے مل کر گفتگو کی۔ خدیجہ ————— جو پہلے ہی سے مرسل اعظم کی صداقت، دامت، حق پسندی و راستبازی کو جانتی تھیں، ————— خدیجہ ————— جو پہلے ہی سے مرسل اعظم کی محنت و ریاضت جد و جہد، لگن و ادب و شش کی تعریفیں سن چکی تھیں خدیجہ ————— جو پہلے ہی سے مرسل اعظم کی

صاف گئی، سچائی، پرہیزگاری و دیانتداری کے بہتیرے واقعات کا علم رکھتی تھیں۔ — فوراً جناب ابوطالب علیہ السلام کی اس پیشکش پر رضی ہوئیں بلکہ اس کو بسر و چشم قبول کیا اور دل ہی دل میں جناب ابوطالب کا شکریہ ادا کیا ہوگا کہ آپ نے "امین" کو میرے سامان تجارت کا نگران بنا دیا۔ لیکن اس کی حیثیت خدا نخواستہ کسی نوکری یا ملازمت کی نہ تھی بلکہ اس کی بنیاد خودی اور خودداری اور عزت و شرافت کے عمومی نقطہ نظر کے اصولوں پر تھی۔ —

قدیم سیرت نگار ابن ہشام و طبری وغیرہ کا بیان یہ ہے کہ جناب ابوطالب علیہ السلام نے خدیجہ طاہرہ سے گفتگو نہیں کی تھی بلکہ از خود خدیجہ طاہرہ ہی نے اس امر کی خواہش کی تھی کہ مرسل اعظم ان کا سامان تجارت لے جائیں۔

جب مرسل اعظم کی راست گئی، شدت امانتداری اور بہترین عادات و اطوار کی دھوم خدیجہ طاہرہ نے سنی تو اپنے فرستادہ کو بھیج کر اس امر کی خواہش کا اظہار کیا کہ آپ میرے غلام میسرہ کو اپنے ہمراہ لے کر میرا سامان تجارت ملک شام لے جائیے اور میں آپ کو اس سے زیادہ (محنت) دوں گی جو (اب تک) دوسرے تاجروں کو دیتی رہی ہوں رسول اللہ نے خدیجہ طاہرہ کی اس پیشکش کو قبول فرمایا۔

فلما بلغها عن رسول الله
ما بلغها من صدق حديثه
وعظم امانته وكرم اخلاقه
بعث اليه فوضت اليه ان
يخرج في مال لها الى الشام
تاجرا و تعطينه افضل ما
كانت تعطى غيره من التجار
مع غلام لها يقال لهاميسره
فقبله رسول الله منها۔

(ابن ہشام جلد ۱ صفحہ ۱۳۶)

اگر ہم اس بیان کو درست تسلیم کر لیں جب بھی یہ نہیں مان سکتے کہ اس عملی اشتراک کا معاہدہ رسول اللہؐ نے کر لیا اور شفیق چچا جناب ابو طالب علیہ السلام کو خبر نہیں دی۔ یہ تسلیم کر لینے میں ہمیں کوئی عذر نہیں ہے کہ تجارت کے عملی اشتراک کے لئے جناب خدیجہ طاہرہ کی طرف سے پیغام آیا تھا لیکن جناب ابو طالب علیہ السلام کے مشورہ بغیر مرسل اعظمؐ نے ہرگز اس کو قبول نہیں فرمایا۔

جناب خدیجہ طاہرہ نے رسول اللہؐ کے ہمراہ اپنے غلام میسرہ کو کر دیا اور یہ تاکید بھی کر دی کہ آنحضرتؐ کی حیثیت مانگ و حاکم اور تمھاری حیثیت ملک و محکوم کی رہے گی اگر مال فروخت کرنا چاہیں تو تم خارج نہ ہونا اور اگر فروخت کرنا ناپسند فرمائیں تو تم بیچنے پر زور نہ دینا مگر حال ان کا خیال رکھنا تمھارا فرض ہوگا۔ اور آخر میں شفیق چچا نے بڑی تمناؤں اور ہزاروں دعاؤں کے ساتھ اپنے تخت جگر کو روانہ کیا۔ اس سفر میں بے پناہ کرا متوں اور بچہ معجزات کا ظہور ہوا۔ سامان تجارت کے کہ جب مرسل اعظم شامی منڈی میں پہنچے تو حجاز و یثرب کے تجار کافی فائدہ کے ساتھ اپنا اپنا سامان فروخت کر رہے تھے۔ جب سب کا سامان فروخت ہو گیا اور خدیجہ طاہرہ کا مال ویسا ہی دھرا رہا تو حاسدوں کو خوش ہونے کا موقع ملا خصوصاً ابو جہل نے تو باقاعدہ مذاق اُڑایا اور مسخرانہ انداز میں یہ بھی کہا کہ ”اس سے پہلے شاید خدیجہ کو کسی ایسے سفر کا تجربہ نہ ہوا ہوگا جس میں ان کا سامان سامان میں ہی دھرا رہ گیا ہو“ لیکن تھڑے ہی وقفہ کے بعد اس طرح لوگ سامان خریدنے کے لئے دُڑنے لگے کہ تو بھلی۔ صاف بات ہے کہ دوسرے لوگ اپنا اپنا مال فروخت کر چکے ہیں

اب تو صرف چند بنی ہاشم اور خدیجہ کا مال بازار میں باقی رہ گیا تھا نتیجہ یہ ہوا کہ خدیجہ کو اس سفر میں اتنا فائدہ ہوا کہ آج تک اتنا فائدہ کبھی ہوا ہی نہیں تھا۔

جب یہ قافلہ تجارت منزل پہ منزل آنحضرت کی قیادت میں شام کی طرف بڑھ رہا تھا تو ایک منزل آئی جہاں قافلہ نے پڑاؤ ڈالا اور آنحضرت ایک درخت کے نیچے تشریف فرما ہوئے۔

نسطور راہب نے (قدیم پیشگو یوں کی روشنی میں کہا) اس درخت کے نیچے تو صرف نبی ہی نزول اجلال فرما سکتا ہے اور معرفت کے لئے پوچھا کیا ان کی آنکھوں میں سُرخ (ہمیشہ رہتی) ہے تو میسرہ (غلام) نے اس کی تصدیق کی کہ ہاں وہ نہیں دُور ہوتی نسطور راہب نے فیصلہ سنا یا کہ یہ نبی اکرم اور خاتم النبیین ہیں۔

فقال نسطور الراہب
ما نزل تحت هذه الشجرة
قط الانبياء ثم قال لميسرة
افى عينيه حمرة قال نعم
لا تعسما قال هو نبى و
هو اخرا الانبياء۔

(طبقات ابن سعد جلد ۱ ص ۱۸۷)

اس طرح مال تجارت فروخت کر کے جب وطن واپس آئے تو اتفاق تھا یا قدرت کا انتقام کہ اس وقت خنزادی عرب اپنے بالا خانہ پر تشریف رکھتی تھیں دیکھا کہ ایک شخص چلا آ رہا ہے اس کے سر پر ابر کے ٹکڑے نے سایہ کر رکھا ہے اس کے علاوہ دو ٹکڑے اور بھی ہیں جو الگ سے آنے والے پر سایہ کئے ہیں جناب خدیجہ نے ساتھ کی تمام عورتوں کو دکھایا جس پر سب نے بیحد تعجب اور

حیرت کا اظہار کیا۔۔۔۔۔ جب آپ آئے تو جناب خدیجہؓ نے دریافت کیا کہ "میسرہ کہاں ہے" آپ نے فرمایا کہ وہ پیچھے آتا ہے ساتھ ہی آپ نے خنزادی کو نوید بستر سنانی کہ مال بہت فائدے کے ساتھ فروخت ہوا جس کو سن کر خدیجہؓ مسرور ہوئیں۔۔۔۔۔ تھوڑی ہی دیر بعد میسرہ غلام آیا اس سے حالات سفر دریافت کئے اس نے ازل سے آخر تک تمام حالات سفر اور سرگردشت کا بلا کم و کاست کہہ سنا یا بالخصوص ان واقعات کا تذکرہ کیا جو عجیب اور حیرتناک تھے مثلاً کھانے کے بعد کھانے کا بچ رہنا جس کی جناب خدیجہؓ نے آنحضرتؐ کی دعوت کر کے تصدیق کر لی۔ یا آنحضرتؐ کو گزرتے دیکھ کر بخرو جبر کا سلام کرنا۔ منظر راہب نے جو پیشگوئیاں کی تھیں اس کا تذکرہ حامدوں اور دشمنوں کی رسوائی اور اپنی سرخروئی کے واقعات کا ذکر کیا اور یہ بھی میسرہ نے کہا کہ وہ فلک آفتاب کی حرارت سے آنحضرتؐ کو محفوظ رکھنے کے لئے آپ کے سر پر سایہ کئے رہتے تھے جس کا علم خدیجہؓ طاہرہ کو اس سے پہلے ہی ہو چکا تھا۔۔۔۔۔ میسرہ کی زبانی آنحضرتؐ کے واقعات و حالات کو سن کر جناب خدیجہؓ طاہرہ اتنی مسرور ہوئیں کہ میسرہ کو آزادی کا پروانہ دے دیا اور ساتھ ہی ساتھ بہت سی دولت بھی دی تاکہ مجھ سے جدا ہو کر غریب تکلیف نہ اٹھائے۔

یہ موقع سرعت سے آگے بڑھ جانے کا نہیں ہے ٹھہر کر سوچئے کہ جناب خدیجہؓ کیوں مسرور ہوئیں۔ اور سرت بھی اتنی زیادہ کہ خبر دینے والے لائق غلام کو آزاد کر دیتی ہیں۔ میرے خیال سے جناب خدیجہؓ طاہرہ کے جذباتِ دلا کے سمجھنے

کے لئے صرف یہ واقعہ ہی کافی ہے ————— واقعہ یہ ہے کہ جناب خدیجہ کے خاندان کو صرف سیادت و سردی ہی کافی نہیں حاصل تھا اس خاندان میں زمانہ قدیم سے علم بھی خیمہ زن تھا۔ سب کو معلوم ہے کہ ورقہ بن نوفل جو ————— حضرت خدیجہ کے چچا زاد بھائی ————— آسانی کتابوں کے ایک جید عالم تھے یقیناً گھر کے اندر علمی مذاکرات آسانی کتابوں کے تذکرے اور صفت انبیاء کے چرچے ہوئے رہتے تھے اور ان باتوں سے خدیجہ طاہرہ کے کان بھی آشنا تھے۔ اپنی خداداد ذہنیت و صلاحیت و استعداد علمی اور عقل و شعور کے ذریعہ شہزادی اس امر سے بخوبی واقف ہو گئی تھیں کہ اس دور میں ایک نئی پیدا ہونے والے ہیں۔ چنانچہ اپنے غلام میسرہ کی زبانی ان باتوں کو سن کر شاداں و فرحاں اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے ہاں تشریف لے گئیں اور سارے واقعات کو بن و حن ان کے سامنے دہرایا ————— بیان سن لینے کے بعد دو عالم علوم ربانی گویا ہوا۔

اگر یہ درست ہے تو خدیجہ یقیناً محمد اس امت کے نبی ہیں۔ بے شک میں پہچانتا ہوں کہ زمانہ کو جس نبی کا انتظار ہے اس امت کے ہونے والے نبی ہیں۔

لئن کان هذا حقاً یا خدیجہ
ان محمد انبی هذه الامة وقد عرفت
انه کائن هذه الامة نبی منتظر
هذا زمانه -

(سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۱۷۱)

خدیجہ طاہرہ کی تلاش و جستجو حقیقت کی دریافت کا شوق اور مسلسل ہنگامہ دار غور و فکر کی نورانی تڑپ کو بڑی آسانی سے تاریخ کے صفحات پر دکھایا جاسکتا ہے

اور تاریخ اپنی زبان میں جو کچھ کہہ رہی ہے اس کو سنا اور سمجھا بھی جاسکتا ہے۔
 سیدہ خدیجہؓ کی بے پایاں مسرتوں کی وجہ کسی قدر اس انسان کو معلوم ہو سکتی ہے
 جو کسی نقشہ کی رہبری میں پہاڑوں کے دامن میں خزانہ تلاش کر رہا ہو۔ خزانہ
 کے آثار کے دریافت ہونے پر اس کو کتنی خوشی اور مسرت ہوتی ہے خزانہ کا
 ڈھونڈنے والا ہی بنا سکتا ہے۔

میسرہ کی زبانی جب وہ واقعات سننے میں آئے آسانی کتابوں کی روشنی
 میں جو کسی نبیؐ ہی کے اندر پائے جاسکتے ہیں اور اس پر مستزاد دستورِ راہب کی
 پیشگوئی خدیجہؓ کے گوش گزار ہوئی تو خدیجہؓ کی روح فرط مسرت سے جھوم اٹھی
 اور خنرا دی عرب اپنے معین کردہ شعوری، وجدانی اور روحانی خطوط کی روشنی
 میں خود کو غور و فکر پر مجبور پائے لگی۔ اس غور و فکر کو آخری فیصلہ کی شکل میں
 تبدیل کرنے کے لئے آپؐ نے گذشتہ آسانی کتابوں کے عالم در قدہ بن و فیل سے
 تصدیق چاہی انھوں نے اپنے علم و یقین کے ساتھ اہی کہا جس کی گواہی
 خدیجہؓ طاہرہ کا دل پہلے ہی دے رہا تھا۔

آخری نبیؐ کے مبعوث بہ رسالت ہونے کی خبر کچھ ڈھکی چھپی بات نہیں تھی
 صاحبان کتب ساوی اور عالمانِ صحت انبیاء نے آخری نبیؐ کے سلسلہ میں کامیاب
 اور پُر اثر تبلیغ کی تھی۔ یہاں تک کہ مدینہ کے یہود بھی آنے والے نبیؐ کے سلسلہ
 میں آئے دن اس کا تذکرہ کرتے رہتے تھے چنانچہ انصارِ مدینہ ایک حد تک
 انہیں یہودی ملأ کی پیشینگوئیوں سے متاثر ہوئے تھے عقبہ اولیٰ و عقبہ ثانیہ
 کی بیعتیں اسی متاثر کا نتیجہ تھیں۔ پورا عرب ان پیشینگوئیوں سے گونج رہا تھا۔

اور جاہلیت کی شب دیکھو اپنی تاریکی میں اس انتہا کو پہنچ چکی تھی جس میں
صالح قلب و دماغ گھٹن محسوس کر رہے تھے اور وہ رہ رہ کر اس تاریکی میں
روشنی کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہے تھے انھیں کامل یقین تھا کہ گمراہی، ضلالت
اور جہالت کی شب تاریکی اپنی انتہا کو پہنچ چکی ہے عنقریب ہدایت کے افق سے
صدق و حق کی نورانی سحر طالع ہونے والی ہے۔ جناب ابوذر غفاری اور ان کے
بھائی انیس یا اسی قسم کے روشن نام تاریخ اسلام کے صفحات میں دیکھے جاسکتے ہیں۔
شہزادی عرب جناب خدیجۃ الکبریٰ علیہا السلام کی ذات ستودہ صفات بھی
ان تمام صالح دل و دماغ اور صاحبان فکر و نظر کی فہرست میں خاصی اہمیت کی
حامل ہے۔ ————— مبداء فیاض سے انھیں جو عقل سلیم اور فہم ستقیم کی دولت
ملی تھی اور قہر رب نے ان کے لئے اس سلسلہ میں جو آسانیاں فراہم کی تھیں
شہزادی عرب نے ان سے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔

مشیت الہی بھی قدم قدم پر جناب خدیجۃ طاہرہ کی تلاش و جستجو اور ذوق
تحقیق کو سہارا دیتی رہی چنانچہ اس سلسلہ میں مورخین کا یہ بیان قابلِ لحاظ ہے
کہ عید کے موقع پر جناب خدیجۃ طاہرہ اپنی سہیلیوں کے ساتھ ایک مقام پر
تشریف فرما تھیں یکایک ادھر سے ایک شخص یہ کہتا ہوا گذرا کہ ”مکہ کی حمد تو!
تمہارے شہر میں ایک نبی مبعوث ہونے والا ہے جس کا نام احمد ہوگا تم میں
سے جس کی قسمت پادری کرے اس کو چاہئے کہ وہ اس کی رفیقہ حیات بن جائے“
اس منادی کے بعد کچھ لڑکیاں ذریب مسکرا کر رہ گئیں، کچھ نے اسے برا بھلا کہا

اور کچھ نے اس پر کنگریاں بھی پھینکیں لیکن شہزادی عرب کی سنجیدگی و متانت میں تہہ
وہ تہہ اضافہ ہو گیا اور وہ غور و فکر کے دریا میں غرق ہو گئیں۔ طبقاتِ واقعی حلیہ میں
ان بہت سارے حالات و واقعات کی روشنی میں یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ
ادائلِ عمر ہی سے جنابِ غدیدہؓ کی محبتیں نکلا ہیں اپنے تابناک اور روشن مستقبل کی
دیکھ رہی تھیں۔ آفتابِ رسالت کے طلوع کا انھیں شدت سے انتظار تھا۔
اُن کے زورانی قلب، ہدایت یافتہ دل، ایسانی بصیرت، روحانی قوت اور
بیدار شعور نے جیسے انھیں اطمینان دلادیا تھا کہ وہی اس خاص شرف اور
مخصوص فضیلت کی مستحق ہیں۔

شہزادیِ غدیدہؓ نے ایک دن خواب دیکھا کہ میرے گھر میں سورج اُتر پڑا
ہے اور اس کی روشنی سے مکہ کے تمام گھر اور درود پوار جگمگا اُٹھے حسبِ دستور
وہ اُٹھیں اور مسرت و عقیدت کے بڑے بڑے جذبات کے ساتھ وہ سیدھی
درود بنِ نوفل کے پاس پہنچیں اپنا خواب بیان کر کے تفسیر پوچھی، درود بن
نوفل نے خواب کی سچی تفسیر بتائی کہ تمھاری شادی ایسے شخص سے ہوگی جس کو
اشتر بنوت ورسالت کے عہدہ جلیلہ سے سرفراز فرمائے گا۔
خواب کی اس تفسیر نے شہزادی کے عزم و ارادے کو مزید تقویت بخشی، طاہرہؓ کو
یقینِ واقعی ہو گیا کہ خاتم النبیینؐ کی زوجیت کا شرف انھیں کا مقدر ہے اور
اسی یقین کی بنا پر وہ شرفاء و رؤسایا عرب کے آئے ہوئے تمام پیغاماتِ عقد کو
پائے حارث سے ٹھکراتی رہیں۔

عرب کی عظیم شہزادی نے ”لعمدہ“ کے پیغامات کو ٹھکر مار کر ثابت کر دیا

کہ ان کی نگاہیں مادیات سے مادر اور روحانیت کی بلندیوں کی جواہریں —
 دوسری طرف تضاد و قدر الہی اور مشیت خداوندی کا بھی یہی تقاضہ تھا کہ اسی
 طاہرہ و ستیدہ، عقیدہ و لبیبہ، شریفہ و رئیسہ خاتون ہی کو نبوت کے بیت الشرف
 کی زینت بنایا جائے اور شہزادی عرب — خدیجہ طاہرہ —
 ہی کی پاک و پاکیزہ گود میں "شہزادی نور" — ستیدہ زمہرا — کی
 پرورش ہو۔ تاکہ اسلامی تحریک اور محمدی تبلیغ پائدار اور مضبوط ہو سکے۔
 میں اپنے اس خیال میں حق بجانب ہوں کہ اس شادی میں قطعی طور پر
 قدرت کو دخل تھا صادق دایمن پیغمبر کے لئے اس سے بہتر مشیت ممکن ہی نہیں
 تھا۔ میرے اس خیال کی تائید عباس محمود العقاد بھی کرتے ہیں —
 چنانچہ وہ لکھتے ہیں :

"اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص منشاء اور تصرف کے ماتحت خدیجہ بھی
 پاکباز اور غمگسار خاتون کو آپ کے لئے چنا۔"

(مائتہ مترجمہ محمد احمد بانی بیتی مشق)

اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ مرسل اعظم کی شادی تو بس ایک ہوئی —
 شہزادی عرب خدیجہ الکبریٰ کے ساتھ۔ چھوٹے بڑے، سنی شیعہ اور مسلم وغیر مسلم
 تمام مومنین کا بیان ہے کہ عرب و روم، امراء، شرفاء اور تجار یہی چاہتے
 تھے کہ ان کی شادی عرب کی شہزادی سے ہو جائے اس کے لئے وہ لوگ
 بڑی سے بڑی قربانی بھی دینے کے لئے تیار تھے۔ لیکن ستیدہ خدیجہؓ نے
 کسی کی طرف توجہ نہیں کی اور تمام درخواستہائے عقد کو یکدم مسترد اور

عظمت و جلال کا فخر، صبر و شکر کی تصویر، عظمت و سیادت کی نشانی، اُومیت کی قدر و ادا اور اقدار انسانیت کی نگراں و محافظ بھی ہیں۔ وہ ظاہرہ ہیں، سیدہ ہیں، عمدہ عادات اور اچھے اخلاق کی مالک ہیں، وہ کسی امیر سے شادی کر کے اپنی دولت میں وہ چند اضافہ تو کر سکتی تھیں لیکن ان کی روح کو سکون دل کو قرار اور قلب کو اطمینان نصیب نہ ہوتا۔ اپنی بے انتہا عظمتوں کی بلندیوں سے گر کر سیدہ قریش اور عقیدہ عرب کسی کو اپنا شریک زندگی کیسے بنا سکتی تھیں۔

بہت ممکن ہے کہ پیغام دینے والے رفیسوں کو درخواست کے نامظور اور پیغام عقد کے مسترد ہونے پر افسوس ہوا ہو۔ لیکن شہزادی خدیجہ ایسا کرنے پر مجبور تھیں۔ کسی عقلمند سے زندہ کبھی لٹکنے کی توقع کہاں کی دانشمندی ہے۔ خدیجہ ظاہرہ کا معیار نظر بتاتا ہے کہ اگر مرسل اعظم نہ ہوتے تو وہ ساری عمر ناگوار رہنا گوارا کر لیتیں لیکن کسی پست و بفضول کو اپنا شریک زندگی نہیں بنا سکتی تھیں۔ نبی کریمؐ نے شہزادی نور جناب معصومہ عالم کے لئے فرمایا تھا کہ ”اگر علیؑ نہ ہوتے تو کوئی فاطمہؑ کا کفو نہ ہوتا“۔ اس نور کی شہزادی کی والدہ ماجدہ سیدہ خدیجہ کے لئے بھی کہا جاسکتا ہے کہ اگر مرسل اعظم نہ ہوتے تو شہزادی عرب کا بھی کوئی کفو نہ ہوتا۔

افسانہ سائے عقد

زور و سیم اور تخت و تاج کی چمک دمک اور مخصوص نظریات و مقاصد کے تحت لکھی جانے والی تاریخ اسلام میں بہت سارے اول قول ، قصے ، کہانیوں اور افسانوں کو جگہ دیدی گئی جن کی کوئی حقیقت اور اصلیت سرے سے نہیں — اور حقائق و معارف سچے واقعات ، اصل حالات اور واقعی امور کو قطعاً نظر انداز کر دیا گیا۔ اس سازش میں محراب کے پیش نماز، منبر کے خطیب ، مکتب کے مدرسین ، عدالتوں کے قاضی ، سفیر افتا پر بیٹھے والے مفتی ، بادشاہ اور درباری علماء سب ہی مشرک ہیں۔ غریب مورخ بھی کیا کرتا — کیا وہ جان بوجھ کر موت کے دریا میں پھلانگ لگاتا اپنی بیوی کو بیوگی اور بچوں کو یتیمی کے سپرد کرتا لہذا اس نے بھی مورخانہ دانتوں کو پامال کر کے وہی لکھنا گیا جو تخت و تاج کا مزاج چاہتا تھا اور جس کے لکھنے پر اس کو بیش بہا خلعت جاگیریں اور انعام ملتا تھا۔

حضرت عائشہ کو صدیقہ ، محبوبہ رسول اور حضور کی تمام بیویوں میں انہیں عذرا ثابت کرنے کے لئے پوری دنیا سے اسلام — جس کا مذہبی رشتہ مدینہ سرکار سے قائم تھا — حرکت میں آگئی ، مفسرین و محدثین اور مؤرخین کی فوجیں تاجر اس کام میں منہمک ہو گئیں ، حق کو باطل اور دن کو رات ثابت کرنے کی جو ذمہ داری لی تھی وہ ان لوگوں نے پوری کر دی۔

بڑی خوبصورتی سے حضرت عائشہ کی آسانی تصویر۔۔۔۔۔ جو تاریخ کے
کمرہ سے کھینچ کر جبریلؑ کے ہاتھوں پینٹ کرائی گئی تھی۔۔۔۔۔ جبریلؑ ہی کے
مقدس ہاتھوں سے پارچہ حریر میں تہہ در تہہ لپیٹ کر کئی بار حضورؐ کے سامنے
پیش کی گئی۔ خواب میں ہونے والی بیوی کو دکھایا گیا۔ نہایت عجلت کے
ساتھ گل چٹھے یا سائت برس میں شادی کر دی گئی۔۔۔۔۔ لطف یہ ہے کہ
مورخین نے روایتوں کو حضرت عائشہؓ ہی کی زبانی بیان بھی کیا ہے۔

شہزادی عرب حضرت خدیجہ الکبریٰؓ کے لئے مورخین نے بیان دیا کہ
ام المومنین ہونے سے قبل ان کی دو شادیاں ہو چکی تھیں۔ پہلی شادی
ابوہالہ بن زرارہ بن نباش بن عدی ثمیمی سے ہوئی اور ایک لڑکا ”ہنہ“
پیدا ہوا جو جنگ صفین یا جمل میں جناب امیرؓ کی ہمراہی میں درجہ شہادت پر
فائز ہو گئے اور دوسری شادی عقیق بن عائذ بن عبداللہ بن عمر خزومی سے
ہوئی جس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔۔۔۔۔ اس جھوٹ کا اس طرح
پر دہیکندہ کیا گیا کہ بعض علماء شیعہ نے بھی اس کو سچ ہی سمجھ لیا۔۔۔۔۔
سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ بنانے والی طاقت کو پہچانے بغیر ہم اس مسئلہ پر
غور کرنے کے قابل نہیں ہو سکتے۔ لہذا میں اس طاقت کو پیش کرنا چاہتا
ہوں جس نے یہ سب گھل بھلائے ہیں۔

چونکہ جماعت حکومت۔۔۔۔۔ مدینہ سرکار۔۔۔۔۔ اہلسنت کے
مقابلے پر قائم کی گئی تھی جن کا مرسل اعظمؐ سے قوی ربط ظاہر تھا لہذا مقابل
جماعت حکومت مجبوراً ہی کہ حضورؐ سے اپنے خصوصی ربط کا اسی پیمانے پر

مظاہرہ کرے لہذا اصحاب و ازواج کو اہلبیت کرام کا مقابل قرار دیا گیا۔۔۔۔۔ جبکہ جماعت اور ان کی پشت پناہی کرنے والے بھی خیر سے اصحاب و ازواج میں داخل تھے حالانکہ اصحاب و ازواج میں وہ بھی تھے جو اہلبیت کرام کی حمایت کر رہے تھے مگر پروپیگنڈہ کی زیادتی بلکہ تشدد نے ان حضرات کو قطعاً نظر انداز کیا اور عوام کی نظروں سے انھیں پوشیدہ کر دیا ورنہ اصحاب و ازواج دونوں گروہ متفق نہ تھے بلکہ دونوں طرف بٹے ہوئے تھے مگر اکثریت کا نام چلتا ہے اور پروپیگنڈہ اسے اہم بنادے تو دوسرا غیر اہم ہو کر مٹ جاتا ہے قوت و شدت کا دستور یہی ہے۔ ورنہ امت پیغمبر سے قبل اصحاب و ازواج کی اس اہمیت کا مسئلہ کبھی نہیں اٹھا تھا جس اہمیت سے اس کا تذکرہ آج کیا جا رہا ہے۔

انبیاء ماسبق اور حضور کی امت کی تاریخوں کے سرسری مطالعہ سے بھی یہ اندازہ ہوتا ہے کہ کچھ مسائل جن کو امت پیغمبر میں بے حد اہمیت حاصل ہوئی وہ مسائل انبیاء ماسبق کی امتوں میں موجود ہی نہ تھے۔۔۔۔۔ سوچنا پڑتا ہے کہ اگر یہ مسائل دینی تھے تو پچھلی امتوں میں زیر بحث کیوں نہ آئے وہ حضرات ظاہر ہے کہ پچھلے انبیاء میں سوائے جناب داؤد و سلیمان اور جناب یوسف علیہم السلام کسی نبی کو بھی حکومت حاصل نہیں ہوئی بلکہ یہ تمام حضرات دینی ریاست کے سربراہ تھے اس کے برخلاف مرسل اعظم کو دینی اور دنیاوی دونوں اقتدار حاصل ہوئے مگر جناب داؤد و سلیمان و یوسف علیہم السلام کے بعد مسئلہ خلافت اس لئے نہیں پیدا ہوا کہ نبوت ختم نہیں ہوئی تھی نبی کے بعد

دل و دماغ میں جگہ دلانے کے لئے ضرورت تھی کچھ نظریوں کی، کچھ فلسفوں کی اور کچھ نئے مسائل کی اسی ضرورت نے وہ مسائل سمیت پیغمبر آخر الزماں میں پیدا کئے جن کا سابقہ اُمتوں میں ذکر بھی نہیں ملتا۔

آج بھی کوئی صاحب کتاب مذہب کتاب کے کافی ناکافی کی بحث میں نہیں الجھتا مگر مسلمانوں نے واقعہ قرطاس کے بعد سے اس بحث پر غریب برباد کی ہیں اور لاکھوں ٹن کاغذ، ہزاروں من سیاہی سے کالا کیا جا چکا ہے حالانکہ اس نظریہ کو تاریخ کی کسوٹی پر پرکھنا اس عہد کے مسلمان کے لئے کچھ مشکل نہیں ہے قرآن اگر کافی ہوتا تو نہ مباہلہ ہوتا نہ مباہلہ میں آل محمد کو لانے کی ضرورت ہوتی۔ قرآن اگر کافی ہوتا تو سفیرِ نبی ساعدہ میں خلافت قرآن سے طے ہوتی نہ کہ حدیث سے۔ قرآن اگر کافی ہوتا تو مجلسِ نبوی میں قرآن کے بعد سنتِ نبوی اور میرتِ شیخین کی شرطیں نہ لگائی جاتیں۔ قرآن اگر کافی ہوتا تو خلفاء کو علی سے مسائل پر چھٹنا نہ پڑتے اور تاریخ میں کسی کا یہ بیکساں فقرہ نقل نہ کیا جاتا کہ ”اگر علی نہ ہوتے تو میں ہلاک ہو جاتا۔“ قرآن اگر کافی ہوتا تو مقدمہ فدک کا فیصلہ قرآن سے ہوتا لاوارث حدیث کا سہارا نہ لیا جاتا۔

اسی طرح ایک مسئلہ خطاء اجتہادی ہے باطل کی نقاب پوشی کے لئے یہ ایک نئی تدبیر ہے جس کی ایجاد کا غرض صرف امتِ خاتم النبیین کو حاصل ہے اور یہ وہ عظیم ذہانِ نفع ہے جو شیطان کو بھی نہ سمجھی کہ سیدھا دربارِ الوہیت سے نکل آئے اور یہ نہ کہہ سکا کہ میں رحیم نہیں ہوں بلکہ نیک نیتی سے اختلاف رائے کر رہا ہوں زیادہ سے زیادہ میرے اجتہاد کو خطا کہا جاسکتا ہے۔

اس کے برخلاف جو علی بن ابی طالب سے لڑے وہ تمام لوگ اس لئے جنتی ہیں کہ ان کی نیت بخیر تھی سمجھنے میں انھوں نے غلطی کی تھی۔ اسی طرح جو حضرت علیؑ کی مدد سے گھر بیٹھ رہے وہ بھی قابل معافی ہیں اس لئے کہ جو کچھ غلطی ہے وہ صرف اجتہادی خطا ہے۔

اگر خطا اجتہادی واقعی درست بات ہے تو قاتلان عثمان کیوں قابل گزشتہ قرار دیئے جائیں، انھوں نے قتل کیا یہ ان کی خطا اجتہادی ہے۔ اس کو تسلیم کرنے میں مسلمانوں کو کیا عذر ہے؟

اسی طرح کبھی انبیاء و اہل سنت میں انتخاب امت سے کوئی منتخب ہی نہیں ہوا مگر اس امت کو یہ عارضہ بھی لاحق ہوا۔ انتخاب امت وہ لفظ ہے جو کبھی شرمندہ معنی نہ ہوا اور وہ خواب ہے جس کی تعبیر کبھی دیکھنے میں نہ آئی اور وہ اصول ہے جس پر کبھی عمل نہیں ہوا۔

سید

شہزادی عرب جناب خدیجۃ الکبریٰ — شہزادی کور فاطمہ زہرا کی

والدہ، حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کی خوشدامن اور حضرت جنتین علیہما السلام کی جدہ ماجدہ تھیں اس لئے ان فلسفوں کے پایوں پر قائم شدہ حکومت کا اشارہ پاتے ہی محدثین کی زبانیں اور مورخین کے قلم گردش میں آ گئے۔ اگر خدیجہ طاہرہ کو صدیقہ اور محبوبہ رسول کہہ دیا جاتا تو جماعت حکومت کی عظیم نمائندہ حضرت عائشہ کو کیا کہا جاتا اور اگر ام المومنین خدیجہ کو عذرا کہہ دیتے تو حضرت عائشہ کو فخر کرنے کا یہ موقع کہاں ملتا کہ

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سوا اور کسی کنواری عورت سے شادی نہیں کی۔“

(عائشہ از عباس محمود العقاد مترجم احمد پانی پتی)

حضرت عائشہ کو اپنے کنواری ہونے پر کتنا ناز تھا صاحبان غیرت اس بات کو عہدِ حبشہ کے نامور عربی مورخ عباس محمود العقاد ہی کی زبانی سماعت فرمائیں:-

”تمام بیویوں میں حضرت ام سلمہ حضرت عائشہ کا کلمہ کلمہ مقابلہ کیا کرتی تھیں چنانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طبیعت اور مرثیت سے ابھی طرح واقف تھے اس لئے ان سے بہت اچھا سلوک کرتے تھے حضرت عائشہ کو یہ دیکھ کر بہت تکلیف ہوتی تھی چنانچہ وہ بیان کرتی ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے میں نے کہا ”آپ سارا دن کہاں بیٹھتے؟“ حضور نے جواب دیا حیراء میں ام سلمہ کے پاس تھا۔ میں نے کہا ”نہ معلوم ام سلمہ کے پاس بیٹھ کر آپ کو کیا ملتا ہے؟“ حضور یہ سن کر مسکرا دیئے اور زبان سے کچھ نہیں کہا۔ میں نے کہا ”یا رسول اللہ یہ تو بتائیے دو گھنٹیاں ہوں ایک گھنٹی بھر ہو جس کا سبزہ جافوہی نے کھا کر ختم کر دیا ہو اور ایک گھنٹی سرسبز شاداب ہو اور جافوہی سے بالکل محفوظ تو آپ کس گھنٹی میں سیر کرنا پسند کریں گے؟“ حضور نے جواب دیا ”سرسبز شاداب گھنٹی میں“ میں نے کہا تب میرا رتبہ دوسری تمام بیویوں سے بلند تر ہے کیونکہ میرے سوا اور کوئی کنواری عورت آپ کے حقد میں نہیں آئی۔“

(عائشہ ترجمہ محمد احمد پانی پتی ص ۱۵۳)

اپنے کنواری ہونے پر حضرت عائشہ کو کس قدر نا اہل ہے۔۔۔ "میرا رقبہ
تمام بیویوں سے بلند تر ہے" کیوں صرف اس لئے کہ وہ کنواری ہیں یعنی خداوند عالم
کے بیان کردہ معیار برعزت

ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ | خدا کے نزدیک تم سب میں بڑا عزت دار
(پ ۲۶ - حجرات ۱۳) | وہی ہے جو بڑا برہینر گزار ہے۔

کو حضرت عائشہ بدلنے کی کوشش فرما رہی ہیں انہوں نے غالباً مرسل اعظم کو
دنیا کے ان شہروں جیسا سمجھ لیا تھا جو حسن و شباب کے فریفتہ اور گردیدہ ہوتے
ہیں۔ اس روایت کو دیکھ کر ہم یہ محسوس کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ کو نبوت کی قطعی
کوئی معرفت ہی نہیں تھی۔

حضرت عائشہ خلاف حکم قرآن رسول کبریا کا تعاقب کرتیں اور ان کی
ٹوہ میں لگی رہتی ہیں قرآن کا ارشاد ہے :

ان بعض الظن انہم ولا تحسبوا | بعض بدگمانی گناہ ہے اور آپس میں ایک
ولا یغتب بعضکم بعضا۔ | دوسرے کے حال کی ٹوہ میں نہ رہا کرو اور
(پ ۲ - حجرات ۱۳) | نہ تم میں سے ایک دوسرے کی غیبت کرے۔

حکم قرآن کی حضرت عائشہ کو کبھی پروا نہیں ہوئی انہوں نے ہمیشہ وہی
کیا جو ان کا جی چاہتا تھا۔ اپنی بدگمانی کی بنا پر حضرت عائشہ راقوں کو
مرسل اعظم کا دبے قدموں تعاقب کیا کرتی تھیں ان کو اس بات کا شک رہا کرتا
تھا کہ مبادا حضور میری باری میں کسی اور بیوی کے ہاں جاتے ہوں۔۔۔
اگر حضرت عائشہ حضور کی مجاہدہ جوتیں تو ایسی مدد کی ضرورت پیش نہ آتی اور

حضرت عائشہ کبھی اپنے کو اتنا گرا کر حضورؐ کے سامنے نہ پیش کرتیں ہم سمجھتے ہیں کہ ابھی اوپر جو روایت نقل کی گئی ہے وہ دنیا کی کسی غیرت دار اور شریف عورت کی زبان پر نہیں آسکتی۔

شہزادی عرب حضرت خدیجہ طاہرہؓ کے سلسلہ میں مجھے جو کچھ کہنا ہے اسے بعد میں عرض کروں گا پہلے اس امر کی تحقیق ضروری ہے کہ حضرت عائشہؓ کنواری تھیں یا نہیں۔ اس سلسلہ میں خود حضرت عائشہؓ کی زبانی جو روایتیں ہم تک پہنچی ہیں ان کے دیکھنے سے تو معلوم ہوتا ہے کہ منظر کی عمر شادی کے وقت بہت ہی کم تھی اس حساب سے زفاف کے وقت آپؐ کی عمر مشکل سے مورخین ۱۵ سال تک پہنچا پائے ہیں خوش عقیدہ مسلمانوں کے لئے تو یہ سجدنا زاد افتخار کی بات ہے لیکن اس بات پر زمانہ بنگلیں بجاتا اور غیر مسلم مورخین بانی اسلام پر سخت تنقید کرتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ کے سلسلہ میں میں اپنی طرف سے کچھ کہنے کا حق نہیں رکھتا اس لئے ثبوت کے لئے خوش عقیدہ مسلمانوں کی تحریروں کو پیش کروں گا۔ پہلے آپؐ عصر حاضر کے نامور مورخ عباس محمود العقاد کا بیان ملاحظہ فرمائیں۔

”یہ امر محقق نہیں ہو سکا کہ حضرت عائشہؓ کس سن میں پیدا ہوئیں تاہم اغلب خیال یہ ہے کہ ان کی ولادت ہجرت سے گیارہ سال قبل ہوئی اس لحاظ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد زوجیت میں آنے کے وقت ان کی عمر چودہ سال کے ٹک بھگ جتی ہے۔“ (صفحہ ۵)

مورخ مذکور دوسرے مقام پر بھی لکھتے ہیں کہ

”ہمارے نزدیک قرین قیاس امر یہ ہے کہ نصرت کے وقت حضرت عائشہؓ

کی عر بارہ سے کسی طرح کم اور پندرہ سال سے زیادہ نہ تھی ۔

(عائشہ سترجہ شیخ محمد محمد پانی پتی رحمہ اللہ)

زمانہ اسی بات کو تسلیم بھی کرے گا جسے عقل قبول کرے۔ یقیناً عقل و خرد کی دنیا حیران تھی یہ سن کر کہ جس سال مرسل اعظمؐ کے دو عظیم محسن اور چاہنے والوں نے رحلت کی جس سال کو غم و الم سے متاثر ہو کر آپؐ نے عام احزن کے نام سے یاد کیا اور گھر سے باہر نکلنا بالکل کم کر دیا اس سلسلہ بعثت میں آپؐ نے دوسرا عقد بھی کیا۔

سیدہ خدیجہ حبیبیہ رفیقہ حیات کے اٹھ جانے کے بعد یہ عقد ہوا۔ عقد کی وجہ مومنین یہ بتاتے ہیں کہ حضرت خدیجہ طاہرہؓ کے بعد مرسل اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت ہی مغموم و مہزون رہتے تھے۔ ہمدردوں نے حضورؐ کو رائے دی کہ آپؐ دوسرا عقد فرمائیں تاکہ غم غلط ہو سکے۔ اگر حضرت عائشہؓ کی عمر چھ سات برس فرض کی جائے جیسا کہ عموماً مومنین اسلام بیان کرتے ہیں تو کوئی عقل و خرد کی دنیا کو مطمئن کیسے کر سکتا ہے۔ اس سن و سال کی بچی کو عزت کہلاتی ہے یا بچی؟ کیا حضرت عائشہؓ کے ساتھ عقد کرنے سے حضورؐ کا غم غلط ہو سکتا ہے۔ آپؐ کے گھر کی سسر تیں لوٹ سکتی ہیں اور شادی کے جوڑاؤں ہیں وہ حاصل ہو سکتے ہیں؟ ان امور پر غور کرنا مومنین اسلام کے لئے حرام ہے۔ طبع کی بات یہ ہے کہ نامی گرامی مومنین کو حضرت عائشہؓ کی رعایت و ستیاب ہوئی باقی صحابیات کے سارے دروازے ان کے لئے بند تھے ظاہر ہے کہ عزت اپنی عمر کم نہ بنائے گی تو کیا یہ کہے گی کہ میں شادی کے وقت بڑھ چکی تھی۔ دنیا کی

تھاری لڑکی سے کر دیا تو تم ہمارے لڑکے کو صابی تو نہیں بناؤ گے اور اپنے
 دین میں تو اسے شامل نہیں کرو گے؟“ حضرت ابو بکر صدیق نے اسے ٹوک کر
 جواب دیا بلکہ مطعم سے مخاطب ہو کر کہنے لگے تم کیا کہتے ہو؟، ”مطم نے اس کے
 سوا اور کچھ نہ کہا کہ میری بیوی نے جو کچھ کہا ہے وہ تم نے سن ہی لیا ہے اب
 تمہارے جواب پر ہمارے آئندہ رویہ کا انحصار ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق کو
 جیسے نسبت توڑنے میں کوئی امر مانع نہ تھا انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم کا پیغام قبول کر لیا اور ہجرت سے تین سال قبل شوال ۱۱ھ نبوی میں
 حضرت عائشہ کا نکاح چار سو درہم حق ہر پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ
 ہو گیا۔“
 و عائشہ منہ ستر جہ پانی ہتی ۶

اس روایت کو ذرا اور ہوشیاری سے تیار کیا گیا ہوتا تو جو نقائص وہ گئے
 ہیں وہ شاید دور ہو جاتے اور پھر عقل اس کو آسانی سے مان لیتی جس اندیشہ کا
 اظہار مطعم کی بیوی نے کیا اس کو حضرت ابو بکر کے دل میں پیدا ہونا چاہئے تھا
 کیونکہ یہ لڑکی دانے تھے لڑکے کو صابی بنانے کا کیا سوال پیدا ہوتا۔ وہ آتا اور
 لڑکی (دہن) کو لے کر اپنے گھر روانہ ہو جاتا اس کے گھر پہنچ کر حضرت عائشہ
 کے لئے مگر اسی وضو کا شدید اندیشہ تھا لیکن جیسے حضرت ابو بکر کے ہونے والے
 داماد کو ہرگز کسی قسم کے پھینکے یا صابی ہونے کا خطرہ سرے سے نہیں تھا۔
 وہ کی بات کے آگے مطعم بھی سر سمجھ کر دینے لگے۔ روایت کے حصے کئے والے
 نے نہ سوچا کہ جس ذہن میں ہذا قول میل دہکا اندیشہ ابھر سکتا ہے کہ کہیں
 یہ میرے بیٹے کو صابی نہ بنا لیں وہ حضرت ابو بکر کے اطمینان دلانے پر مطمئن

قطعا محل اور لغو ہے کہ ازدواج نبی کریم میں وہ کنواری تھیں۔ یہ سچ ہے کہ حضرت عائشہ بیوہ نہیں تھیں لیکن ان کے مطلقہ ہونے میں وہ رائے نہیں۔ کوشش کے باوجود ہمیں یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ حضرت عائشہ جبیر کے ساتھ کب بیاہی گئی تھیں اور کتنے عرصہ تک وہ جبیر کے گھر رہیں۔ اوپر کی روایت سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ صرف شادی ہی نہیں بلکہ حضرت عائشہ کی رخصتی کی رسم بھی انجام پا گئی تھی اپنے پہلے شوہر — جبیر بن مطعم بن عدی — کے ہاں منظرہ کا قیام کتنے عرصہ تک رہا نہیں معلوم چونکہ تاریخ میں کوئی ذکر نہیں ہے اس لئے ہم یہ یقین کرنے میں حق بجانب ہیں کہ حضرت عائشہ کے ہاں پہلے شوہر سے بھی کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی — جبیر کے ساتھ شادی کے بعد رخصتی اور پھر مستقل اپنی سسرال میں حضرت عائشہ کا قیام اور پھر باپ کا اشارہ پاتے ہی برضا و رغبت اپنے پہلے شوہر جبیر بن مطعم بن عدی کے ہاں سے حیلانا اور طلاق پر راضی ہونا حضرت عائشہ کی سوچ بوجھ پر کافی روشنی ڈالتا ہے اور اس سوچ بوجھ سے ہی ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ طلاق کے وقت حضرت عائشہ کی عمر پندرہ، سولہ برس سے کم نہیں رہی ہوگی — مورخین کہتے ہیں کہ منسلہ نبوی میں حضرت عائشہ کی شادی رسول اللہ کے ساتھ ہوئی۔ ہم کہہ چکے ہیں کہ منسلہ نبوی — آنحضرت کے لئے رنج و غم اور مصیبت والہ سال تھا۔ دنیا کا کوئی حساس انسان ایسے وقت میں کسی عقد کے لئے سوچ بھی نہیں سکتا۔ ہاں منسلہ نبوی یعنی جناب خدیجہ کے انتقال کے تین سال بعد ہجرت سے کچھ پہلے آنحضرت نے حضرت عائشہ سے

عقد کیا اور پھر سلسلہ میں مدینہ آکر حضرت عائشہ کی رخصتی عمل میں آئی۔ اس
 صاحب سے حضرت عائشہ کی عمر لگ بھگ بیس سال بنتی ہے۔
 اس کے علاوہ صاری باتیں عقل و منطق پر بار ہیں جنہیں کسی قیمت پر قبول
 نہیں کیا جاسکتا۔ حضرت عائشہ کے مطلقہ ثابت ہو جانے کے
 بعد دنیا کا کوئی عقلمند نہ ان کو کنواری کہنے کی جرات کرے گا اور نہ کسی
 قسم کا فکر کر سکے گا۔

فسوں گر مورخین نے چاہا تھا کہ حضرت عائشہ کو کنواری ثابت کر کے
 ان کو ازواج نبی پر فضیلت دیدی جائے۔ دوسری کوئی بیوی تو نہیں لیکن
 حضرت خدیجہ طاہرہ کی جلالت قدر اور عظمت کردار سے بہر حال مورخین
 خوفزدہ تھے انہیں فکر تھی کہ حضرت عائشہ کو ام المومنین خدیجہ طاہرہ پر کس طرح
 فوقیت دی جائے۔ اس سلسلہ میں پہلی کارروائی تو یہ کی گئی کہ خدیجہ طاہرہ کو
 بیوہ ثابت کرنے کی مذموم کوشش کی گئی اور پھر حضرت عائشہ کو کنواری،
 کسب اور خوبصورت ثابت کیا گیا۔

حضرت عائشہ کنواری نہیں بلکہ جیسر بن مطعم کی مطلقہ تھیں ابن سعد جیسے
 قابل اعتماد مورخ اسلام کا یہ بیان ہزار تدبیروں کے باوجود تاریخ میں رہ گیا۔
 تاکہ شہزادی عرب خدیجہ الکبریٰ پر برائے نام بھی کسی اور کو فوقیت یا فضیلت نہ حاصل
 ہو سکے۔ اس روایت نے کسی کے اس نقشہ کو بھی مٹا ڈالا جسے مورخین نے
 حضرت عائشہ کی زبانی تیار کیا تھا۔ کسی اور خوبصورتی کا وہ گناؤنا
 ذکر جو مورخین کی سیرت میں چکا ہے وہ بھی اب ناقابل برداشت ہے یہ مان لینے

میں کوئی قباحت نہیں ہے کہ حضرت عائشہؓ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حُسن و جمال کی دولت ملی تھی۔ لیکن غلط انداز سے بے سرو پا بات کا اشتہار ہرگز مستحسن نہیں کہا جاسکتا ہے۔

یقیناً اس قسم کے تذکروں سے مرسل اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح پاک کے صد درہم تاج و گداور پھر غیر مسلموں کو مذاق و استہزاء کا بھرپور موقع ملتا ہے۔ بے حیّا انسان اللہ کے محبوب نبیؐ پر نبوس پستی کا الزام حائد کرتا ہے اس لئے بدرجہ مجبوری ہم اس امر کی تحقیق پر بھی مجبور ہو گئے تاکہ آئندہ سے لغو باتوں کا تذکرہ بند کر دیا جائے۔ ہم کو یقین ہے کہ حضرت عائشہؓ کا رنگ بہت صاف تھا ہم اس کو بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اسی وجہ سے آنحضرتؐ نے ان کو ”حمیرا“ کے نام سے یاد کیا۔ لیکن خوبصورتی صرف رنگ سے تو نہیں پیدا ہوتی محض گورے چہرے ہونے سے کوئی آدمی حسین و جمیل نہیں کہا جاسکتا۔ عجب اس محمود العقاد کی تحریروں سے ہم حضرت عائشہؓ سے متعلق مورخین اسلام کی داستانِ حُسن و جمال کے تار و پود کو کھیرتے ہیں۔ مورخ موصوف لکھتے ہیں :

”حضرت عائشہؓ کا بچپن بیادیں میں گزرا۔ تاریخ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دس برس کی عمر میں انھیں بنگار آیا جس سے ان کے تمام بال جھڑ گئے بعد میں ان کی صحت ٹھیک نہیں رہی اور وہ اکثر بیمار رہیں۔“
(عائشہؓ ص ۱۱۹)

دوسری جگہ لکھتے ہیں :

”جس زمانے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے

حاصل سکینہ
۵۱-۸

و ان کی آب و ہوا بچہ خراب اور گندی تھی (عائشہ رضی اللہ عنہا) اس وبا کا اثر حضرت عائشہ پر بھی ہوا اور وہ بھی طبرہ میں مبتلا ہو گئیں بعد میں بھی اس کا اثر بالکل نازل نہ ہو سکا اور بیماری کے علے بار بار ہوتے رہے۔ (عائشہ رضی اللہ عنہا)

یہی عربی مورخ دوسری بات بالکل چمکا دینے کے سے انداز میں کہتا ہے:

”حضرت عائشہ کی بیان کردہ بعض روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ خدیجہ بخاری کی وجہ سے ان کے بال جڑ گئے تھے چنانچہ بخدیجہ دیگر روایات کے ایک روایت یہ بھی ہے ایک مرتبہ انھوں نے عورتوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: ”تم میں سے جس عورت کے بال ہوں وہ انھیں ہنوار کر رکھے۔“

ایک سطر بعد مورخ مذکور حیرت ناک بات کہہ کر ہماری معلومات میں مزید اضافہ کرتا ہے:

”جل کے واقعات پڑھ کر یہ علم بھی ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ بھیرا الصوت تھیں۔“ (عائشہ مترجمہ شیخ محمد احمد پانی پتی ص ۵۵۵)

ان تحریروں کو اگر مشکل کیا جائے تو ایک ایسی تصویر کی شکل نظروں کے سامنے موجود ہوگی جس کے سر پر بال نام کو بھی نہیں جو مستقل بیمار رہتی ہے اور جس کی آواز بہت موٹی (گرج ج دار) ہے کیا زنا ز حسن و جمال کے لئے گنجی ہونا، دائم المرض ہونا یا بھیرا الصوت ہونا کمال ہے کیا ایسی عورت خوبصورت کہی جائے گی؟ ہم ان چیزوں کے گھنے پر مجبور تھے کیونکہ غیر مسلم مورخین بالخصوص مغربی مستشرقین حضور علیہ السلام پر گندے اور نا پاک الزامات عائد کرتے ہیں جسے کوئی غیرت دار مسلمان بہر حال برداشت نہیں کر سکتا۔ اس لئے

وسلم کی ایک شادی ہوئی جو ان مذکورہ اغراض عقد سے پاک ضمانت اور بلند و برتر تھی۔ ————— ہادی اکبرؒ کی یہ شادی خداوند عالم کی مرضی، مشیت، حکمت، ارادے اور اسی کے اہتمام و انصرام اور تصرف و نگرانی میں ہزاروں لازمال خوشیوں اور مستروں کے ساتھ بحسن و خوبی شہزادی عرب سیدہ خدیجہؓ کے ساتھ ہوئی۔ حضورؐ کی اس پہلی شادی نے عقد کے جملہ مقاصد و اغراض کو مکمل طور پر اکر دیا۔ اس لئے اس کے بعد کے دوسرے سارے نکاح اور پریمان کئے ہوئے دو اغراض میں سے کسی ایک کے تحت ہوئے تھے حضرت عائشہؓ کے ساتھ کس غرض سے شادی کی گئی تھی؟ — اگرچہ اس کا بیان کرنا ہمارے فرائض سے نہیں ہے لیکن گمان غالب یہ ہے کہ ام المومنین عائشہؓ کو یہ فخر حاصل رہا ہے کہ آپؐ سے شادی کرنے میں غرض کی دونوں قسمیں پیش نظر تھیں اس لئے کہ معظمہ کے دادا بھائی اور دوسرے اعزہ اس وقت تک کافر تھے اور جنہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا ان کو بھی اسلام کی حقانیت اور پیغمبر اسلام کی صداقت پر ابھی یقین نہیں ہوا تھا۔ ————— معظمہ حضرت عائشہؓ کی پہلی شادی جہاں ہوئی تھی وہاں ان کو یہ تکلیف تھی۔

تاریخ کے بیان سے قطع نظر عقل بھی اس تکلیف و اذیت کو محسوس کرتی ہے جس کا سامنا حضرت عائشہؓ کو اپنے پہلے شوہر حبیب کے ہاں ہوا۔ اگر نکاح مصائب کا انہیں سامنا نہ ہوتا تو ہرگز ایک اشارہ پر وہ شوہر کو چھوڑ کر دوسرے عقد کے لئے تیار نہیں ہو سکتی تھیں۔ ————— ان حالات نے حضرت ابو بکرؓ کو کافی فکر مند اور پریشان کر دیا تھا اس لئے رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے کو اس عظیم قربانی کے لئے پیش کر دیا تاکہ تبلیغ کے لئے مزید سہولتیں فراہم ہو سکیں۔

راہ حق و تحقیق

تاریخ کی روشن حقیقت پر بددیانت مورخین نے کچھ اس طرح مجاز کا دبیز پردہ ڈال رکھا ہے جس سے اچھے اچھے سمجھ دار بھی فریب میں مبتلا ہو گئے۔ مورخین کی متفقہ یلغار نے صاحبان عقل و شعور کو بھی بے دست و پا کر دیا۔ اور پوری ملت اسلامیہ نے باور کر لیا کہ محسنہ اسلام خدیجہ طاہرہ مرسل العظم کے عقد میں آنے سے پہلے دوبار بیوہ ہو چکی تھیں اور یہ کہ ان کے پہلے شوہروں سے اولادیں بھی تھیں۔ مسلمان سلاطین اور شاہان زمانہ کے متشددانہ طرز عمل اور بربریت فوازیوں نے اور بھی غضب کیا۔ کسی محقق اور مبصر کو اس امر کی آزادی ہی نہ تھی کہ وہ حق بات کا اعلان کر سکتا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تاریخی کذب و افترا کے پلندوں کو حقائق و معارف کا ذخیرہ سمجھا جانے لگا۔

اس کے باوجود تاریخ کی اس روشن حقیقت کی چمک دمک کچھ اتنی جاذب نظر تھی کہ ذرا تامل اور غور و فکر کے بعد مجاز کا پردہ تا دتار ہو جاتا اور حقیقت نظروں کے سامنے آجاتی ہے۔ — سادہ کی تاریک راٹوں میں جیسے کبھی کبھی کہیں بادلوں کے ہزاروں من بوجھ کے نیچے دبے ہوئے مسکراتے ستارے نظر آجاتے ہیں اسی طرح کذب و افترا کی خاک کے نیچے دبی ہوئی یہ حقیقت بھی کبھی اور کہیں کہیں چمک چمک کر جیائے حقائق کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہے اور غالبان حقیقت کی اس مدہم روشنی نے پوری ایک جماعت کو اس امر پر مجبور کر دیا کہ وہ

اعلان کر دیں کہ ام المومنین خدیجہ الکبریٰ کی دوسری کوئی شادی نہیں ہوئی تھی مرسل اعظم کے ساتھ ان کا پہلا عقد تھا۔ شہزادی عرب خدیجہ طاہرہ کا مرسل اعظم سے جب رشتہ طے ہو گیا تو عقد سے پہلے خانہ کعبہ میں خدیجہ طاہرہ کے عقد کے منتظم اعلیٰ جناب ورقہ بن نوفل نے رد ساء عرب مشرفا و مکہ اور بزرگان قریش کو مدعو کیا جن میں صلت بن ابی یساب، بلیمہ بن الحجاج، ہشام بن مغیرہ، ابو جہل بن ہشام، عثمان بن مبارک عمیری، اسد بن غویب الداری، عقبہ بن ابی معیط، امیہ بن خلف ابوسفیان بن حرب اور دوسرے سارے سربراہ آدرہ مشہور و معروف لوگ موجود تھے۔ ان تمام حضارید قریش آمراؤں کے اور چوٹی کے لیڈروں کو خطاب کرتے ہوئے عالم کتب سادی ورقہ بن نوفل نے فرمایا :-

اے (محترم) گروہ قریش اور اے (مہربان) حاضرین بزم! میں آپ حضرات سے ایک سوال کرتا ہوں (پوری آزادی سے آپ اس کا جواب دیں) فرمائیے آپ حضرات خدیجہ بنت خویلد کے متعلق کیا کہتے ہیں؟ —
ان تمام عربی سرداروں، امیروں اور رئیسوں نے یکہ زبان آواز زوی دادہ بڑا، سبحان اللہ کہنے کو ایسی قانون کا ذکر کیا ہے جو نفلِ حق کے اعتبار سے بہترین اور حسبِ نسب کے اعتبار سے

یا معشر قریش یا جمیع من
حضرتی انی اسئلکم ما تقولون
فی خدیجہ بنت خویلد؟—
فقطن العرب باجمعہم
فقالوا بھج بخ لقد ذکرک
واللہ اشرف الاکافی و
انسب الا علی والری
الانراکی و من الا یوجد
لہا نظیر فی نساع العرب

والجملہ — فتال
اتحمدون ان تكون
بلا بعل فقالوا ليس
بواجب وقد وجدنا
الخطاب لها كثيرا
وهي تاني -

(بحار الانوار جلد ۹ ص ۱۱۱)

بلند و برتر ہے وہ صاحب الرائے اور عمدہ
فکر و شعور کی مالک ہے عرب و عجم کی حوروں
میں کوئی بھی اس کا جواب و نظیر نہیں دے سکتی
و بے حدیل ہے — " (ورق نے پھر پوچھا)
کیا تم پسند کرتے ہو کہ وہ (اسی طرح) بغیر شوہر کے
زندگی بسر کر دیں؟ — ان لوگوں نے کہا
نہیں ہرگز ایسا نہیں ہونا چاہئے ان سے رشتہ
کے خواہشمند افراد بہتر سے ہیں لیکن وہ تو خود ہی
کسی کو پسند نہیں کرتیں اور سب کو نفی میں جواب
دیتی ہیں "

جہاں عرب سرداروں کے جواب سے شہزادی اسلام جناب خدیجہ الکبریٰ
علیہا السلام کے فضائل و مناقب اور ان کے مراتب و محامد پر پھر پورے روشنی
پڑتی ہے کہ یقیناً اس دور میں عرب و عجم — جہاں تاک ان سرداروں
کی نظر تھی — کی حوروں میں جناب خدیجہ کا کوئی جواب نہ تھا۔
ہم سب جہت عرب کی شہزادی بے مثل و بے نظیر تھی — وہاں یہ بات
بھی پائے نبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ اب تک جناب خدیجہ طاہرہ عذراء کنواری
اور بن بیا ہی تھیں۔ اگر عرب کی یہ شہزادی دو دنہ کی بیا ہی اور بیوہ ہوتی تو
کسی قیمت پر جناب ورق بن نوفل اسے بڑے مجمع کے سامنے یہ نہ کہتے کہ
"کیا تمہاری مرضی یہی ہے اور تم یہی چاہتے ہو کہ خدیجہ نبوت غلیہ بغیر شوہر کے

زندگی بسر کر دیں۔۔۔۔۔ احمد و ن ان نکون بلا بعل۔۔۔۔۔
 یہ فقرہ خود بتاتا ہے کہ اب تک جناب خدیجہ کی شادی نہیں ہوئی تھی۔ اگر
 جناب خدیجہ طاہرہ دو دفعہ کی بیاہی اور بیوہ ہوتیں اور دفعہ بن نفل ایسا
 کہتے تو عرب سرداران کو کچھ اور ہی جواب دیتے۔۔۔۔۔ کسی ایسی عورت
 کے لئے جس کی دو دفعہ شادی ہو چکی ہو اور وہ دو دفعہ بیوہ ہو چکی ہو صاحب
 اولاد بھی ہو۔ اس کے لئے اس طرح کا اعلان کیا جائے عقل اس امر کو تسلیم
 نہیں کرتی۔ دو شوہروں کے ساتھ زندگی بسر کر چکنے کے بعد اس طرح ایک
 تیسرے رشتہ کا اعلان کوئی عورت خود اس کو اپنے لئے پسند نہیں کرے گی
 چہ جائیکہ عرب کے شریف ترین گھرانے کی نجیب ترین عورت۔۔۔۔۔
 یہ تقریر دراصل اس بات کے اعلان کے لئے تھی کہ وہ شہزادی جس نے
 اب تک ہزاروں رشتوں کو ٹھکرایا ہے اس نے اپنے لئے کائنات کے بہترین
 انسان کو منتخب کر لیا ہے۔

جناب خدیجہ طاہرہ نے جب خود براہ راست مرسل اعظم سے اس مبارک
 رشتہ کی پیش کش کی تو اپنی تقریر کے دوران اس حقیقت کا تذکرہ بھی کیا کہ اگر
 آپ نے مجھ سے شادی کر لی تو

یحمدک علیہا جمیع الملوک		آپ پر سلاطین و روساء عرب
والعرب۔ (بحار الانوار جلد ۱۰ مشام)		حسد کریں گے۔

سمجھ میں بات نہیں آتی کہ ایسی عورت جو دو دفعہ کی بیوہ ہو جب وہ تیسری
 شادی کرے تو اس کے تیسرے شوہر کو زمانہ کے والد، دو تئمنا، دو ساء اور

شرفاء و سلاطین رشک و حسد کی نظروں سے کیوں دیکھیں آخر اس کی وجہ ؟ اور جب آج یہ تیسرا شوہر رشک و حسد سے دیکھا جاسکتا ہے تو دوسرا اور پہلا شوہر ؟ اور پھر بنیادی سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تیسری بار شادی کے لئے پورا عرب ہی نہیں بلکہ بین و طائف تک کے صاحبانِ دول خواہشمند ہیں تو دوسرے اور پہلے شوہر تو اس وقت کی دنیا کے سب سے بڑے لوگ رہے ہوں گے جن کا مقابلہ اس دور کے روساء و امراء نہیں کر سکتے تھے۔ اور خدیجہ سے شادی کے بعد ان دونوں شوہروں کو یکے بعد دیگرے پورے عرب معاشرہ اور سماج میں رشک و حسد سے دیکھا گیا ہوگا۔ گلی کوچوں میں بس انھیں کا ذکر ہوگا ہر گھر میں انھیں خوش قسمت انسانوں کے تذکرے ہوتے ہوں گے ؟

لیکن افسوس کہ ایسا نہیں ہوا بلکہ شادی سے پہلے اور پھر شادی کے بعد ان دونوں خیالی شوہروں کا تاج نہیں کوئی تذکرہ بھی نہیں ملتا نہ مورخین اسلام کے ان دونوں شوہروں کا تذکرہ سلاطین کے باب میں ہے نہ روساء و امراء کی فہرست میں۔ نہ بزرگانِ قریش کے ذیل میں ان کا کہیں ذکر آتا نہ شرفاء کے ساتھ تاریخ ان کا نام لیتی۔ نہ یہ بہادروں میں ملے نہ شہسواروں میں ان کا شمار نہ علماء کے ساتھ کیا گیا اور خطباء کے ساتھ نہ ہی ان کی ولادت کا تذکرہ کیا گیا اور نہ ان کی وفات کا اول و آخر اگر ان کا نام کہیں ملتا ہے تو صرف اس اعتبار سے کہ یہ خدیجہ کے شوہر تھے اور بس۔

سخت تعجب ہے کہ عرب کی شہزادی نے اپنی دو شادیوں میں نہ اپنی پسند کا اعلان کیا اور نہ اپنے معیار کا نہ کفو ہونا دیکھا نہ ہم پتہ ہونا نہ شرافت و نجابت پر

من الخاص والعام من اهل
 الاثام و نقلت الاخبار
 ذكروا على انه لم يبق من اشرف
 قریش و من ساداتها و روی
 الجدة منهم الا من خطب
 خدیجة و ساهم تزویجها
 فامتنعت علی جمیعهم من
 ذلك فلما تزوجها رسول الله
 غضب علیه نساء قریش
 وجوفا و قلن لها خطبك
 اشراف قریش و هیاسیرهم
 فلم تتزوجی واحدا منهم
 و تتزوجت یتیم ابی طالب
 فقیرا لا مال له فکیف یجوز
 فی نظر ذوی الفهم ان تكون
 خدیجة یتیم تزوجها اعرابی
 من قبیمة ثم تمتنع علی سادات
 قریش و اشرفها علی ما وصفناه
 ان یعلم ذوی التعمیر و النظر ان

خاص و عام وہ اہل اثام ہوں پاناظرین اخبار
 سب کا اس بات پر اجماع ہے کہ اشرف و
 سوادان قریش میں سے ہر ایک نے خدیجہ سے
 خطبہ کیا اور سب کی دلی خواہش تھی کہ اس کی
 شادی خدیجہ سے ہو جائے لیکن خدیجہ نے
 سب کی خواہشوں کو رد کیا اور بڑی سستی سے
 پناہ مانگے عقد کو ٹھکرا دیا۔ چنانچہ جب
 خدیجہ نے رسول اللہ سے خطبہ کیا تو قریش کی
 عورتیں بہت برہم ہوئیں اور سب نے ترکم ترکا
 کر دیا اور کہنے لگیں کہ اشرف قریش اور قول
 لوگ سنگنیاں لے لے کر آئے اور تم نے کسی
 ایک سے شادی نہیں کی اور کی بھی تو یتیم
 ابو طالب جو تنگدست ہے جس کے پاس مال
 نہیں ہے۔ (اس حقیقت کے بعد)
 صاحبان فہم کی نظر میں یہ بات کب درست ہو سکتی
 ہے کہ (انہیں خدیجہ نے) ایک نو جوانی بدوی
 سے شادی کر لی اور بڑے سادات قریش سے
 انکار کر دیا جیسا کہ ابھی ہم نے بیان کیا صاحبان نظر
 و تفریز کھلیں کہ یہ امر اگرچہ خدیجہ کی دوسری

کوئی شادی نہیں ہوئی تھی) مال و مال کے
طور پر بہت واضح ہے۔ اور صاحبانِ حق و تحقیق
کے نزدیک واجب ہے کہ وہ اسی کو تسلیم کریں
کیونکہ (اس سے) یہ ثابت ہو گیا ہے کہ خدیجہؓ
نے سوائے رسول خداؐ کے کسی اور سے کوئی عقد
نہیں فرمایا۔

هذا من ابيہن المہال و اقطع
المقال ولما وجب هذا عند ذوی
التحصیل وثبت ان خدیجۃ لہ
تزوج غیر رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم۔

(قلی مخطو در ذکر عثمان)

اس کے بعد دنیا کو اختیار ہے کہ وہ ایک شادی جو رسول اللہؐ سے ہوئی
اس کا اقرار کرے یا اس کے علاوہ شادیوں کا بھی لیکن علامہ علی بن احمد ابوالقاسم
الکونی نے جو دلیل پیش کی ہے وہ ہر اعتبار سے مضبوط اور مستحکم ہے۔ اپنے اس
بیان میں علامہ موصوف نے اپنے نظریہ کے تسلیم کئے جانے کے سلسلہ میں ”صحابہ
نظر دقیر“ ہونے کی قید بہت عمدہ لگادی ہے۔ آنکھ بند کر کے تاریخ کے ہر
خشاک و ترکو حقائق و معارف کا درجہ دینے والوں سے ہمیں کوئی شکوہ نہیں ہے۔
آج بھی بعض اربابِ علم کا خیال ہے کہ اگر خدیجہؓ طاہرہ کی عمر چالیس سال
اور رسول اللہؐ کے عقد میں آنے سے پہلے ان کی دو اور شادیوں کا اقرار کر لیا جائے
تو کون سی قباحت پیدا ہوتی ہے؟ ————— سوال کسی قباحت کے پیدا
ہونے یا نہ ہونے کا نہیں ہے۔ اصل مسئلہ حق و صداقت کا ہے۔ یقیناً
خدیجہؓ طاہرہ کی عمر کو چالیس سال اور مرسل اعظمؐ سے پہلے ان کی دو اور شادیوں
کے ماننے سے فہرزدی اسلام کے فضل و شرف میں کوئی کمی نہ رہے برابر نہیں
پیدا ہوتی لیکن علامہ ابوالقاسم کوئی کمی پیش کردہ دلیل سے چشم پوشی کرنا عقل

فہم پر بار ہے۔

فکر مستقیم اور وجدان سلیم کا ناطق فیصلہ ہی ہے کہ ایسی عظیم ملکہ کے لئے دو
افسانوی شادیوں کا تصور بھی گناہ ہے۔ ایسے وہابی خیالات سے بالکل نظری اور
تمیز خصوصی کا خون ہوتا ہے۔

ناصر الملک کا تحقیقی فیصلہ!

قول فیصل کے طور پر اس مسئلہ میں اب میں ایک تادیبی دستاویز پیش کرنے
جا رہا ہوں میرے لئے یہ بات قابلِ فخر بھی ہے اور مناسب بھی — اس
موضوع پر ابو الفضل اسحاق شمس العلما و سرکار ناصر الملک والدین محقق اعظم
جناب مولانا سید ناصر حسین صاحب قبلہ اعلیٰ الشہداء سے سوالات کئے گئے
تھے جن کے نہایت معقول مدلل و مبرہن جواب سرکار مرحوم نے تحریر فرمائے تھے۔
ملاحظہ ہوں ۱۔

السوال۔ "جناب رسالت مآب کی زوجہ معنی خدیجہ جو اپنے ہجراد اپنے شوہر
اول کی دو صاحبزادیاں لائی تھیں ان کا کیا نام تھا اور وہ کتھا کی گئیں تو کس نے
ان کا عقد کیا اور کس کے ساتھ کیا گیا؟ کادہ غرض کا فریختے یا مسلمان تھے اور وہ
مسلمان کئے گئے تھے یا نہیں اور کس نے مسلمان کیا تھا؟ کس حدیث میں
وارد ہے اور اس کتاب کا کیا نام ہے؟"

الجواب۔ "قول صحیح یہ ہے کہ جناب خدیجہ نے صرف جناب رسالت مآب سے

عقد کیا اور قبل ان جناب کے کوئی شوہر ان مسئلہ کا نہ تھا۔ اور زینب و رقیہ و ام کلثوم جناب خدیجہ کی اصلی بیٹیاں نہ تھیں بلکہ پورے تھیں اور زینب کا عجاج ابو العاص سے ہوا جو اولاد کا فرقا بعد میں اس نے اسلام ظاہری قبول کیا۔ اور رقیہ و ام کلثوم کا عقد عقبہ ابن ابی لہب اور عقبہ بن ابی لہب سے ہوا جو دونوں پہلے کافر تھے بعد میں عقبہ نے بنا بر ایک قول کے اسلام اختیار کیا نہ ان فتح مکہ میں اور بنا بر ایک قول کے وہ حالت کفر میں مر گیا۔

اد عقبہ کے متعلق کوئی قول اسلام کا میری نظر سے نہیں گزرا اور یہ امور مختلف کتابوں کی روایات بطور تنقید و تحقیق جمع کرنے سے ظاہر ہوتے ہیں جیسے مسائل سرود یہ شیخ مفید و مناقب ابن شہر آشوب و کتاب انوار ابن قتیبہ و ذیل الذیل طبری و احصاء ابن حجر عسقلانی وغیرہم۔ دانش عالم۔

السوال :- ”جناب سید مرتضیٰ و جناب شیخ طوسی علیہما الرحمۃ جناب خدیجہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ جناب خدیجہ نے کسی سے کوئی عقد نہیں کیا تھا بجز جناب رسالت آتب کے اور وہ جناب باکرہ تھیں۔ دو صاحبزادے جن کا نام محمد و اسماء تھا اور چار صاحبزادیاں رقیہ و ام کلثوم اور زینب ابہ جناب عائشہ و خاتمہ و زہرا و سلمۃ اللہ علیہا ان سے پیدا ہوئیں ان تھو۔ یہ روایت جناب سرکار کے نزدیک معتبر ہے یا نہیں اگر یہ روایت معتبر ہے تو کس سن میں جناب خدیجہ کا عقد ہوا اور میں صاحبزادوں کا کہاں کہاں عقد ہوا آیا دی جی مشہور ہے یا اس میں بھی سید مرتضیٰ و شیخ طوسی علیہما الرحمۃ

ام کلثوم کا عقد ہونا مختلف فیہ ہے۔ اور اس امر میں بہت اختلاف ہے جیسا کہ ابن شہر آشوبؒ کتاب المناقب میں تحریر فرماتے ہیں والہما عثمان نفی نہ داجہ خلاف کثیر (عثمان کی شادی کے سلسلہ میں بہت زیادہ اختلافات پائے جاتے ہیں)

اور شیخ طبری علیہ الرحمہ نے جو لکھا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت خدیجہؓ کا عقد پہلے عتیق ابن عاتق مخزومی سے ہوا اور اُس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی پھر دوسرا عقد ابو ہالہ اسدی سے ہوا اور اُس سے ایک لڑکا ہنس بن ابی ہالہ پیدا ہوا اور تیسرا عقد جناب رسالت مآبؐ سے ہوا اور یہ قول درحقیقت واقعی کا ہے جو مورخین عامہ سے ہے اور ہشام ابن محمد ابن السائب الکلبی کا قول یہ ہے کہ پہلے عقد حضرت خدیجہؓ کا ابو ہالہ سے ہوا اور اس کے دو لڑکے پیدا ہوئے ایک ہند۔ دوسرا ہالہ اور بعد ابو ہالہ کے دوسرا عقد عتیق سے ہوا اور اس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام ہند تھا۔ اور ہشام کلبی بھی مورخین عامہ سے ہے اور یہ دونوں قول باہم متناقض و متضاد ہیں۔ اور یہ قول کہ پہلے شوہر سے دو لڑکیاں ہوئیں اور دوسرے شوہر سے ایک لڑکی میری نظر سے کسی کتاب میں نہیں گزرا لیکن ممکن ہے کہ کسی نے ازراہ کثرت خط و قلم ضبط ایسا لکھا ہو اس لئے کہ مورخین عامہ کے اقوال اس باب خاص میں بہت مختلف ہیں اور ناقلین کے اقوال مذکورہ کی نقل میں اکثر اہام واقع ہوئے ہیں۔ کما لا یخفی علی ناظر الاستیعاب واسد البیان وغیرہا (جیسا کہ مستطیع)

فی معرفۃ الاصحاب اسد الغابہ اور اصحابہ فی تفریق الصحابہ وغیرہ کو دیکھنے والے
بخوبی جانتے ہیں) -

بالجملہ وہ اقوال عامہ جن سے حضرت خدیجہ کا قبل جناب رسالت
کے اور دو شخصوں سے عقد کرنا اور ان دونوں سے اولاد کا ہونا ظاہر ہوتا ہے
بالکل غیر معتبر ہیں اور قول صحیح یہی ہے کہ حضرت خدیجہ نے صرف جناب رسالت
سے عقد کیا۔ اور جب وہ عقد آنحضرت میں آئیں تو عذر اٹھیں جیسا کہ
جناب شیخ مفید علیہ الرحمہ نے مسائل سرودہ میں ذکر فرمایا ہے اور یہی قول
علامہ ابن شہر آشوب علیہ الرحمہ نے احمد بلاذری اور ابوالقاسم کوئی اور
جناب سید مرتضیٰ طباطبائی اور جناب شیخ ابو جعفر طوسی علیہ الرحمہ سے نقل
کیا ہے۔ وقد سمعت لفظہ الشریف آلفا -

اور محقق نہ رہے کہ احمد بلاذری جس کا نام سب سے پہلے ابن شہر آشوب
علیہ الرحمہ نے ذکر فرمایا ہے اہل حفاظ و مورخین تقدیر میں اہل خلاف سے ہے
اور یہ شخص صاحب تصانیف عدیدہ تاریخیہ ہے اور مخالفین کے نزدیک
بہت معتبر و مستند ہے اور اس کا ترجمہ فرست ابن الندیم و تاریخ دمشق
ابن عساکر و معجم الادباء و یاقوت حموی و تاریخ حلب ابن العديم وغیرہ میں
ذکور ہے پس قول اس کا بلا ارباب و اشباہ قول واقعی و قول کبھی پر
مقدم ہوگا۔ و الله الباعی

ناصر حسین حقانی

(جدیدہ الشہید، اگرچہ جلد ۳ بابت ۱۰۰۰ مریخ الثانی ۱۰۰۰ شمارہ ۱۰۰)

یقین ہوتا ہے کہ اگر شہزادی عرب سیدہ خدیجہ دوبار کی بیوہ ہوتیں تو پھر
 قیسری بار مرسل اعظم کے ساتھ ان کا عقد نہیں ہو سکتا تھا۔ کیونکہ اس رشتہ کا
 مدار حتمی طور پر جناب ابوطالب علیہ السلام کی ”ہاں“ اور ”نہیں“ پر تھا۔
 کیسے باور کر لیا جائے کہ اولاد سے زیادہ محمد مصطفیٰ کو چاہنے والے عربی سردار
 جناب ابوطالب اپنے ناز و نعم سے پالے ہوئے عزیز بھتیجے کو ایک اسی
 خاتون کے ساتھ بیاہ دیں گے جو دوبار کی بیوہ اور صاحب اولاد ہو۔
 جناب ابوطالب کو مرسل اعظم سے جو الہانہ محبت تھی اس کے پیش نظر ان سے
 اس امر کی توقع محال معلوم ہوتی ہے۔

اگر صورت واقعہ وہی تسلیم کر لی جائے جسے عموماً مورخین اسلام بیان
 کرتے ہیں تو جناب خدیجہ کی صحت و تندرستی اور حسن و جمال سے متعلق
 مورخین کا بیان قطعاً غلط ماننا پڑے گا۔ دوبار بیوگی کی شدید اور سخت دھوپ
 میں زندگی بسر کرنے والی خاتون اور متعدد اولادوں کی ماں ہرگز ایسی نہیں
 ہو سکتی جیسی جناب خدیجہ تھیں۔

غرض کہ عقل و نقل دونوں اس امر کے شاہد ہیں کہ جناب سیدہ خدیجہ
 جب رسول اللہؐ سے بیاہی گئیں تو آپ کی عمر زیادہ سے زیادہ اٹھائیس
 سال کی تھی اور آپ کی یہ پہلی اور آخری شادی تھی۔ اس کے بعد
 بھی اگر زمانہ اس حقیقت کے تسلیم کرنے میں تامل کرتا ہے تو اس کو اختیار ہے
 کہ وہ اپنے تصورات و نظریات کی تبلیغ پر سفید کاغذ کو سیاہ کرتا رہے۔ لیکن
 ان تاریخی مزرعات سے جناب خدیجہ الکبریٰ کی بلند و بالا شخصیت حائر نہیں ہو سکتی۔

بے شک یہ موضوع کچھ اتنی اہمیت نہیں رکھتا تھا کہ اس سلسلہ میں گفتگو کو اس قدر طول دیا جاتا۔ اس موضوع پر کسی عقیدہ کا مدار ہے اور نہ ہی اس کے متعلق قبر یا محشر میں سوال و جواب کی نوبت آئے گی لیکن تاریخ نویسی کی دیانت اور عظمت سے قطع نظر خود ام المؤمنین خدیجہ الکبریٰ علیہا السلام کا مسلمانوں اور اسلام کی گردن پر جو عظیم احسان ہے۔ ہمیں چاہئے کہ اس کا احترام کریں۔ تقاضائے محبت یہی ہے کہ صحیح اور سچے حالات سے دنیا کو روشناس کرایا جائے اور اگر اس کے خلاف کچھ کہا جائے تو شدت سے اس کی مخالفت کی جائے۔ اور کہا جائے کہ عرب کی عظیم ملکہ کے عقد کے افسانوں کو ہرگز تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔ اس سلسلہ میں یقیناً یزید کے ناموں کو پیش کرنے کی دہائی بھی سودمند نہیں ہو سکتی۔ بے شک یقیناً یزید نے جناب سلیمان و جناب یوسفؑ کی زوجیت میں آنے سے پہلے دوسرے شوہروں کی زوجیت میں تھیں بلکہ ازواج مرسلہ عظیمہ خود آنحضرتؐ کی زوجیت میں آنے سے پہلے دوسرے شوہروں کی زوجیت میں تھیں لیکن اس ضد میں کہ چونکہ یہ سب ازواج ایسی ہی تھیں لہذا جناب خدیجہؓ کو بھی ایسا ہی ثابت کیا جائے قابل ملاحظہ حرکت ہے۔

شادی خانہ آبادی

خاتم النبیینؐ کے آنے کی دھوم عرب کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک تھی انبیاء ماسبق کی پیشینگوئیاں، عالمان دین، صاحبان بصیرت اور راہبانِ وقت کے ذریعہ ہر قوم و ملت اور مرد و زن کے گوش گزار ہوتی رہتی تھیں جس کی وجہ سے پورا عرب خاتم النبیینؐ کا ہمہ تن منتظر تھا۔

شہزادی عرب کا نام صاحبانِ تحقیق و بصیرت کی فہرست میں سرِ فہرست آتا ہے۔ خدیجہؓ ظاہرہ کا خاندان زمانہٴ قدیم سے علم و عمل اور حکمت و ادب کا گوارہ رہا ہے اور اس وقت بھی کافی علمی چہل پہل موجود تھی ورقہ بن نوفل جیسے عالم ربانی اور محقق لاثانی کا وجود اس بات کا ضامن ہے کہ شہزادی خدیجہؓ دینی علوم کی حامل کتب سماوی اور صحیح انبیاء کی پیشینگوئیوں سے آگاہ تھیں۔ عمدہ نبوت اور منصب رسالت کی عظمتوں سے بھرپور واقف تھیں۔ آنے والے نبی کے لئے بطور پیشگوئی انھوں نے اب تک جو کچھ سنا تھا اس نے نبی سے ملنے کا خدیجہؓ ظاہرہ کو مشتاق بنا دیا اور جب مرسل اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اندر پائے جانے والے صفات کا ذکر شہزادی تک پہنچا تو عاقلانہ جستجو کی تڑپ بڑھ گئی جو سنا تھا اس کا تجربہ چاہتی تھیں۔ شام کے سفر سے واپسی پر مسیرہ نے تیدہ خدیجہؓ کے سنے ہوئے واقعات کی تصدیق کی کچھ معجزات و کرامات بھی۔ جو اس کے مشاہدے میں آچکے تھے۔

بیان کئے حیرت انگیز صدقہٴ امانت کا

تذکرہ کیا۔ چکمانہ طرز اور عادلانہ مزاج کی مدح و ثنا کی — شہزادی نے ان حالات کو انبیاء ماسبق کی سیرتوں سے ملا کر دیکھا اور پھر چشم دید حالات اور نئے ہوئے واقعات کو جب ترتیب دیا تو سیدہ خدیجہ فرط مسرت سے جھوم اٹھیں جس کے لئے ٹٹا کرتی تھیں اس کو دیکھ لیا۔ انبیاء ماسبق جس کے لئے پیشینگوئیاں کر گئے تھے اور عالمانِ وقت ان پیشینگوئیوں کی روشنی میں جسے ڈھونڈ رہے تھے وہ نبی اعظمؐ اس وقت خدیجہ طاہرہ کی کوٹھی میں بیٹھا تھا، مدت دراز سے جس نبیؐ سے ملنے کا شوق تھا خدیجہ طاہرہ اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی تھیں، شہزادی جس خاتم النبیینؐ کی منتظر تھیں وہ نبی منتظر اور وہ مرسل اعظمؐ حالات و واقعات کی روشنی میں قطعی ہی تھا۔ شہزادی کا دل گواہی دے رہا تھا خدیجہ جس کے لئے تم نے روماء عرب کو لکھا سا جواب دیدیا، جس کے لئے تم نے امراء عرب کو ٹھکرا دیا اور جس کے اشتیاق میں تم نے شرفاء عرب کی درخواستوں کو رد کر دیا اسے شہزادی یہ وہی نبی برحق ہے، یہ وہی ہادی اکبر ہے، اسی لئے اپنے غلام مسیرہ کو آزاد کر دیا کیونکہ اس نے اپنے بیان سے خدیجہ طاہرہ کے دل کو خنکی پہنچائی تھی اس کے بیان سے خدیجہ طاہرہ کے خیالات کی تصدیق ہی نہیں ہوئی تھی بلکہ جگر کی پھانس بھی نکل گئی تھی — لیکن چکمانہ بصیرت کی مالک شہزادی تمام تر علم و لطیفہ و ایقان کے بعد بھی کوئی فیصلہ نہیں کرنا چاہتیں۔ اس سلسلہ میں پیشینگوئیوں کو یکسو کرنے کے لئے عالم ربانی ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں، سارے حالات ان سے بیان کئے۔ حالات کو سن کر ورقہ نے خدیجہ کو وہ بتایا ان کا دل

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ خدیجہ طاہرہ کی لیک، عزیز سیلی نفیسہ بنت منیرہ —

جن سے جناب خدیجہ کے دوستانہ تعلقات اور بے تکلفانہ مراسم تھے —

انھوں نے دیکھا کہ عقد کے جتنے پیام اور درخواستیں شہزادی کے پاس آتی ہیں وہ ان سب کو بنظر اہانت اور بپائے حقارت ٹھکراتی چلی جاتی ہیں کیا یہ عقد ہی نہیں کریں گی؟ یا ان کے معیار پر کوئی پورا ہی نہیں اترتا آہستہ آہستہ ان پر یہ راز منکشف ہوا کہ شہزادی کسی نیک دل، اعلیٰ کردار، بلند اخلاق اور خدا پرست کو چاہتی ہیں ان کی نظروں میں مال و دولت، تخت و تاج اور جاہ و شہرت کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ چنانچہ نفیسہ نے اس کا تذکرہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کیا۔ وہ نوجوان جو معاشی، اقتصادی اور مالی اعتبار سے بظاہر پریشان حال ہو جو اپنی شریفانہ زندگی کے بسر کرنے کے لئے تجارت کے جیسے شریف پیشہ میں ابھی ابھی آیا ہو قیاس نہیں کیا جاسکتا کہ وہ ایک دم سے شادی کے سلسلہ پر ہاں کر دے گا۔ چنانچہ توقع کے مطابق نفیسہ کو آپ نے جواب دیا کہ وہ بچہ مالدار شہزادی ہیں انھوں نے امراء و رؤساء کے پیغامات رد کر دیئے تو وہ مجھ سے شادی کرنے پر کیسے آمادہ ہو جائیں گی لیکن جناب نفیسہ نے امید دلائی اور کہا کہ وہ آپ کی مداح اور دل سے قدرداں ہیں تو آپ نے ان سے کہہ دیا کہ اگر تم کو شمش کرنا چاہتی ہو تو میری طرف سے اجازت ہے لیکن یہ اجازت بھی حضورؐ نے اپنے شفیق چچا ابو طالب کی رضامندی کے بعد دی تھی۔

کچھ مودعین کا خیال ہے کہ شادی کے سلسلہ میں ابتداء جناب ابو طالب

نے کی اور اس کی صورت یہ ہوئی کہ

حضرت ابوطالب نے اول صفیہ کو بھیج کر خدیجہ کا استزاج لیا اور اس کی منظوری و خواہش کا اطمینان کر کے ابوطالب نے حضرت عباس و حمزہ وغیرہ چند اہل خاندان کے ساتھ خدیجہ کے باپ خلیلہ کے پاس بردارینے عمر بن اسد خدیجہ کے چچا سے جا کر خواستگاری کی جس نے اول تامل و انگار کیا یہ لوگ حقہ میں چلے آئے خدیجہ کو یہ معلوم ہوا تو اس کو از حد مایل ہوا اور اس نے اپنے رشتہ کے چچا زاد بھائی درقر بن نوفل و بروایت خزیمہ کو بلا کر ان سے اپنی خواہش اور منظوری درخواست حضرت کی ظاہر کی۔

(مرقۃ اسلام ص ۳۲، ص ۳۳ اھ)

ان روایتوں کو یکجا کر کے ان پر ناقدانہ نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ادھر جناب خدیجہ طاہرہؓ نے اپنے لئے یہ طے کر لیا تھا کہ میرے مستقبل کے مالک محمد الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور ادھر جناب ابوطالب علیہ السلام خدیجہ طاہرہؓ کو اپنے عزیز بھتیجے کے لئے پسند کر چکے تھے نفیسہ کے ذریعہ یہ بات ابوطالبؓ تک پہنچی کہ خدیجہ طاہرہؓ عادات و اطوار اور اخلاق و کردار کے لحاظ سے رشتہ پسند کر رہی ہیں ان کو مال و دولت کی قطع کوئی فکر نہیں ہے تو جناب ابوطالب علیہ السلام نے مزید اطمینان کے لئے صفیہ کو بھیجا تا کہ وہ خدیجہ کا استزاج لے کر معاملہ کو یکسو کر لیں صفیہ کی زبانی جناب ابوطالب علیہ السلام کو جب معلوم ہوا کہ شہزادی عرب سلطان انبیاءؑ کے ساتھ رشتہ پسند کرتی ہیں تو باقاعدہ پیغام دینے کے لئے بنی ہاشم کے نامور اور باعزت اشخاص تشریف لے گئے۔ یہ سادات بنی ہاشم خدیجہ طاہرہؓ کے لئے پیغام عقد نہیں لے جا رہے تھے بلکہ وقار نسوان کے درنگوں

ساج میں شرافت و عظمت کا اصل شب تاب ٹانگے چار ہے تھے۔ روایت میں جناب خدیجہ کے والد ماجد حضرت خویلد کا نام بھی لیا گیا جس سے مورخین کی مورخانہ دیا تہ انداز کا بہرہ جاتا رہتا ہے کیونکہ عموماً مورخین اسلام کا تقریباً اس بات پر اجماع ہو چکا ہے کہ جناب خدیجہ کے والد کا بہت پہلے انتقال ہو چکا تھا۔ چند مورخین ہیں جو اپنی بولسبی سرشت نہیں بدل سکتے۔ اس روایت میں وہ حصہ قطعی ناقابل اعتقاد و التفات ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ عمرو بن اسد نے اول نامل اور انکار کیا۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ شہزادی خدیجہ سے استنراج کے بغیر وہ انکار کر دیتے جبکہ عمرو بن اسد ہاشمی خرافت و وقار سے بخوبی واقف تھے جن کے خاندان سے ہاشمی خاندان کے گہرے پرانے تعلقات اور میل مراسم اور دوستانہ تعلقات رہے ہیں وہ کبھی اس قسم کی اوجھی اور ذلیل حرکت کا ارتکاب نہیں کر سکتے تھے۔ اگر عمرو بن اسد کے بجائے کسی دوسرے کے ذریعہ پردہ نشین خاتون سیدہ خدیجہ نے اس رشتہ کو منظور کیا ہوتا اور عمرو بن اسد مخالفت ہوتے تو ذکاوت میں شرکت کرتے اور نہ خطبہ نکاح پڑھتے۔

جناب خدیجہ طاہرہ کے والد ماجد حضرت خویلد کا بہت پہلے انتقال ہو گیا تھا اور خطبہ نکاح جناب خدیجہ کی طرف سے ورقہ بن نوفل نے پڑھا اس تقریب میں عم خدیجہ عمرو بن اسد بھی مسرت و شادمانی کے ساتھ شریک رہے۔

ابو طالب با ورقہ گفت انہاس من	جناب ابو طالب علیہ السلام نے ورقہ
آہستہ کہ عم خدیجہ عمرو بن اسد باؤدریں	بن نوفل سے فرمایا کہ میری خواہش ہے کہ
خطبہ شریک باشند عمرو نیز دریں امر باورقہ	خدیجہ کے چچا عمرو بن اسد بھی آپ کے

ہوئی تو ان کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ شادی کے وقت جناب خدیجہ چالیس سال کی تھیں؟

اسی لئے ہم عام مورخین کا ساتھ دینے سے اپنے کو معذور پاتے ہیں۔
 حق تو یہ ہے کہ اس مسئلہ میں سکوت ہی بہتر ہے لیکن اگر خاموش رہنا کسی کو دشوار
 ہو تو اندازہ اور تخمینہ سے کسی کی عمر کے لئے کچھ کہنے سے بہتر یہ ہے کہ اس آدمی
 کے قول پر اعتبار کیا جائے جو اس سے قریب ہو۔ ظاہر ہے کہ جن لوگوں نے
 جناب خدیجہ کی عمر چالیس سال بیان کی ہے کسی کے پاس اندازہ اور تخمینہ
 کے سوا اور کوئی دلیل نہیں ہے اس لئے ہم ان مورخین پر اعتبار کرنے کے
 بجائے ابن عباس کے قول پر اعتبار کریں گے جو جناب خدیجہ کے عزیز
 تھے کیونکہ انہوں نے جو بیان دیا ہے وہ اس گھر کا ہے جس میں جناب خدیجہ
 بیاہ کر آئی تھیں

پھر حال صحیح قول کی بنا پر اٹھائیس سال اور مشہور قول کی بنا پر چالیس
 سال تک شہد عرب شادی نہیں کرتیں۔ اس لئے نہیں کہ خود ان کو کوئی رشتہ
 نہیں ملتا تھا۔ پوری دنیا سے عرب کے امراء و روساؤں و جان سے چاہتے
 تھے کہ ان کا رشتہ جناب خدیجہ سے ہو جائے لیکن وہ خود ہی تمام رشتوں کو
 ٹھکراتی چلی نکلیں کوئی ایسا تھا ہی نہیں جو اس عظیم شہزادی کا کفو قرار پاتا۔

اکثر صنادید قریش نے	اس سے انکار نہیں جناب خدیجہ کے
بزدلی اور تنقید و عروض و غنود	اتھ شادی کی آئندہ نہار کہتے تھے اور اس
بروئے عرض کردہ، او بنا کحت	سلسلہ میں دعائیں بھی کر چکے تھے بسک

ایچک از متولان عرب و بازرگان با
حسب و نسب راضی نمی شد۔
(روضۃ الصفا جلد ۱ ص ۲۸ طبع کھڑا)

مکہ محبوب خدیجہ طاہرہ ان لوگوں کو حسب
نسب میں اپنا ہم پلہ نہیں سمجھتی تھیں اس
کسی قیمت پر راضی نہیں ہوئیں۔

صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں کہ

خدیجہ زہنے بود صاحب جمال و
عقل کامل و حزم و احتیاط تمام داشت
و با کفایت بود از جملہ اشرف و انسب
نساء قریش بود و مال وافر داشت و
جمع اشرف قریش حریفین بودند بزکاح
او و اکثر ویرا خطبہ کردہ بودند در اس
باب بذل اموال نمودہ خدیجہ قبول
نہ کردہ بود۔

(روضۃ الاحباب جلد ۱ ص ۲۸)

جناب خدیجہ کی پوری قوم ان سے
نکاح کی خواہشمند و حریف تھی۔

کل قومہا کان حریفہا علی
ذلک منها۔

دیرۃ ابن ہشام ص ۱۸ طبع مصر
وطبری جلد ۲ ص ۱۹۱

صنادید قریش، مشرف و مکہ، امرا و بڑا اور روسا و طاقت کی درخشاں کو
شہزادی اٹھائیں و در چالیس سال تک بیائے حقارت ٹھکراتی رہیں۔

لیکن ان کے کسی بزرگ نے ان پر درو یا دباؤ نہیں ڈالا کہ تم فلاں سے شادی کرو۔ تو عقل کیسے باور کر لے کہ آج جب سیدہ خدیجہؓ نے محمد الرسولؐ کو اپنا مستراح بنانے کا اعلان کر دیا تو بزرگ بچپانے اس کی مخالفت کی ہوگی۔ عقیدہ عرب خدیجہؓ نے نبوت کے اس دُربے بہا کو بڑی ہی جلد و جہد اور کدو کا دش سے تلاش کیا۔ اسی چرخ رسالت کے نیرِ اعظم کے انتظار میں ملک عرب نے زندگی کے قیمتی دن گزار دیئے اور اشد کے اسی محبوب کے شوق میں انھوں نے صنایدِ قریش اور شرفاءِ مکہ کی درخواستوں کو درخور اعتنا نہ سمجھا۔

شروع شروع میں تو خدیجہؓ طاہرہ کو صرف اتنا معلوم ہوا کہ آخری نبی مبعوث ہونے والے ہیں اور ان کے یہ یہ صفات ہوں گے۔ اور پھر وقتاً فوقتاً اس مبارک تذکرہ سے اشتیاق دید بڑھتا رہا۔ یہاں تک کہ عید کے موقع پر سیدہ خدیجہؓ طاہرہ عورتوں کے ساتھ خانہ کعبہ کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں ادھر سے ایک شخص یہ کہتا ہوا گذرا کہ عنقریب مکہ میں آخری نبی مبعوث ہوں گے خوش قسمت ہوگی وہ عورت اس نبی کے ساتھ جس کی شادی چو جائے۔ کسی اور پر تو نہیں لیکن اس آواز کا سیدہ خدیجہؓ طاہرہ پر کافی اثر ہوا اور ملک عرب غور و فکر میں ڈوب گئیں۔

علامہ مجلس نے کتاب الانوار ابو الحسن البکری کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ ایک روز ہادی اکبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدہ خدیجہؓ کے محل کے نیچے سے گذر رہے تھے۔ کچھ عورتوں کے ہمراہ شہزادی اپنے بالا خانہ پر

تشریف فرما تھیں وہیں ایک عالم یہود بھی موجود تھا اس کی نظر آنحضرتؐ پر پڑ گئی اس نے خدیجہؓ ظاہرہؓ سے گزارش کی کہ آپ انھیں بلوائیں۔ جب مرسل اعظم تشریف لائے تو اس عالم یہود نے قیص ہٹا کر آثار نبوت کا مشاہدہ کیا اور سیدہ خدیجہؓ کو بتایا کہ واشد یہ خاتم النبیینؐ ہوں گے بڑی خوش بخت ہوگی وہ عورت جس کے یہ شوہر اور جوان کی زوجہ ہو۔ میں نے انجیل میں پڑھا ہے کہ آخری زمانہ میں نبی آخر الزماں مبعوث ہوں گے اس کے ماں اور باپ دونوں ہی کا اس کے عالم صغریٰ ہی میں انتقال ہو جائے گا۔ اور اس کی کفالت اس کے دادا اور اس کے بعد اس کے چچا کریں گے۔ اس کی شادی مکہ کی امیر ترین خاتون اور قریش کی عظیم ملکہ کے ساتھ ہوگی۔ یہ کہہ کر اس عالم یہود نے جناب خدیجہؓ ظاہرہؓ کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ میری ان باتوں کو یاد رکھنا اور کو مستش کرنا کہ یہ شرف تمھیں کو نصیب ہو یہ کہہ کر اس نے یہ اشعار پڑھے:-

یاخذ یحیہ منہ غایۃ الموصولی اے خدیجہ! اب میری بات کو گرہ میں
باندھ لو (کبھی نہ بھولنا)

وخذنی منہ غایۃ الموصولی اور جو بات مجھ تک پہنچی ہے (میں کو)
مجھ سے لے لو (میں کو اور یاد رکھو)

یاخذ یحیہ هذا النسبی بلا شک اے خدیجہ! لاریب (یقیناً) یہ نبیؐ
(آخر الزماں) ہیں

هکذا قد قرأت فی الانجیل (یہ سب) اسی طرح میں نے (اپنی کتاب)
انجیل میں پڑھا ہے۔

سوف یاتی من الالہ یوحی عتریب خدا کی جانب سے وحی کی
 یحییٰ من الالہ بالتنزیل ہمیں پیش کریں گے
 دیزوج بذات الفخار فیضی اشد (ہی) کی طرف سے نادی ہوئی
 عقد کریں گے کتاب (قرآن) لائیں گے۔
 اور وہ صاحب افتخار (نبی تم سے)

فی الوری شامخا علی کل جیل وہ تمام قبیلوں (بلکہ) تمام خلافت پر
 فائق و برتر ہو جائیں گے۔ (تکامل افکار جلد ۶ صفحہ ۱)

اس دوران مکہ کے ہر گھر میں مرسل اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظیم صداقت، دیانتداری، حسن مروت اور بہترین عادات و اخلاق کا شہرہ ہو چکا تھا۔ اُدھر جناب ابوطالب علیہ السلام جناب پیغمبر اسلام کی طرف سے فکر مند تھے کہ کس طرح عزیز بھتیجے کو برسرِ روزگار کیا جائے۔ بالآخر خدیجہ طاہرہ سے سردارِ بلخی نے گفتگو کی کہ وہ اپنا سامان تجارت مرسل اعظم کو تجارت کی غرض سے دیں۔ خدیجہ کی مسرتوں کی انتہا نہ رہی جب انھوں نے محمد الرسول کا اسم گرامی سنا چنانچہ انھوں نے جناب ابوطالب علیہ السلام کی سفارش کو بسر و چشم قبول کر لیا اور پھر سفر شام کی واسطیٰ پر مرسل اعظم کی شانہ سواری کا جو منظر خدیجہ نے بچشم خود دیکھا وہی کیا کم تھا کہ میسرہ نے روئداد سفر بیان کر کے قیامت کر دی۔ خدیجہ الکبریٰ کے ایمان و ایقان خوشنوں اور مسرتوں میں وہ چند اضافہ ہو گیا کہ فرط مسرت میں شہزادی عرب نے فرمایا

یا میسرہ لقد زدتنی شوقا الی
محمد اذ ھب انت حر لوجه اللہ
میسرہ! تو نے میرے اشتیاق پر امانت
کیا جذبات عقیدت و محبت میں نیا دق کی
وزوجتک و اولادک و لک عندی
میرے دل کو سرت و شادمانی سے بھر دیا
مأنا دھر ھم و راحلتان و خلعت
لہذا جا میں تجھ کو تیری زوجہ اور اولاد کو
علیہ وقد امتلا بھر و را و فرحا۔
راہ خدا میں آزاد کرتی ہوں دو سو دم و دو دیا
(بحار الانوار جلد ۲ ص ۲۸۱)

اپنے غلام میسرہ کی زبانی سنئے ہوئے واقعات، معجزات و کرامات، راہبوں
کی پیشینگوئیاں صحت آسمانی اور کتب سادی کی متواتر و مسلسل خبریں، اپنا
خواب اور پھر چشم دید حالات نے شہزادی عرب کو اس بات پر آمادہ کر دیا کہ اس
سلسلہ میں وہ خود محبوب خدا سے گفتگو کر کے قسمت آزمائی کریں گی۔
سفر تجارت سے واپس آنے کے بعد دوسرے دن جب مرسل اعظم
خدیجہ الکبریٰ کے ہاں تشریف لے گئے تو باتوں باتوں میں ہمت کر کے سیدہ
خدیجہؓ نے فرمایا

”میرے سردار! اگر آپ کی مرضی ہو تو میں نے آپ کے لئے ایک
اچھی سی عورت کو پسند اور منتخب کیا ہے وہ مکہ ہی کی ہے آپ کے قوم سے
ہے۔ بڑی مالد اسے صاحب حسن و جمال ہے اور ککالات کی بندویں پر
فائز ہے بڑی عیفہ اور بے حد سخی ہے۔ حیا دار اور ظاہر ہے.....
نسب میں وہ آپ سے بہت زیادہ قریب ہے بحسبک علیہا
جميع الملوك والعرب اس کی وجہ سے سارے سلاطین اور

رد ساء عرب آپ سے حد کرنے لگیں گے !

جناب خدیجہؓ نے بڑی صفائی سے نام لے بغیر اپنا تقارن کراتے ہوئے جو کچھ کہنا تھا وہ سب کچھ کہہ دیا اور مرسلِ اعظمؐ یقیناً سب کچھ سمجھ گئے ہوں گے مگر اُس کے باوجود وضاحت طلب کرتے ہوئے نام پوچھا اور خدیجہؓ نے بے انتہا خلوص و محبت سے فرمایا :

وہ کینزہ خدیجہ ہے..... بخدا آپ	ہی مملوۃ خدیجہ.....
میرے حبیب ہیں میں آپ کے احکام کی	انت واللہ لی حبیب وان لا
کبھی مخالفت نہیں کروں گی۔	اخالف لك امرا

ظاہر ہے یہ موقع کسی رشتہ کے طے کرنے کا نہیں تھا اور نہ مرسلِ اعظمؐ کسی ایسی بات کے لئے تیار تھے یا کسی جوابات جناب خدیجہؓ نے پیش کر دی تھی ایسے حالات میں اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا وقت اور حالات بھی ابھی اس کے لئے تیار نہیں تھے مرسلِ اعظمؐ نے نہایت حکیمانہ جواب دیا :

”میرے چچا کی بیٹی ! تم والدہ اور صاحبِ ثروت و جائداد و عورت ہو اور میرے پاس تو جو تم نے دیا ہے اس کے علاوہ مال و دنیا سے کچھ بھی نہیں ہے مجھ کو تو میری ہی طرح کی ایک عورت کی ضرورت ہے جس کا حال میرے جیسا ہو جس کے پاس مال بھی میرے ہی اتنا ہو وامتِ مملوۃ لا یصلح لك الا الملوك اور تم تو ایک شہزادی ہو میرے کہ تمہارا شوہر کئی بادشاہ اور صاحبِ تخت و تاج ہو نہ کہ مجھ جیسا تنگ دست !“

مگر جناب خدیجہؓ نے تو یہ طے کر لیا تھا کہ میرا رفیقِ زندگی محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے علاوہ

کوئی اور جو ہی نہیں سکتا انھوں نے تو شاہوں کی درخواستوں کو ٹھکرا دیا تھا
رہیوں اور ایسروں کو لٹکا سا جواب دے دیا تھا صرف اسی لئے کہ کسی کو
اپنا ہمسرا رکھو نہیں سمجھتی تھیں اس باہم ملکہ نے قطعی اور حتمی فیصلہ کر لیا تھا
کہ وہ اب ”ملکہ اسلام“ بنیں گی۔ اس لئے مرسل اعظمؐ کے جواب میں فرمایا:

”اگر آپ کے پاس مال کم ہے تو میرے پاس بہت زیادہ ہے

اور جب میں آپ کی چوکی تو میرا سب کچھ آپ کا ہے۔ میں، میرا مال،

میرے نوکر چاکر اور جو کچھ میرے پاس آپ دیکھ رہے ہیں یہ سب کچھ آپ کا

(بخاری ج ۹ صفحہ ۱۰)

ہے۔“

مرسل اعظمؐ وہاں سے اٹھے اور شفیق چچا جناب ابوطالب کے پاس آئے
اور پوری سرگذشت بیان کر دی۔ جہانگیرہ سردار عرب، خدیجہ کو بھی جانتے
تھے اور اپنے بھتیجے کی مالی حیثیت کو بھی۔ انھیں معلوم تھا کہ خدیجہ وہ بانی ہیں
جن سے ملک دروہا عرب صنادید قریش سادات بنی ہاشم شاہان مین
اور اکابرین طائف شادی کے خواہشمند ہیں لیکن اس خاتون نے کسی سے
رشتہ پسند نہیں کیا تو غریب و نادار بھتیجہ جس کے پاس نہ مال ہے اور نہ سامان
تجارت کیا وہ میرے بھتیجے کو پسند کریں گی؟

ابولہب نے شدید مخالفت کی اور جناب ابوطالب کو رائے دی کہ
آپ ایسی غلطی ہرگز نہ کیجئے گا محمدؐ خدیجہ کے لئے کسی اعتبار سے موزوں نہیں
ہیں۔ ابولہب کی اس رائے پر جناب جاس کو یہ غصہ آیا اور ابولہب کو
ذلیل اور روٹی تک کہا اور رائے دیا کہ پہلے خدیجہ کا عندیہ معلوم کیا جائے۔

چنانچہ جناب صفیہ اس کے لئے رواد کی گئیں۔ جناب خدیجہؓ نے صفیہ کی بڑی آؤ بھگت اور عزت کی ان کو خوش آمدید کہا۔ صفیہ جس مقصد کے لئے آئی تھیں بجز اللہ اس میں وہ کامیاب وہیں جناب خدیجہؓ نے اقرار کیا کہ میں نے آپ کے بھتیجہ کو اپنے لئے منتخب کر لیا ہے۔ اور جب صفیہ رخصت ہو کر چلیں تو ان کو شہزادی عرب نے ایک فاخرہ خلعت مرحمت فرمایا۔ خوشی خوشی جناب صفیہ آئیں اور سب کو خوشخبری سنائی۔ اس کے بعد باقاعدہ جناب ابوطالب ہاشمی دانشمندوں اور نوجوانوں کے ہمراہ خدیجہؓ کے مکان پر آئے اور یہ رشتہ طے ہو گیا۔

بے پناہ خوشیوں اور لازوال مسرتوں کو لئے ہوئے وہ صبح نو دار ہوئی جس دن خاتم الانبیاءؐ کو چاہنے والے چچا ابوطالب نے اپنے ہاتھوں سے دھوا بنایا۔ نوشاہ اسلام کو جناب عبدالطلبؓ کی تاریخی قمیص یا خلیل خدا کا پیراہن پہنا یا گیا دوش پر جناب الیاسؓ کی ردا ڈالی گئی سر پر سیاہ ہاشمی عمامہ رکھا گیا عبدالطلبؓ کی نعلین پائے اقدس میں پہنائی گئی جناب ابراہیمؓ یا جناب خضیبؓ کا عصا ہاتھ میں دیا گیا انگشت مبارک میں عقیق سبز کی انگشتی پہنائی گئی۔ سرداران قریش، بزرگان مکہ، دانشمندان بطحا، اسادات اور نوجوانان نبی ہاشم برہنہ شمشیریں علم کئے ہوئے باوقار انداز میں سرتاج انبیاءؐ کو اپنے حلقہ میں لئے ہوئے شہزادی عرب خدیجہؓ آگبرائی کی لت و دق کو ٹہلی کی جانب روانہ ہوئے۔ اس بارگاہ پر رحمت الہی سایہ فگن تھی۔ سیارہ ذوالبت تصدق اتر رہے تھے۔

کہکشاں نثار جو رہی تھی، بہاریں پھول برسا رہی تھیں، ارواحِ انبیاء دعائیں دے رہی تھیں، ملائکہ فرطِ مسرت سے جھوم رہے تھے، اسلام سُکرا رہا تھا۔۔۔۔۔ ہزار ہا مسرتوں اور دعاؤں کے سایہ میں یہ قافلہ آہستہ آہستہ سکون و اطمینان اور عظمت و وقار کے ساتھ منزل سے قریب تر ہو رہا تھا۔

ادھر شہزادی عرب خدیجہ طاہرہ نے بے حد و بے حساب مومی شمعوں اور فانوسوں، زرد و جاہر اور مختلف رنگوں کے پردوں اور فرشوں سے اپنے گھر کو جنتِ ارضی میں تبدیل کر دیا تھا۔ غلاموں اور کنیزوں کو مختلف اللون جریو دیا کے کپڑوں سے آراستہ کیا، ہر ایک کو قیمتی پوشاکوں اور خلعتوں کے پہننے کا حکم دیا، کنیزوں کے سر کے بالوں کو لود و مرجان سے آراستہ کیا، سونے کے ہار جن میں نگینے اور جاہر لگے تھے ان کو پہنائے گئے تھے۔

اسلام کی ہونے والی شہزادی اور ام المؤمنین کا آسمانی خطاب پانے والی دلہن کو کس طرح آراستہ کیا گیا ہوگا کوئی اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ تاریخ میں ملتا ہے کہ بہترین کام کئے ہوئے نقشِ کپڑوں میں وہ ملبوس تھیں سر مندر پر عمدہ سونے کا تاج تھا جس میں مختلف النوع موتی اور جاہر جڑے ہوئے تھے اور وہ بے پناہ زیورات سے آراستہ و پیراستہ تھیں، پیردوں میں قیمتی لاجواب بے مثل دے نظیر سونے کے خلیخال تھے جس میں جا بجا بے حد دے انتہا فیروزے اور یاقوت جڑے ہوئے تھے۔

(محار جلد ۱ ص ۱۱۱)

بارات جب جنابِ خدیجہ کے دروازے پر پہنچی تو خدیجہ الکبریٰ کی

پوری کوٹھی نقد نور بن کر آنے والے ہمانوں کا پڑتپاک خیر مقدم کر رہی تھی۔
 معزز ہمانوں کی ضیافت کے لئے مختلف قسم کے کھانوں، میوہ جات اور
 مشروبات کا انتظام کیا گیا تھا۔ بے شمار زر نگار کرسیاں بچھائی گئی تھیں۔ معزز
 اور بادقار سرداروں کے لئے چند کرسیاں قدرے بلندی پر رکھی گئی تھیں اور
 ایک بہت ہی قیمتی کرسی سب سے بلندی پر رکھی گئی تھی۔ جب
 کاروان سادات بنی ہاشم اور معززین شہر شہزادی عرب کے جگمگاتے ہوئے
 محل کے سامنے پہونچا تو اس وقت جناب عباس و جناب حمزہ شمشیریں علم
 کے ہوئے سرسبز اعظم کے واسطے اور بائیں چل رہے تھے۔ بارات
 جب وہاں پہونچی تو بد نہاد ابو جہل سب سے بلندی والی کرسی پر بیٹھنا چاہتا تھا
 معیرہ غلام نے اس کو روکا اور وہاں نہیں بیٹھنے دیا وہ ازراۃ کبر مرد کا ثبات
 کی تعظیم بھی نہیں کرنا چاہتا تھا چنانچہ بات بڑھ گئی اور جناب حمزہؑ نے کرسی سے
 اٹھا کر چاہا کہ زمین پر چٹک دیں لیکن دوسرے حضرات نے سمجھا بھگا کر امان
 دلوائی مگر تھوڑی سی بات پائی اسی میں ابو جہل زخمی ہو چکا تھا۔

ہمانوں کا شاندار استقبال کیا گیا پر مختلف میوہ جات اور مشروبات سے
 ان کی تواضع کی گئی۔ تھوڑی دیر نہیں گزری تھی کہ پڑسکون مجمع میں ایک گداؤ بلند ہوئی:
 فوالله ما اظلت الخضراء ولا
 اقلت الغبراء بافضل من محمد
 و لهذا رضیة لا یستی بعلا
 و صکفوا فکوفوا علی ثلاث
 قسم اشک آسمان نے سایہ نہیں کیا اور
 زمین نے بوجھ نہیں اٹھا کسی کا جگر سے
 افضل جو اس لئے میں نے اپنی جی (وہ) بھگا
 شہر قرار دینے اور ہمسرتانے کے لئے

من الشاہدین - ان (ہی) کو پسند کیا ہے۔ پس تم لوگ
(بھلاؤ اور جلد و مقام) اس پر گواہ رہو۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ آواز جناب خدیجہؓ کے والد محترم جناب خویلد کی تھی لیکن مورخین کو دھوکا ہوا ہے جیسا کہ ہم اس سے قبل ثابت کر چکے ہیں کہ ان کا انتقال آج سے بہت پہلے ہو چکا تھا اور وہ اس تقریب حید کر دیکھنے کے لئے زندہ نہ تھے۔ یقیناً یہ مدح کی آواز خدیجہؓ کے چچا عمرو بن اسد کی تھی۔ یہ وہی عمرو بن اسد ہیں۔ بعض مورخین کے خیال کے مطابق جن کو اس مبارک رشتہ میں پہلے قدرے مائل ہوا تھا اور بعد میں معافی مانگی مگر اب وہ مدح ادبی اکبر کا قصیدہ پڑھ کر بتا رہے ہیں کہ مجھ پر الزام ہے کہ میں نے اولاً اس رشتہ کو ناپسند کیا تھا۔

اس مبارک و مسعود محفل عقد میں مکہ کے عظیم المرتبت سرورِ ارباب و طالب علیہ السلام خطبہ عقد پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے اور ایسا خطبہ عقد پڑھا تھا جسے بلا غصہ میں جو خود ہی اپنا نظیر ہے۔ فرماتے ہیں:

الحمد لله الذي جعلنا من ذرية ابراهيم وذرع اسمعيل
وضئضئ معدا وعنصر مضر وجعلنا حضنة بغيته وسواس حرمه
وجعل لنا بيتا محجوجا وحرمنا امنا وجعلنا حكام الناس۔ اس
خدا کی حمد جس نے ہم کو ذریعہ ابراہیم، نسل اسمعیل، اولاد معد اور مضر کے صلب سے پیدا کیا۔ کہہ کا محظوظ اور حرم کا مستطعم مقرر کیا اور حرم و کعبہ۔۔۔۔۔ جہاں
لوگوں کو امن نصیب ہوتا ہے۔۔۔۔۔ کو ہمارے حوالے کر کے ہمیں تمام لوگوں کا

حاکم بنایا — جناب ابوطالب پھر ارشاد فرماتے ہیں۔

ان ابن ابی هذا محمد بن عبد الله لا یوزن سرجل الا سراج
به شرفا و نبلا و فضلا و عقلا۔ میرا بھتیجہ — محمد بن عبد الله —
شرف نجات و ذہانت اور کمال فضل و عقل میں ساری دنیا سے بہتر ہے۔
اس جلد پر جناب ابوطالب اپنے اس تاریخی اور ایمانی خطبہ کو ختم کرتے ہیں واللہ بعد
هذا له بناء عظیم و خطر جلیل جسیم۔ خدا کی قسم ان امور کے علاوہ میرا
بھتیجہ (مستقبل قریب میں) جلیل القدر اور عظیم الشان انسان ہوگا۔

و فضلہ جناب جلد امانت (جلد ۱۲۹۹) و فضلہ جلد ۲۴۱۲، میرا بھتیجہ جلد ۱۱۹۹

ابوطالب علیہ السلام کا یہ خطبہ رہتی دنیا تک صاحبان ایمان سے خراج عقیدت
وصول کرتا رہے گا۔ ابوطالب نے اس مختصر خطبہ میں اس امر کی نشاندہی کر دی
کہ ہم سب پاک اصحاب اور پاکیزہ ارحام میں رہے ہیں ہمارا پورا اسلہ حسب
و نسب نورانی ہے بٹ پرستی یا امور جاہلیت کا ہم تک کبھی گذر نہیں ہوا ہم کبھی
کسی کے محکوم نہیں رہے بلکہ ہمیشہ حاکم رہے ہیں اور کج بھی حاکم ہیں۔ کعبہ کے
پاسان ہیں حرم کے نگراں ہیں اور اب امانت خدا حضرت محمد مصطفیٰ کے محافظ
و سرپرست ہیں۔ هذا له بناء عظیم و خطر جلیل جسیم کہہ کر اس
عظیم مرتبہ اور جلیل عمدہ کا پتہ دینا بتاتا ہے کہ جسم کے بڑے مگر عزم و ارادے
کے جو ان سردار کی دُور ہیں نظریں مستقبل کے دہیز پر دوں کو چاک کر کے دیکھ رہی
ہیں کہ جبریل آ رہے ہیں اور قرآن مجید کا نزول ہو رہا ہے۔

مذکر محافظت نبوت اور ناصر رسالت نے گویا اس امر کا اعلان کر دیا کہ میں

محمد کو بھتیجہ سمجھ کر محبت و شفقت نہیں کرتا بلکہ اس مرتبہ اور عمدہ کے پیش نظر میں اپنے کو سینہ سپر بنائے ہوں۔

جناب ابوطالب علیہ السلام نے باوجود قلیل المال اور کثیر العیال ہونے کے اپنے عزیز بھتیجے جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے گھر کی رقم خود ادا فرمائی جس کا تذکرہ جناب ابوطالب نے اپنے اسی خطبہ نکاح میں فرمایا ہے چنانچہ علامہ حلبی اور علامہ زرقانی کے قول کے مطابق ارہ اوقیہ سونا دیا۔ مگر جمال الدین محمد ثیرازی اور خاندن شاہ سمرقندی یہ لکھتے ہیں کہ قد خطب ابوطالب خدیجہ بنت خویلد و قال لہا الصداق اجلة وعاجلة عشرون بکرة من مالی۔ جناب ابوطالب نے مرسل عظم کی طرف سے خدیجہ بنت خویلد کا خطبہ نکاح پڑھا تو اس کے اندر فرمایا کہ میں اپنی ملکیت سے بیس اونٹ ہر کے طور پر ادا کرتا ہوں۔“

بعض مورخین کے قول کے مطابق چار سو مثقال سونا تھا اور پانچ سو درہم نقد تھے جو بطور مہر فوراً ادا کیا گیا اور بعض کے خیال کے مطابق چار سو دینار تھے۔ صاحب روضۃ الاحباب اس اختلاف کو یوں ختم کرتے ہیں کہ یہ سمجھ لیا جائے کہ جناب ابوطالب نے یہ سب کچھ مہر میں دے دیا۔ بیس اونٹ بھی دیئے، پانچ سو درہم بھی دیئے اور سونا بھی۔ — غرض جناب ابوطالب علیہ السلام نے اپنے مرحوم بھائی جناب عبد اللہ کی نشانی حضور مرسل عظم کو اس دھم دھا سے بیاہا کہ اگر بھائی بھی زندہ ہوتے تو اس سے کچھ زیادہ نہ کرتے جو جناب ابوطالب نے کیا۔ دل کی کوئی حسرت ایسی نہیں جو جناب ابوطالب نے نکالی نہیں۔

مروم بھائی جناب عبداللہ اور مرحوم بھاج جناب آسنہ خاتون کی مبارک روہیں اس تقریب سعید میں شرکت کرنے جنت الفردوس سے آئی ہوں گی۔ اور جناب ابوطالب کو ہزاروں دعائیں دی ہوں گی۔

جناب ابوطالب علیہ السلام کے خطبہ نکاح کے بعد ورقہ بن نوفل عمالم کتب سادی جناب خدیجۃ الکبریٰ کی طرف سے خطبہ عقد پڑھنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے انہوں نے فرمایا۔

الحمد للہ الذی جعلنا کما
ذکرت وفضلنا علی ما سجدت
فحقن سادات العرب وقادتها و
انتم اهل ذلک کلام لا تنکر العشیرة
فضلکم ولا یرواحد من الناس
فخوکم وشرکم وقد رغبنا بالاقصا
بحبکم وشرکم فاشهدوا علی
معاشر قریش بان فی قد زوجت
خدیجہ بنت خویلد من محمد
بن عبد اللہ علی اربع مائتہ
دینار۔

الحمد للہ الذی جعلنا کما
ذکرت وفضلنا علی ما سجدت
فحقن سادات العرب وقادتها و
انتم اهل ذلک کلام لا تنکر العشیرة
فضلکم ولا یرواحد من الناس
فخوکم وشرکم وقد رغبنا بالاقصا
بحبکم وشرکم فاشهدوا علی
معاشر قریش بان فی قد زوجت
خدیجہ بنت خویلد من محمد
بن عبد اللہ علی اربع مائتہ
دینار۔

(بھاجہ اور ورقہ جلد ۱ صفحہ ۱۰۰)

جلد ۱ صفحہ ۲۰۶

جب درق بن نوفل نے اپنا نصح و طبع خلیہ ختم کیا تو جناب ابوطالب علیہ السلام نے درق بن نوفل سے فرمایا میری خواہش ہے کہ خدیجہ کے چچا عمرو بن اسد بھی اس مبارک موقع پر کچھ فرمائیں چنانچہ صاحب روضۃ الصفا کہتے ہیں کہ

<p>ابوطالب نے درق بن نوفل سے فرمایا کہ میری خواہش ہے کہ خدیجہ الکبریٰ کے چچا عمرو بن اسد (جو وہیں موجود تھے) کو بھی آپ اپنے خطبہ میں شریک فرمائیں (چنانچہ ابوطالب کی خواہش کے مطابق) عمرو نے بھی درق بن نوفل کے خطبہ کی تصدیق و تائید کی..... صحیح ترین روایت یہ ہے کہ خدیجہ کے والد خلیل اس وقت زندہ نہیں تھے۔</p>	<p>ابوطالب با درق گفت التماس من آنت کہ عم خدیجہ عمرو بن اسد با تو دریں خطبہ شریک باشد، عمرو نیز دریں امر با درق موافقت نمودہ و بردایت اصح در آن وقت پدر خدیجہ در حیات نمودہ۔</p> <p>(روضۃ الصفا جلد ۲ ص ۲۱۷)</p>
---	--

اس مبارک و مسعود موقع پر حکم خدا سے جنتیں خوب سجائی گئی تھیں، حور و غلمان آراستہ تھے، دروازائے جنت دا کر دیئے گئے تھے۔ شجرہ طوبیٰ سے زرد جواہر نٹائے گئے، ملائکہ سجدہ ریز تھے، زمین سے آسمان تک کی چیزوں کو زینت دی گئی تھی۔ اور خداوند عالم کے مخصوص حکم سے جبرئیل امین نے لوہار محمد کو خانہ کعبہ پر لہرایا تھا۔

شہرِ مہنا دیا بنا دی | پھر نضائیں یک ہماز گونہی کہ

من السماء ان الله قد زوج الطاهر خداوند عالم نے طاہر کو طاہرہ اور صاف
 بالطاہرة والصادق بالصادقة کو صادق سے بیاد دیا۔

بخاری ج ۶ ص ۱۱۱

اس بزم رنگ و نور کے لئے منجانب اللہ ایک اور بھی فرحت بخش انتظام
 کیا گیا تھا اور وہ یہ کہ پروردگار عالم نے جبرئیل امین کو حکم دیا کہ تمام حاضرین بزم
 پر خوشبوؤں کی بارش کی جائے۔ چنانچہ ایک دوسرے سے تعجب ہو کر پوچھنا تھا
 کہ یہ خوشبو کیسی اور کہاں سے آ رہی ہے تو دوسرا جواب دیتا تھا کہ یہ
 محمد مصطفیٰ اکی وجہ سے ہے۔

مغفل عقد کے اختتام پر تمام دوسرے لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے
 اور مرسل اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے چاہنے والے بچاؤں کے ہمراہ خانہ
 جناب ابوطالب میں تشریف لائے۔

یوں تو اس عقد سے تمام چاہنے والے خوش اور سرور تھے لیکن جو خوشی
 جناب ابوطالب علیہ السلام کو تھی اس کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ جناب
 ابوطالب اس عقد سے کچھ اتنا سرور تھے کہ بار بار لب ہائے ابوطالب خدا کا
 شکر ادا کر رہے تھے۔

چونکہ جناب ابوطالب کی اُمید سے کہیں زیادہ بڑھ چڑھ کر یہ شادی ہوئی
 تھی اس لئے انہوں نے کئی مرتبہ آسمان کی طرف رخ کر کے یہ فرمایا

الحمد لله الذي اذهب عنا الكرب وذهب عنا الهموم | شکر ہے اس اللہ کا جس نے نصیب حلال
 اور خیر و خیر دہ فرما دیئے۔

صاحب تاریخ خمیس نے ایک اور قیمتی فقرہ کا اضافہ کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ
 و فرح ابو طالب فرحاً شدیداً | جناب ابوطالب کہ بے پناہ خوشی اور
 (خمیس ج ۱ ص ۷۵۵) | مسرت حاصل ہوئی۔

اندازہ ہوتا ہے کہ جناب ابوطالب اپنے عزیز بھتیجے کی شادی کے لئے
 مناسب رشتہ اور اچھی بھلی سی بہو کے لئے کتنے فکر مند تھے۔ شب و روز وہ اسی
 کوشش میں رہتے کہ عزیز از جان بھتیجے کی شادی اس طرح ہونی چاہئے جو
 ہر طرح شاندار اور ہمہ جہت کامیاب اور مثالی شادی ثابت ہو۔ بعد ازاں
 جب رشتہ خوب سے خوب تر مل گیا اور شادی جب بخیر و خوبی تمام ہو گئی
 تو اب ابوطالب کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو پھلک پڑے خدا کا شکر ادا
 کیا۔ اس موقع پر جناب ابوطالب کی خوشی کے ساتھ ساتھ تاریخ کے
 صفحات پر ہمیں ملتا ہے کہ جناب حمزہ بھی بے حد مسرور تھے چنانچہ انھوں نے
 کچھ دہم بھی بھاری نکالے اور ان کو دیکھ کر کچھ اور لوگوں نے بھی ان کی تاسی کی۔

شادی کی پُرمسرت تقریب سے فارغ ہونے کے بعد جناب ابوطالب
 علیہ السلام نے دعوت ولیمہ کا انتظام فرمایا اور اس دعوت میں مکہ کے عظیم
 سردار نے اپنی سروری کے خایان خان انتظامات فرمائے اور پورے مکہ کو
 مدعو کیا خود مرسل اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنفس نفیس ہماؤں کا خیر مقدم کر رہے
 تھے دعوت ولیمہ کے حجر انتظامات کبیرہ و صغیرہ کی نگرانی فرماتے رہے اور ہماؤں
 کی خواہش کے مطابق تمام چیزوں کو ان تک پہنچانے کا انتظام فرماتے تھے

اور مرسل اعظم کے ساتھ ساتھ آپ کے تمام چچا اور باغشی و مطلبی زوجان آپ کے احکام و ارشاد کی سختی سے پابندی کرتے اور آپ کے محدود معاون بنے رہے۔ دعوت ولیمہ کا یہ مبارک و مسعود سلسلہ مسلسل تین مشابہ روز جاری رہا۔ تنگدستی کے باوجود جناب ابوطالب علیہ السلام نے عظیم پیمانہ پر ولیمہ کا انتظام فرمایا تھا۔ اسلام نے محسن اسلام جناب ابوطالب کے اس نیک عمل کو گنت بنا کر رہتی دنیا تک جناب ابوطالب کی یادگار کے طور پر قائم کر دیا۔ کیوں کہ اس سے پہلے دعوت ولیمہ کی کوئی رسم نہیں تھی دنیا کی آج پہلی دعوت ولیمہ کا وسیع دسترخوان ہے جو مرسل اعظم اور خدیجہ الکبریٰ کے عقد کے موقع پر جناب ابوطالب نے بچایا۔

(بحار الانوار ج ۱۱، ص ۱۱۱، و تاریخ خمیس جلد ۱ ص ۲۶۵)

خادی کے موقع پر شہزادی اسلام ام المومنین خدیجہ کے محل میں جو کھانا کھلایا گیا تھا اس کے بعد بھی جناب خدیجہ نے دعوتوں کا انتظام فرمایا۔ جناب خدیجہ کے ولیمہ کے منتظم اعلیٰ ان کے چچا جناب عمرو بن اسد تھے۔ ان دعوتوں کے علاوہ جناب خدیجہ الکبریٰ نے خادی کے بعد بہت بڑے پیمانہ پر لنگر خانے جاری کئے جانے کا حکم دیا اور ان کے حکم کے مطابق لوگوں کو نہ صرف کھانا دیا جاتا رہا بلکہ مکہ اور بیرون مکہ کے تمام غریب و فقرا و مساکین و محتاج اور گداگروں کو روپے، پیسے، کپڑے اور کھانے پینے کی اشیاء بشیر کسی روک ٹوک کے دی جاتی رہیں یہاں تک کہ مکہ اور اطراف مکہ میں کوئی حاجت مند ایسا نہ تھا جو مطمئن نہ ہو گیا ہو۔ اسلام کی ہونے والی شہزادی نے

دل کھول کر بیواؤں، یتیموں اور غریبوں کے گھروں کو ضروریات زندگی کی چیزوں سے بھردیا۔

اسلام کی عظیم شہزادی نے صرف فقراء و مساکین کے لئے ہی لنگر خانہ نہیں جاری کیا بلکہ صاحبانِ عزت و غیرت جو شرم و حیا کے باعث خدیجہ کے جاری کئے ہوئے اس لنگر خانہ سے مستفید نہیں ہو سکتے تھے ان کے لئے بھی انتظام کیا تاکہ کوئی حاجتمند باقی نہ رہ سکے چنانچہ ایسے لوگوں کو فیضیاب کرنے کے لئے شہزادی اسلام نے ”شائف“ کے نام سے ایک دوسرا سلسلہ جاری کر دیا۔ غرض یہ لنگر خانہ اور شائف شائف کے تقسیم کئے جانے کا سلسلہ متواتر چھ ماہ تک جاری رہا۔ (بحار الانوار جلد ۶ ص ۱۳۳)

اندازہ نہیں کیا جاسکتا کہ مرسلِ عظم سے شادی ہو جانے پر خدیجہ الکبریٰ کو کس قدر مسرت و شادمانی ہوئی تھی۔ جب انسان برس برس کی تک و دو اور انتھاک کو شمشوں کے بعد کوئی چیز پاتا ہے تو اس کو اسی قسم کی مسرت ہوا کرتی ہے اس لئے حضرت محمد مصطفیٰ کو پاکر خدیجہ الکبریٰ کو جس قدر بھی مسرت حاصل ہوئی ہو کم ہے۔ نبوت کے اسی بے ہادرد ابداد اور رسالت کے اسی لعلِ شبِ چراغ کے انتظار میں عرب کی شہزادی نے اپنی زندگی کے بیشتر قیمتی لمحات گزار دیئے۔ شہزادی عرب انھیں کے انتظار میں اٹھائیس سال بیٹھی رہیں اور انھیں کے پالنے کے شوق و ذوق کی وجہ سے عرب و غیر عرب سرداروں کو مٹہ تک نہیں لگایا۔

خدیجہ الکبریٰ کی سی بہو پاکر جنابِ ابوطالب اور شہزادی عرب کی سی

بیوی پاکر مرسل اعظم کو بھی بے انتہا خوشی اور مسرت ہوئی۔ حق تو یہ ہے کہ
خدیجہؓ پیدا ہی کی گئی تھیں مرسل اعظم کے لئے۔

دستور عرب کے مطابق شادی کے تیسرے دن جب حضور مرسل اعظم اپنے
چاہنے والے چچا ابوطالب کی سرپرستی اور محبت کرنے والے دوسرے اہل
اور نوجوانان بنی ہاشم کے حلقہ میں شہزادی اسلام خدیجہ الکبریٰ کے محل کی
جانب روانہ ہوئے اور وہاں پہونچنے پر آپ کے چچا جناب عباس نے
ایک تصدیق پڑھا

ابشر و بالمواہب یا ال فہر و غالب
اے عزیز اور آل غالب تمہیں عطیوں کی بشارت ہو۔

افخروا یا ال قومنا بالثناء والرعائب
اے میری قوم (دقیلے) والو شاعر (جلیل) اور بے حساب عطیوں پر فخر کرو
شاع فی الناس فضلکم وعلی فی المراتب
لوگو! تمہارا فضل (دشرف) اور بلند ہی مراتب مشہور (زمانہ) ہے۔

قد فخرتم باحمدا نرین کل الاطایب
تم سب افتخار بن گئے احمد کے دم سے جو زینت ہیں ہر طیب طاہر ناصح کیلئے
فہو کا البدن و نورا مشرق غیر غائب
ان کا نور چودھویں رات کے چاند کے مانند ہے جو ہمیشہ روشنی پھیلاتا رہتا ہے۔
قد ظفرت خدیجۃ بخلیل المواہب
اے خدیجہؓ تم کا میاب جوئیں بڑی جلیل و عظیم عطاؤں کے ساتھ۔

بفتی ہاشم الذی مالہ من مناصب

اس ہاشمی جو انور کے ذریعہ جو بڑے بڑے عہدوں اور منصبوں پر فائز ہے۔

جمع اللہ شملکم فہو سرب المطالب

خدا نے (اس کے فدیہ) تمہاری جماعت کو اجتماع کی توفیق عطا کی ہے یہی تمام مطالب کا پروردگار ہے۔

احمد سید الوسیٰ خیر مناشن و س اکب

احمد سردارِ خلافت ہیں جو ہر پیادہ اور سوار سے بہتر و افضل ہیں۔

فعلیہ الصلوۃ ما ساس عیسٰی س اکب

ان پر لگا سار درود و سلام ہوتا رہے جب تک سوار یوں پر سوار چلتے رہیں۔

جناب عباس کے قصیدہ پر مکہ کے درودیوار سے تحسین و آفرین کی

صدائیں بلند ہو رہی تھیں۔ اس بے نظیر اور لا جواب قصیدہ کے ختم ہونے

کے بعد حاضرین بزم نے سنا۔

طاہرہ خدیجہ فرما رہی تھیں۔ جان رکھو

کہ محمد کی شان بہت بلند و برتر ہے اور

ان کا فضل ہر کہ و سہ کے لئے عام ہے۔

ان کی سخاوت بڑی عظیم ہے۔ اس تقریر کے

بعد اپنی تمام بھجلی عورتوں پر مال و زینت و

پنجا در کیا۔

ثم ان خدیجہ قالت

اعلموا ان شان محمد عظیم

وفضله عظیم ووجودہ جمیع

ثم نشرت علیہن من المال

والطیب

(بحار الانوار جلد ۶ ص ۱۱۱)

اس موقع پر جناب خدیجہ کے رُخ انور سے ایسا نورِ ساحل ہوا تھا جس سے

چراغوں اور شمعوں کا نور ماند پڑ گیا تھا۔ حضرت خدیجہ الکبریٰ کے نورِ چہرہ سے

نکھنے والی لمبائی کرنوں کو دیکھ کر ہاشمی خاندان اور عبدالمطلب کے گھرانے کی خواتین کو بید تعجب ہوا۔ انھیں بعد میں پتہ چلا کہ یہ رسول اللہ کا فضل و شرف اور انہی عطیہ ہے۔ خدیجۃ الکبریٰ اس موقع پر بے انتہا قیمتی لباسِ ظفرہ زیب تن کئے تھیں، سر سے پیرنگ سونے کے زیورات پہنے تھیں جن میں مختلف اقسام و انواع اور رنگ برنگ قیمتی موتی، یا قوت و مہکھراج وغیرہ جڑے ہوئے تھے اور آپ کے سر پر نہایت قیمتی ایک تاج تھا۔ اس موقع کے لئے جناب خدیجۃ الکبریٰ نے ایک تاج خصوصیت سے سرکار رسالت کے لئے بھی تیار کرایا تھا چنانچہ وہ قیمتی تاج مرسلِ عظمیٰ کی خدمت میں پیش کیا گیا جسے آپ نے بڑی خوشی سے پہن لیا۔

خداوند عالم نے اس مبارک موقع جبرئیل امین کو حکم دیا کہ مشکِ عنبر اور کافور کے پہاڑوں اور پہاڑیوں میں پھیلا دو اس کی وجہ سے مکہ کی گلیاں اور کوچے، جنگلات اور آبادیاں جہک اٹھیں ہوائیں مشکِ بنزد عنبر ریز ہو گئیں یہاں تک کہ لوگ ایک دوسرے سے متعجب ہو کر پوچھتے کہ یہ خوشبو کیسی ہے؟ تو جاننے والے کہتے کہ یہ محمد اور خدیجۃ کی بدولت ہے۔

(بحار الانوار جلد ۶ ص ۱۱۳)

سبل یکینہر سندھ، پاکستان

اس شان کی شادی کائنات میں یہ پہلی اور آخری تھی۔ اس سے پہلے دنیا نے ایسی شادی دیکھی تھی اور نہ اس کے بعد اس شادی میں دنیا کے سارے لوازمات کے ساتھ ساتھ آپنی توجہات نے چار چاند لگا دیئے تھے

تاریخ انسانیت کی انوکھی اور اپنی نوعیت کی منفرد شادی تھی جہاں نہ دنیاوی دولت و حشمت کی کمی تھی اور نہ الٰہی رحمت و برکت کی ۔

یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے کہ دنیا کی کوئی عورت اتنا جہیز لے کر اپنے شوہر کے گھر نہ آئی ہوگی جتنا جہیز جناب خدیجہؓ اپنے ہمراہ لے کر کاشانہ نبوت میں آئیں۔ لیکن جہیز کا اتنا سارا سامان جو عرب کی شہزادی اپنے ہمراہ لائی تھیں۔ یہ نہ مرحوم باپ کی چھوڑی ہوئی دولت تھی جو ان کو ترکہ اور میراث میں ملی ہو اور نہ بھائیوں کی محبت کا نتیجہ تھی بلکہ میہونِ کاملہ اور فاضلہ و عاقلہ شہزادی نے تجارت کر کے اور اس تجارت کو فروغ دے کر خود اپنی عقل و خداداد بہترین صلاحیت و استعداد اور حسن انتظام سے اتنا عظیم سرمایہ اکٹھا کیا تھا کہ عرب دنیا میں کوئی رئیس و امیر بھی اس دولت کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔

در اصل جناب خدیجہ الکبریٰ کی ذات والا صفات قابلِ تقلید، ان کی سیرت قابلِ عمل اور عورتوں کے لئے خصوصیت سے ان کا کردار ایک مثالی اور لائقِ اتباع ہے۔ جناب خدیجہ الکبریٰ نے ساری دنیا پر اس حقیقت کو واضح کر دیا کہ اگر عورت گھر کے اندر رہ کر عزت و آبرو کے ساتھ زندگی بسر کرنا چاہے تو یہ امر کچھ مشکل نہیں ہے۔ عورتوں کو مجبور یا مجبوس سمجھنا انھیں 'اکاہ' اور بے عمل خیال کرنا بہت بڑی بھول ہے۔ مردوں کے دوش بدوش چلنے کا فخر اگر اپنے اندر کچھ حقیقت، واقفیت اور صداقت رکھتا ہے تو اس کے معنی اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہیں کہ عورتیں اپنے حدود میں رہ کر ایسی وقایہ کریں کہ مرد بھی غرور دیا لے حیرت ہو جائیں۔ عورتیں اپنے حسن انتظام بہترین

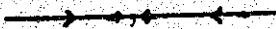
صلاحیت اور خداداد استعداد کو یوں بروئے کار لائیں کہ دنیا میں وہ کسی کی محتاج و دست نگر نہ رہیں۔ جیسا کہ جناب خدیجۃ الکبریٰ نے کر کے دکھایا۔

شہزادی عرب کو جب قدرت نے شہزادی اسلام ہونے کا مشرف مرحمت فرمایا تو جناب خدیجۃ الکبریٰ نے اس مشرف خاص کا پورا پورا خیال کیا اور جب پروردگار عالم نے انھیں کائنات کی پہلی ام المومنین بننے کا موقع عنایت فرمایا تو اسلام کی شہزادی نے توقعات کے مطابق اس خطاب عتق کے ساتھ انصاف کیا اس کے بھرم اور آبرو میں اپنی نیک سیرت اعلیٰ ظرفی اور اخلاق کی بلندی سے چار چاند ٹانک دیئے۔

اب نہ انھیں اپنی دولت کی فکر رہ گئی نہ تجارت سے کوئی سروکار رہا کیوں کہ ان کو کائنات کی سب سے عظیم دولت (نبوت و رسالت) مل گئی تھی۔

جوان کی زندگی کی غالباً سب سے پہلی اور آخری خواہش تھی جس کے لئے وہ فکر مند تھیں۔ —————

بشرا لحد کہ جناب خدیجۃ کی کوششیں بار آور ہوئیں۔ وہ رحمۃ للعالمین کو پا گئیں۔ اور اس طرح کل کی شہزادی عرب اب آج سے شہزادی اسلام ہو گئیں۔



ازدواجی زندگی

عرب کی شہزادی ملکہ اسلام بن کر کاشانہ نبوت میں آگئیں اور خدیجہ طاہرہ کی زندگی کا کامیاب ترین دور شروع ہو گیا۔ خدیجہ کو خوب معلوم ہے کہ میرا شوہر صرف عظیم انسان ہی نہیں ہے بلکہ وہ خاتم الانبیاء اور مرسل اعظم ہے۔ اسی لئے جناب خدیجہ اس رشتہ کی جانب متوجہ ہوئی تھیں۔

جناب سیدہ خدیجہ کا دل محمد مصطفیٰ	میل عظیم در دل خدیجہ پیدائش
کی طرف جھکا۔ اور انھوں نے اس بات	در غمت کر دکھ بنگاہ وی در آید۔
کی خواہش کی کہ آنحضرت خدیجہ طاہرہ	(روضۃ الاحباب ج ۱ ص ۱۸۱)
کے ساتھ عقد فرمائیں۔	

اپنے ہونے والے شوہر کے متعلق یہ خوشخبری سیدہ خدیجہ نے سب سے پہلے درقہ بن نوفل سے سنی اور پھر اس کے بعد ایسے حالات و واقعات پیش آتے رہے کہ درقہ بن نوفل کی پیشینگوئی کی جس سے تصدیق ہوتی گئی چنانچہ مرسل عظم کے ساتھ شہزادی کا جب عقد ہوا تو وعدہ کے مطابق درقہ بن نوفل کو ایک قبضتی اور بیش بہا خلعت جس کو ان کے غلام میسرہ نے شام میں پانچ سو دینار میں خرید اٹھا۔ غایت فرمایا۔ جس کے لینے سے درقہ بن نوفل نے انکار کر دیا اور کہا ”مجھے ان چیزوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے میری دلی خواہش یہ ہے کہ تمہارے شوہر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

میری شفاعت کا وعدہ کر لیں۔ چنانچہ جناب خدیجہؓ نے وعدہ کیا کہ انشاء اللہ
ایسا ہی ہو گا۔
(مکملہ انوار جلد ۶ ص ۱۸)

ان چیزوں پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ سیدہ خدیجہؓ مرسلِ اعظم سے
بھرپور واقف اور معرفت شناس منصبِ نبوت تھیں۔ اور اسی لئے اپنی ازدواجی
زندگی میں مسلسل پچیس برس کے طویل عرصہ میں مزاجِ نبوت کے خلاف نہ کچھ کیا
اور نہ کچھ کیا۔ بلکہ اپنی بہترین سیرت اور اخلاق و عادات سے اپنے شوہر کے
گھر کو جنتِ نظیر بنا دیا۔ شہزادی خدیجہؓ کی نظروں میں رسولِ خداؐ کی دو حیثیت
تھی ایک تو محبوب شوہر ہونے کی حیثیت اور دوسرے اللہ کے آخری نبی ہونے کی۔
شہزادی نے اپنے آپ کو اس گھر میں صرف متولی کعبہ کی فرمانبردار بہو کی حیثیت
سے ہی نہیں پیش کیا بلکہ انھیں ہر قدم پر اس امر کا شدید احساس بھی دیا کہ
میں ایک مسلمہ و مومنہ بھی ہوں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ میں رسولِ اللہؐ کی زوجہ ہوں
اس لئے اطاعتِ شہزادی اور فرمانبرداری میں برائے نام بھی کمی نہ آسکے۔
اور وہ معیاری کردار پیش کر دیا جس پر ام المومنین کے اتنی لقب کی فضیلتیں
نازاں ہیں۔

اب شہزادی کا ہر ریزہ، روزِ عید اور شب، شبِ برات تھی۔ رسولِ مختار
بھی سرورِ حق کے خداوندِ عالم نے انھیں ایسی رفیقہٗ حیات مرحمت فرمائی ہے جو
امورِ خانہ داری سے لے کر تبلیغِ اسلام کے جملہ مشکلات تک میری معاون و درگاہ
ہے۔ جناب ابوطالب علیہ السلام کی سرتوں کا راز بھی یہی ہے وہ بھی مطمئن ہو گئے
کہ بانیِ اسلام کو جیسی رفیقہٗ حیات کی ضرورت تھی صد شکر کہ انھیں ویسی ہی

بیوی ملی ————— مصری مورخ عباس محمود العقاد اپنے قلم سے اس حقیقت کو یوں ظاہر کرتے ہیں۔

”سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے قیمی کی حالت میں پرورش پائی والد کی وفات تو آپ کی پیدائش سے پہلے ہی ہو چکی تھی لیکن والدہ کا سایہ بھی زیادہ دیر تک سر نہ رہا اور وہ بچپن ہی میں آپ کو داغِ مفارقت دے گئیں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص منشاء اور تصرف کے ماتحت خدیجہ جیسی پاکباز اور غمگسار خاتون کو آپ کے لئے چنا۔ شادی کے بعد حضرت خدیجہؓ نے جس دل سوزی سے آپ کی دلدہی کی اس نے تمام مصائب اور مصدات کا مادا کر دیا جو قیمی کی حالت میں آپ کو اٹھانے پڑے تھے نبوت کے دعوے کے ساتھ ہی مصائب کا پہاڑ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر ٹوٹ پڑا کسی قسم کی ایذا نہ تھی جو بد نہایت مشرکین نے حضور کو نہ پہنچائی ہو اور مخالفت کا کوئی دقیقہ نہ تھا جو قریش نے فروگذاشت کیا ہو۔ اس حالت میں جب کہ مکہ کا چہرہ چہرہ حضور کا دشمن ہو رہا تھا اور آپ پر بدترین قسم کے مظالم ڈھائے جا رہے تھے اگر کسی نے حضور کی کامل رفاقت کا ثبوت دیا تو وہ حضرت خدیجہؓ تھیں انھوں نے اپنا تن من دھن سب کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کے لئے قربان کر دیا اور اس دل سوزی اور جانفشانی سے آپ کی خدمت کی کہ اس کے سامنے حضور کو کفار مکہ کے مظالم کا احساس تک جا رہا اور آپ بہ المین کامل تبلیغ و اشاعت اسلام میں مصروف رہے۔“

(ما لکھتہ ضرعہ علی محمد احمد بانی بنی)

خانگی اور گھریلو زندگی کا شہزادی اسلام خدیجہؓ نے اپنی قابل تقلید سیرت سے جو معیار قائم کیا اور سیدہ خدیجہؓ نے شوہر بھوی کے حقوق و فرائض کے جو حدود اپنے خوشگوار تعلقات در و باطن اور باہمی میل جول سے معین کئے ہیں اسلامی آئین و دستور اور الہی قوانین و ضوابط انھیں کے گرد گھومتے نظر آتے ہیں دراصل سیدہ خدیجہؓ کی پوری زندگی بالخصوص ان کی گھریلو زندگی پوری نوع انسانی خصوصاً مسلمانوں کے لئے قابل اتباع ہے۔ رسول خداؐ اور خدیجہؓ نے بل بیل کر اپنی زندگی کے یل و نہار جس عہدگی سے بسر کئے ہیں اور انسانی برادری کے اس عظیم جوڑے نے کامیاب زندگی بسر کرنے کے جو حدود و آئین معین کئے ہیں انھوں نے جن اصولوں پر زندگی کے پچیس سال ایک ساتھ گزارے ہیں جب بھی ان حدود و آئین اور انسانی زندگی کو کامیاب بنانے والے اصولوں سے کوئی شخص اعراض و انحراف کرتا ہے اس کی زندگی اجیرن اور زندہ رہنا مرنے سے بدتر ہو جاتا ہے۔

مرسل اعظمؐ اور ان کی رفیقہ حیات خدیجہؓ نے اپنی پچیس سالہ خوشگوار زندگی اور قابل صد انتہا تعلقات سے زن و شو کے جو حقوق و فرائض معین کئے اس سے بہتر زندگی بسر کرنے کے اصول آج تک دنیا تیار نہیں کر سکی۔ شادی کے چند رہ برس بعد اسلام بھی انھیں اصولوں کی تعمیل کا اعلان کرتا ہوا نظر آیا۔ زندگی کے اس پچیس سالہ طولانی پُر پیچ پُر خطر، بھیاں تک اور کٹھن سفر میں ام المومنین خدیجہؓ برابر رسول اللہؐ کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلتی رہیں اور آپس کے تعلقات کو جناب خدیجہؓ طاہرہؓ نے شروع سے آخر تک خوشگوار

بنائے رکھا اتنے لمبے سفر میں برائے نام بھی ایک کو دوسرے سے کوئی شکوہ نہیں ہوا اور نہ ایک نے دوسرے کو شکایت کا کوئی موقع آنے دیا۔ شادی کے پہلے دن ایک دوسرے سے جو محبت والفت پیدا ہوئی تھی وہ نہ صرف آخر تک برابر قائم رہی بلکہ آہستہ آہستہ اس میں روز بروز اضافہ ہی ہوتا گیا۔

خدیجہ طاہرہ جیسی عظیم شہزادی نے کاشانہ نبوت میں قدم رکھتے ہی اپنے کو جیسے انہی احکام و ارشاد، اسلامی آئین و دستور، دینی حقوق و فرائض اور نبوی فکر و نظریں ڈھال لیا اور قطعاً یہ محسوس نہیں ہونے دیا کہ میں نئی جگہ یا نئے ماحول میں آئی ہوں۔ اور یہ حقیقت ہے کہ سیدہ خدیجہ کو یہ ماحول اس لئے اس آگاہی سے پہلے ہی سے آدمیت کی اعلیٰ قدروں اور انسانیت کے بہترین ضابطوں اور طریقوں کی پابند رہی ہیں۔ اسی لئے ابتدا سے انتہا تک رسول اللہ جناب خدیجہ طاہرہ سے نہ صرف راضی رہے بلکہ بے انتہا مسرور و شاداں رہے ہادی اکبر کی ساری زندگی خدیجہ کے ساتھ پُر سکون اور مطمئن رہی۔ شہزادی نے اپنے محبوب شوہر کی زندگی سے رنج و غم کے سارے کانٹے چُن کر اسے محبت والفت کے پھولوں سے بھر دیا۔ نبوت کدہ کو اپنی سیرت کی خوشبو سے معطر کر دیا۔ خدیجہ کے کردار سے کاشانہ نبوت کا پورا ماحول جھلک اُٹھا۔

خدیجہ طاہرہ ہی وہ خوش قسمت خاتون ہیں جو تنہا پچیس سال تک مرسل اعظم کے ساتھ رہیں اور بڑی شرکت خیرے رسول اللہ کی محبت والفت اور نفقت و رافت کی نصیب بنیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کی کسی عورت

حتیٰ کہ نبی کریم کی دوسری بیویوں میں سے بھی کسی کو یہ شرف نصیب نہ ہو سکا۔ اسی گھر میں خدیجہ کے بعد دوسری عورتیں بھی "ام المومنین" بن کر آئیں لیکن اللہ کے رسول کو جراحات و آزار اور امن و سکون و اطمینان خدیجہؓ کی ہی کی ذات والا صفات سے ملا دوسری اور کسی بیوی سے اس کا عشرِ عشیر بھی نہیں مل سکا بلکہ اُن کے کچھ بیویوں سے آنحضرتؐ کو شدید رنج و غم اور مصائب و آلام پہنچے۔ جس کا گواہ قرآن مجید بھی ہے اور اسلام کی تاریخ بھی پورے علم و یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ اگر ام المومنین خدیجہؓ طاہرہ کی جگہ کوئی دوسری عورت ہوتی تو اسلام کی تاریخ کسی دوسرے رنج سے لکھی جاتی۔ اور مرسلِ اعظمؐ کو جن مصائب و آلام سے گزرنا پڑتا ان کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازدواج میں مختلف رنگ و نسل اور سیرت و کردار کی بیویاں شامل تھیں اپنی اپنی افتادِ طبع اور مزاج کے مطابق وہ سیرت و کردار میں بھی مختلف ہی رہیں اور اسی باعث ان میں دو پارٹیاں قائم ہو گئی تھیں لیکن ام المومنین خدیجہؓ طاہرہ ان ہنگاموں سے بہت پہلے انتقال کر چکی تھیں ازدواجِ رسول میں صرف خدیجہؓ طاہرہ ہی کی زندگی کو عورتوں کے لئے نمونہ بنا جاسکتا ہے اور میں اس لئے تمام مسلم خواتین کے لئے ضروری ہے کہ وہ ام المومنین خدیجہؓ ہلکبریٰ علیہا السلام کے اعلیٰ اخلاق و عمدہ عادات و بہترین خصائل کو اپنائیں۔ اپنے شوہروں کو خوش رکھیں ان کی مرضی کا

اپنے آپ کو پابند بنائیں ان کی گھریلو زندگی کو اپنے خوشگوار تعلقات اور
محبت والہ فطرت کی خوشبو سے معطر کریں۔ — شہزادی خدیجہ طاہرہ کی
طاعت و قناعت، صبر و حکمر اور ضبط و تحمل سے پُر زندگی کو اپنی زندگی کا
لائحہ عمل قرار دیں۔

اپنی ازدواجی زندگی کو پُر سکون بنانے کے لئے مشہوروں کو بھی سیرت
سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پابندی لازم و واجب ہے۔ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس طرح زندگی گزاری ہے وہ سارے مسلمانوں
کے لئے قابل اتباع اور لائق پیروی ہے۔



محبتِ رسولؐ اور خدمتِ اسلام

یہ صحیح ہے کہ شہزادی اسلام جناب خدیجہؓ نے حضرت عائشہؓ کی طرح کبھی اپنے کو محبوبہ رسولؐ کہا اور نہ کھانا اور نہ اس امر کی کوشش کی کہ کوئی اس لقب سے انھیں پکارے۔ اور نہ ہی انھوں نے کبھی اس بات کا تذکرہ کیا کہ اسلام پر کبھی کچھ خرچ کیا ہے۔ لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بلندی کردار کی وجہ سے حضرت خدیجہؓ طاہرہ کو نگاہ رسالت میں جو مقام حاصل تھا کسی اور بیوی کو اس کا عشرِ عشر بھی نصیب نہ ہو سکا۔

مورخین اسلام آنحضرتؐ کی جس بیوی کی ”محبوبیت“ کا کلمہ پڑھتے ہیں اس کی کل حقیقت یہ ہے کہ انھیں خود اس بات کا شوق تھا کہ ان کو محبوبہ رسولؐ کہا جائے۔ تاریخ شاہد ہے کہ وہ خود کو محبوبہ رسولؐ خدا کہتی بھی تھیں قلم خود لکھتی بھی تھیں اور اس کی خواہش کرتی تھیں کہ دوسرا انھیں اسی لقب سے یاد کرے۔ — یہ شوق مرسلِ عظم کے بعد پیدا ہوا۔ حضورِ عالیہ السلام کی زندگی میں یہ شوق تو نہیں پیدا ہوا تھا ہاں اس امر کی کوشش ضرور کرتی تھیں کہ اللہ کے رسولؐ دوسری تمام بیویوں کو چھوڑ کر سارا وقت انھیں کے ساتھ گزاریں۔ اس کے لئے ناز و ادا سے لے کر بناؤ سنگھار تک کو کام میں لا گیا لیکن کامیابی بہر حال نہ ہو سکی۔ — ام المومنین صفیہؓ کا پیالہ اسی لئے توڑ دیا، ام المومنین ام سلمہؓ پر طعن و طنز اسی لئے کرتی رہتی تھیں

ام المؤمنین زینب بنت جحش کے خلاف ام المؤمنین حفصہ کو ملا کر سازش کا منصوبہ اسی لئے تیار کیا گیا تھا کہ رسول خدا ہمارے علاوہ کسی اور کی طرف منتقل نہ ہوں اور اسی لئے جناب ماریہ قبطیہؓ ام ابراہیمؓ سے بھی برسرِ پیکار رہا کرتی تھیں۔ اگر ام المؤمنین عائشہؓ مجبوراً رسول خداؐ ہوتیں تو ان کے اندر اس طرح کا حسد اور بغض و عناد ہرگز نہ پیدا ہوتا۔

تاریخ اس ذکر سے خالی نظر آتی ہے کہ کبھی کوئی دوسری بیوی حضرت عائشہؓ سے حسد کرتی رہی ہو۔ بر خلاف اس کے حضرت عائشہؓ سب سے جلتی رہیں۔ انتہا یہ ہے کہ ام المؤمنین حضرت خدیجہؓ ————— جو انتقال کر چکی تھیں سے حد درجہ حسد کرتی تھیں ————— عباس محمود العقاد لکھتے ہیں:

” رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلی بیوی حضرت خدیجہ تھیں جو حضرت عائشہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آنے سے کئی سال پیش وفات پا چکی تھیں لیکن رشک کا جو جذبہ حضرت عائشہ کے دل میں حضرت خدیجہؓ کی طرف سے پایا جاتا تھا وہ دوسری زندہ بیویوں میں سے کسی ایک کے لئے بھی مروجہ نہیں تھا اور اس کی واحد وجہ یہ تھی کہ حضرت خدیجہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں ایسی جگہ قائم کر لی تھی کہ ان کی وفات کے بعد بھی حضور کے دل سے ان کا خیال کبھی محو نہ ہو سکا اور جس خلوص اور وفاداری کے ساتھ انہوں نے زندگی گزاری تھی اس کا تذکرہ شب در روز حضور کی زبان پر جاری رہتا تھا۔“

(عائشہ ص ۳۱)

شہزادی اسلام پچیس برس کی رفاقت میں اپنی محبت کا جوائنٹ نقش
 قلب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قائم کر گئی تھیں نہ وہ امتداد زمانہ کے
 ہاتھوں میں رکھا اور نہ اسے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے میں کامیابی حاصل کر سکی۔
 جب حضرت عائشہ نے محسوس کیا کہ مرسل اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 سب سے زیادہ حضرت خدیجہ علیہا السلام کو مانتے تھے اور اب بھی اسی طرح
 مانتے ہیں اور زبان رسالت پر شب و روز ان کا ہی ذکر رہتا ہے تو مرحومہ
 و منقورہ ام المومنین حضرت خدیجہ طاہرہ سے نفرت و عداوت کا اظہار
 کرنے لگیں۔۔۔۔۔ چنانچہ یہی مصری مورخ عباس لکھتے ہیں کہ
 ”ایک مرتبہ حضور خدیجہؓ کا ذکر کر رہے تھے حضرت عائشہؓ کہنے لگیں

یا رسول اللہ! آپ ہر وقت اس بڑھی ادھر شریخ باچھوں والی عورت کا
 ذکر کیوں کرتے رہتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے بہتر بیوی
 عطا فرمادی ہے۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عائشہؓ تھا، خیال غلط ہے خدیجہ
 سے بڑھ کر مجھے اور کوئی بیوی نہیں ملی وہ مجھ پر اس وقت ایمان لائی جب
 لوگوں نے میری تکذیب کی اس نے اس وقت مجھ پر اپنا مال خرچ کیا
 جب لوگوں نے مجھے مال و دولت سے محروم کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے خدیجہ
 کے ذریعہ مجھے اولاد عطا فرمائی۔“

(عائشہ رضی اللہ عنہا)

عباس نے روایت نقل ضرور کی لیکن بڑی احتیاط سے۔ مگر ان کو ایسا

کرنا بھی چاہئے تھا کیونکہ ان کو ہر قدم پر حضرت عائشہ کا لحاظ بھی ضروری تھا۔
مگر دوسرے محدثین و مورخین نے نہایت واضح طور پر لکھا ہے کہ حضرت عائشہ
کے اس قول سے مرسل اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سخت اذیت پہنچی اور
حضرت عائشہ پر غضبناک ہوئے۔ چنانچہ ابن صباغ مالکی نے لکھا ہے
کہ غضب غضبا شديدا (آنحضرت سخت غضبناک ہوئے) اور اسی طرح
سبط ابن جوزی نے خواص الامہ میں لکھا ہے کہ غضب حتی اہتز مقدمات
شعرہ (آنحضرت کو ایسا غصہ آیا کہ آپ کے سامنے کے بال حرکت کرنے لگے)۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ کو چاہئے تو یہ تھا کہ وہ بھی جناب خدیجہ طاہرہ
سے محبت کرتیں کیونکہ وہ محبوبہ رسول خدا تھیں اگر کسی بنا پر ان کے دل میں
خدیجہ طاہرہ کی محبت پیدا نہیں ہو سکتی تھی تو کم از کم اللہ کے رسول کو چڑی
رکھنے کے لئے ہاں میں ہاں ملائی رہتیں اور اگر یہ بھی نہیں ہو سکتی تھیں تو چپ
ہی رہتیں۔ مگر نہیں انھوں نے ایسا طرز عمل اختیار کیا جس کی
بنا پر صاحب خلق عظیم کو غضبناک ہونا پڑا۔ اور شدید غصہ میں آنحضرت نے
کچھ اور توہینیں فرمایا لیکن آخر میں ایک فقرہ ایسا ضرور ارشاد فرمادیا جس سے
حضرت عائشہ کی روح تک لرز گئی ہوگی۔ یعنی

میں رزقی اللہ اولادھا اذحمینی	خدا نے ان سے مجھے اولاد عطا کی
اولاد النساء۔	جبکہ اور عورتوں سے مجھے اولاد نہیں
(امایہ و اسنیطاب)	ہوئی۔

اس فقرہ سے حضرت عائشہ کو کسی حد تک اپنے کئے کا بدلہ مل گیا۔

اولاد سے محرومی کا احساس عورت کے لئے بے حد اذیت ناک ہوتا ہے اور اگر کسی حقیقی عورت کو طعنہ دے دیا جائے تو اذیت میں وہ چند اضافہ بھی جلتا ہے اور اگر اولاد سے محرومی کا طعنہ عورت کو شوہر سے سنے میں آجائے تو قیامت ہے۔۔۔۔۔ ہمیں امید کرنا چاہئے کہ رسول مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس سخت و شدید رد عمل کو دیکھتے ہوئے ام المومنین عائشہؓ نے ہرگز پھر کبھی جناب خدیجہ طاہرہ علیہا السلام کی شان میں اس طرح کی گستاخی نہ کی ہوگی۔ لیکن صد افسوس کہ ایسا نہیں ہوا بلکہ تاریخ کے بیان کے مطابق حضرت عائشہؓ کو بار بار ایسا کر کے رسول اللہؐ کے غضب کا نشانہ بنیں۔

عباس محمود النقاد لکھتے ہیں :

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض غریباؤ اور محتاجوں کی تواتر سے امداد فرمایا کرتے تھے ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ نے اس کی وجہ پوچھی تو حضورؐ نے فرمایا خدیجہؓ نے مجھے ان لوگوں سے حسن سلوک کرتے رہنے کی وصیت کی تھی۔ یہ سنتے ہی حضرت عائشہؓ غصہ میں آکر کہنے لگیں ”خدیجہؓ خدیجہؓ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کے نزدیک روئے زمین پر سوائے خدیجہؓ کے اور کوئی عورت ہی نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انھائیٰ حلیم الطبع تھے لیکن حضرت عائشہؓ کی یہ بات سن کر آپؐ نے ان سے بولنا چھوڑ دیا۔“ (عائشہؓ ص ۱۳۱)

ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ مرسل اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ صرف حضرت خدیجہؓ طاہرہ علیہا السلام سے ان کی زندگی میں بے پناہ محبت فرماتے تھے

بلکہ شہزادی اسلام کی رحلت کے بعد ٹوٹو بیویوں کی موجودگی کے باوجود اسی طرح محبت کرتے تھے بلکہ اس محبت میں دن بدن اضافہ ہی ہوتا چلا گیا یہاں تک کہ مرسل اعظمؐ ان لوگوں سے بھی محبت و سلوک کرتے رہے جن کے ساتھ مرحوم ام المومنین جناب خدیجہؓ محبت کر عیں اور جن کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتی تھیں۔

مولانا اسد علی صاحب لکھتے ہیں :

”ایک بار ایک ضیفہ حضور کے پاس آئی آپ نہایت محبت سے پیش آئے یہ انداز جناب عائشہؓ دیکھ کر کیسے مطمئن رہتیں وہ دائرہ ازدواج میں نہ سی، بڑھیا سی لیکن سوال ہو گیا کہ یہ کون آئی تھی حضور نے فرمایا یہاں یہاں خدیجہ کے دُور میں آ کر کرتی تھی اور پرانے تعلقات کو برقرار رکھنا بھی بات ہے۔“

(حیات خدیجہؓ اکبرؓ ص ۲۵)

اپنی زندگی میں سیدہ خدیجہؓ جن لوگوں کے ساتھ سلوک کرتی تھیں ان کی حیات کے بعد مرسل اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سلسلہ کو باقی رکھا۔ یہ روایت اس مقصد کو بھرپور واضح کرتی ہے :

عن عائشہ کان رسول اللہ	حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ جس دن
إذا ذبح الشاة يقول ارسلوا	بکری ذبح کی جاتی تو رسول خداؐ فرماتے تھے
الی اصدقاء خدیجہ	کہ خدیجہ کی سہیلیوں کے ہاں (گوشت)
قال فذکرت له يوم ما فقال	بجھو ادینا۔ ایک دن میں نے اس کی وجہ
انی لا أحب حبیبها۔	پوچھی تو فرمایا کہ میں خدیجہ کو دوست رکھنے والا نہ

(اصحاب جلد ۴ ص ۲۸۳) | محبت کرتا ہوں۔

مرسلِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جنابِ خدیجہ طاہرہؓ سے کس قدر محبت و الفت تھی اگر اس کا اندازہ کرنا ہے تو اس کے لئے یہ روایت کافی ہے۔

صاحبِ اصحابہ و استیعاب دونوں حضرات عائشہ کے اس قول کے نقل ہیں کہ کان رسول اللہ ﷺ لا یكاد یمخرج من البیت حتی یدنکر خدیجہ و یحسن ثناء علیہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر سے باہر نکلنے وقت ہمیشہ جنابِ خدیجہؓ کی مدح و ثناء فرماتے اور ان کو یاد کرتے تھے ان تمام باتوں کو سامنے رکھ کر نہایت یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے

کہ رسول اللہؐ نے جنابِ خدیجہؓ طاہرہ کے بعد شادیاں تو بہتری کیس لیکن مرسلِ اعظم کو پھر دوسری خدیجہؓ نہ مل سکی۔ تو قرآن مجید کی یاد دل دماغ کو تڑپاتی اور جس کا ذکر قلب و ضمیر اور وجدان و مدح کو اکرام پہنچاتا تھا۔ وہ شہزادی اسلام خدیجہؓ تھیں۔ حق ہے کہ انھیں کو محبوبہ رسول خدا کہا جائے۔

غرض کہ ام المؤمنین خدیجہؓ طاہرہ سلام اللہ علیہا سے مرسلِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو محبت ان کی زندگی میں تھی اس میں ہزار روک ٹوک کے باوجود دن بدن اضافہ ہوتا رہا اور مدح خدیجہؓ الکبریٰ میں صاحبِ مایطق ہمیشہ رطب اللسان ہی رہے۔

جنابِ خدیجہؓ طاہرہ سے مرسلِ اعظم کو بے پناہ محبت اسی لئے تھی کہ خود جنابِ خدیجہؓ طاہرہ کو حضور علیہ السلام سے بے حد محبت و محبت تھی


ہیں انتہایہ ہے کہ پچیس سال کے طویل عرصہ تک ایک ساتھ رہنے کے باوجود خلافت مرضی رسول جناب خدیجہ طاہرہؓ نے نہ کوئی بات کی اور نہ کہی اور اپنی بے پناہ محبت و خلوص، اطاعت شکاری اور فرمانبرداری سے اپنے محبوب شوہر کو ہمیشہ راضی و خوشنود رکھا۔ وہ گئیں ام المومنین حضرت عائشہؓ انھیں مریضین و محدثین اسلام ”محبوبہ رسول“ نہیں کچھ اور بھی کہہ سکتے ہیں یہ تو اپنی اپنی عقیدت ہے۔ ————— ام المومنین عائشہؓ کو عقیدت مندوں نے بطور خراج اس لقب سے نوازا ہے اللہ و رسول سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

حقائق پر پردہ ڈالا جاسکتا ہے لیکن مٹایا نہیں جاسکتا۔ ام المومنین حضرت عائشہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیا راضی کرتیں وہ تو اپنے والد محترم کو بھی راضی نہیں رکھ سکیں۔
عباس محمود العقاد لکھتے ہیں :

”احادیث میں حضرت عائشہؓ سے ایک روایت مروی ہے جس میں وہ کہتی ہیں کہ ایک مرتبہ کسی بات کے حلقہ بچھ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بحث ہونے لگی حضور نے فرمایا یوں فیصلہ نہیں ہوگا کسی کو ثالث مقرر کر لو۔ کہو ابو عبیدہ جراح کو ثالث مقرر کرنے پر رضامند ہوئے نہ کہا ”نہیں وہ بہت سادہ مزاج انسان ہیں ضرور آپ کی طرف راہی کریں گے“ حضور نے فرمایا اچھا اپنے والد کو ثالث مقرر کر لو“ میں راضی ہو گئی اور حضور نے ابو بکر کو بلا بھیجا وہ آئے حضور نے مجھ سے کہا ”تم بات بیان کرو“

میں نے کہا ”خیر آپ بیان کریں“ چنانچہ حضور نے وہ بات جس کے متعلق بحث ہو رہی تھی ابو بکر کے سامنے بیان کی جب حضور بات ختم کر چکے تو میں نے والد سے کہا آپ بتائیے ہم دونوں میں کس کی بات صحیح ہے؟“ انھوں نے یہ سنتے ہی میرے منہ پر زبرد سے ایک طمانچہ مارا اور کہا تو رسول اللہ کی بات کی مخالفت کرتی ہے؟“ طمانچہ اس زبرد سے لگا تھا کہ میری ناک سے خون جاری ہو گیا۔“ (عائشہ رضی اللہ عنہا)

کاشا د نبوت میں خدیجہ الکبریٰ علیہا السلام کے زماذ تک تو سکون و اطمینان نظر آیا لیکن ان کے بعد اس قسم کی ٹوٹوٹیں میں اور دھینگا مٹتی آئے دن ہوا کرتی تھی۔

 سبیل سکینہ مسلمان
حیدر آباد ہندوستان

”ایک بار حضرت ابو بکر جبرے کے قریب سے گزر رہے تھے کہ انھوں نے اپنی بیٹی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے باواز بند گفتگو کرتے سنا وہ عقدہ کی حالت میں جبرے میں داخل ہوئے اور اس گفتگو کی سزا دینے کے لئے بیٹی کو تھپڑ مارنا چاہا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے درمیان میں کھڑے ہو کر انھیں ایسا کرنے سے روک دیا جب وہ باہر چلے گئے تو آپ نے عائشہ سے فرمایا

”کیا یاد کرو گی آج میں نے تمھیں پٹنے سے بچا لیا۔“ (عائشہ رضی اللہ عنہا)

خدیجہ طاہرہ سلام اللہ علیہا کے بعد نبوت کی زندگی کا سکون ختم ہوا اطمینان رخصت ہو گیا تھا چنانچہ ایک بار ایک بیوی ————— ام المؤمنین حضرت حفصہ

_____ کو طلاق تک دیدی تھی اور ایک مرتبہ تمام بیویوں سے ہینہ بھرتک ناخوش رہے اور ناراضی کی بنا پر سب سے الگ ٹھگک رہے یہاں تک کہ پورے مہینہ میں شور ہو گیا کہ حضور نے اپنی تمام بیویوں کو طلاق دے دی۔ اور جب اُنٹیس^{۱۹} روز کے بعد حضور تشریف لائے تو ام المومنین حضرت عائشہ کی زبان پر پہلا فقرہ جو آیا وہ یہ تھا:

”یا رسول اللہ آپ نے قسم کھائی تھی کہ آپ مہینہ بھرتک ہم سے

میلنہ رہیں گے لیکن ابھی تو اُنٹیس^{۱۹} دن ہی ہوئے ہیں آپ کیسے تشریف

لے آئے؟ _____ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مہینہ اُنٹیس^{۱۹}

دن کا بھی ہوتا ہے۔ (عائشہ رضی اللہ عنہا)

ان واقعات کو پڑھ کر ہر شخص یہ نتیجہ نکالنے پر مجبور ہے کہ ازدواجِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عام عورتوں کی سیرت و کردار سے ایک انچ بھی بلند و برتر نہیں ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پریشان اور دق کرنے والی ازدواج کی سیرت کو دنیا کی کسی خاتون کے لئے نمونہ عمل نہیں قرار دیا جاسکتا۔

بوفیات اس کے شہزادی اسلام جناب خدیجہ طاہرہ کو مرسلِ حکم سے جو گہری محبت، محبت، موانست اور قلبی لگاؤ تھا اور کاشانہ نبوت میں سیدہ خدیجہ طاہرہ نے جو پاکیزہ سیرت، بلند اخلاق اور عظیم کردار پیش کیا ہے وہ _____ جس کی وجہ سے ان کے بعد بھی حضور انھیں یاد کرتے رہے _____ ساری دنیا کی عورتوں کا مخصوص مسلم خواتین کے لئے نمونہ عمل ہے۔

آپ کی حمایت کروں گا۔ اب گویا آپ خدا کی طرف سے ہر حق پر باقعدہ
 مامور ہو گئے اور آپ پر ایک بھاری ذمہ داری ڈال دی گئی یہ دعوت سب سے
 پہلے حضرت خدیجہؓ ہی کے سامنے آئی اور وہی اس پر ایمان لانے والوں
 میں سے پہلی اسی قرار پائیں۔ (محسن انسانیت ص ۱۵۷)
 اس واقعہ کو امام بخاری کی زبانی ملاحظہ کیجئے :

”ایک فرشتہ آپ کے حضور میں حاضر ہوا اور اس نے کہا اے محمد
 پڑھئے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا میں کچھ بھی پڑھا ہوا نہیں ہوں حضور فرماتے
 ہیں میرے اس جواب پر اس فرشتے نے مجھے اپنے آغوش میں لے کر خوب بھینچا۔
 اس قدر زور سے بھینچا کہ میری جمان طاقت نے مجھے جواب دے دیا لیکن پھر
 اس فرشتے نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا اے محمد پڑھئے۔ میں نے دوسری دفعہ بھی
 جواب میں یہی کہا کہ میں کچھ پڑھا ہوا نہیں ہوں میرے اس کہنے کے ساتھ ہی
 پھر اس نے مجھے پکڑ کر دوبارہ خوب زور سے بھینچا ایسی قوت سے بھینچا کہ میری
 ساری طاقت سلب ہونے لگی لیکن اس نے مجھے پھر چھوڑ دیا اور پھر کہا اے محمد
 پڑھئے۔ پھر بھی جواب میں میں نے پڑھئے ہونے کی نفی کی حضور فرماتے ہیں
 میرے اس جواب پر پھر اس نے مجھے پکڑ لیا اور آغوش میں لے کر تیسری دفعہ پھر
 بہت زور سے..... دو بچا۔ لیکن پہلے کی طرح پھر چھوڑ دیا اور کہا ”اپنے مقدس
 پروردگار کے نام کی برکت سے پڑھئے وہ رب ہے جس نے تمام عالموں کو
 پیدا کیا جس نے انسان کو خون کے بوتھڑے سے بنایا ہاں پڑھئے اور یاد
 رکھئے کہ آپ کا پروردگار بڑا کریم ہے۔“

کلام ربانی کی یہ چند مقدس آیات لے کر دولت سرائے کی طرف تشریف لے چلا
مگر اس حالت اور کیفیت میں کہ آپ کا مبارک قلب اس عجیب و غریب واقعہ
کے پیش آنے سے ڈر کے مارے کانپا جا رہا تھا آپ سیدہ ام المومنین حضرت
خدیجہ بنت خویلد کے پاس تشریف لائے اور فرمانے لگے مجھے کچھ ارہا، اونھوں نے
فوراً آپ کو ایک چادر اٹھادی آپ تھوڑی دیر چادر اوڑھتے رہے یہاں تک
کہ آپ کے دل سے سارا خون و در دور ہو گیا جب حضور کی طبع مبارک
کچھ سکون پذیر ہوئی تو آپ نے ام المومنین سے تمام و کمال حیرت انگیز
واقعہ (جو پیش آیا تھا) بیان فرمایا اور فرمانے لگے واشر مجھے اپنی جان کا
سخت اندیشہ ہو گیا ہے حضرت خدیجہ نے جواب میں آپ سے تسلی بخش
باتیں کیں اور کہا آپ بالکل مطمئن رہئے آپ کے ساتھ کبھی بھی کوئی
کچھ بدسلوکی نہیں کر سکتا۔ خدا کی قسم انصاف اور مہربانیاں فرمانے والا
خدا آپ کو کبھی ملول و خزم نہ فرمائے گا.....
اس کے بعد مزید اطمینان دلانے کے لئے حضرت خدیجہ آپ کو لے کر
چلیں اور اپنے چچا زاد بھائی درقد بن نوفل..... سے
بی بی خدیجہؓ نے کہا۔

”اے میرے چچا کے بیٹے اپنے بھائی کے فرزند کی بات تو سنو کہ
ان کے پاس کون کیا اور انھوں نے آج کیسی عجیب بات دیکھی ہے یہ
سن کر وردہ آنحضرت صلیم کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگے اے میرے بھتیجے
کو آج تم نے کیا دیکھا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ تمام واقعہ

جو خطہ سے گذرنا تھا یہاں فرمایا کہ مجھ پر غریب واقعہ سنئے ہی فوراً بچار اٹھے
کو محمد اس میں ڈرنے کی کیا بات ہے خوش ہو جاؤ کہ تم آج خدا سے برحق
کے نبی بنا دیئے گئے اور یہ تمہارے پاس آنے والا وہی ناموس اکبر (جبرئیل)
تھا جسے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کے پاس بھی بھیجا تھا.....

بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۱۱۱ از روایت جابر بن عبد اللہ (از مولانا حمید اللہ)
مولانا محمد حمید اللہ دہلوی نے اسی موضوع پر لکھتے ہوئے جبرئیل کے پہنچنے
کی ایک نئی تدبیر کا یوں ذکر کیا ہے :

”ام المؤمنین نے عرض کیا بے شک خدا کے تبارک و تعالیٰ نے
اپنے فضل سے آپ کو بہت معزز و ممتاز فرما دیا اب آپ مکان لگے کسی
مظنودہ جگہ میں تشریف لے جا کر روفی افزود ہوں اور جب آپ کے پاس
جبرئیل امین تشریف لائیں تو آپ مجھ سے ضرور کہہ دیں۔ سرکارِ عالم المؤمنین
کی درخواست منظور فرمائی اور جب آپ پر جبرئیل امین منکشف ہوئے تو
آپ نے خاتونِ اکرم کو پاس بلا کر فرمایا۔ دیکھو اس وقت میرے پاس
جبرئیل تشریف لائے ہیں ام المؤمنین نے آپ کو اپنے بائیں پہلو کی
طرف بٹھا کر کہا کہ کیا اب میں آپ کو جبرئیل نظر آئے ہیں آپ نے فرمایا
ہاں۔۔۔۔۔ پھر ام المؤمنین نے آپ کو دائیں پہلو کی طرف بٹھا کر
پوچھا تو میں نے جواب دیا پھر خاتونِ معظم نے آپ کو اپنی
ایک چادر اڑھا دی جس سے سر پہانک کے سوا آپ کا سوا جسم نکھانک گیا
اب پھر حضرت خدیجہ نے پوچھا کیا اب میں آپ کو جبرئیل دکھائی دیتے ہیں

آپ نے فرمایا نہیں۔ اب نہیں دکھائی دیئے پڑیں کہ نبی بنی خدیجہؓ نے
جوشِ مسرت سے ہنسنے ہوئے آپ سے کہا میں آپ کو خوشخبری سنانا ہوں
کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے نبوت کے خلع سے مشرف فرمایا۔
(رواۃ رحیم جلد ۱ صفحہ ۱۰۰)

مذکورہ بالا روایتوں میں چند چیزیں سمجھنے کی ہیں
(۱) جبرئیلؑ نے مرسلِ عظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھیجا کیوں کیا یہ بھی کوئی
روحانی تعلیم کا ذریعہ ہے؟

(۲) اپنے منصب، جبرئیلؑ اور اپنے کو رسولِ نبی ہونے سے کیا مرسلِ عظم
لا علم دے خبر تھے جبکہ در قد بنِ نفل کو اس بات کا علم تھا؟
(۳) کیا جبرئیلؑ کو دیکھ کر مرسلِ عظم اس قدر خوفزدہ ہو گئے تھے کہ اپنی زندگی
سے مایوس ہو گئے؟

(۴) کیا رسولِ خداؐ کوئی بار دیکھنے کے باوجود جبرئیلؑ کو پہچاننے سے قاصر رہا؟
(۵) کیا جبرئیلؑ کو کسی خاتون کی چادر میں آنے سے شرم معلوم ہوتی ہے آخر
سیدہ خدیجہؓ کی چادر میں کیوں در رہا؟

(۶) اگر ایسا ہے تو پھر حضرت عائشہؓ کے کاف میں وہی لیکر کیسے آتے تھے؟
(۷) ام المؤمنین حضرت خدیجہؓ کو معلوم ہو جائے کہ آپ کو اللہ نے نبوت کے
خلع سے مشرف فرمایا ہے اور نہ معلوم ہو تو خدیجہؓ ہونے والے عہدیدار
محمدؐ کی روایت کو؟

اگر یہ سوالات حل ہو جائیں تو مذکورہ بالا روایتوں کو بلا کم و کاست تسلیم

کر لینا چاہئے اور اگر حل نہ ہوں اور ان کو تسلیم کر لینے سے عقل کو انکار ہو تو محض اسی قدر تسلیم کرنا چاہئے کہ وحی کا آغاز اور اسلامی تحریک کی ابتدا تب ہوئی جب سیدہ خدیجہؓ کا شانہ نبوت میں پہنچ چکی تھیں شہزادی نے اعلان رسالت کا حکم سن کر بلا تامل و توقف رسالت کی تصدیق کی اسلام و ایمان کا اعلان کیا۔ اسلام کے سارے مورخین کا اس بات پر اجماع ہے کہ اول من اسلم من النساء خدیجہؓ جس خاتون نے سب سے پہلے اسلام کے قبول کرنے کا اعلان کیا وہ اسلام کی شہزادی خدیجہؓ طاہرہ ہیں۔

سابقون الاولون کی جب کبھی فرست تیار کی جائے گی تو سر فرست جناب سیدہ خدیجہؓ علیہا السلام کا نام لکھا جائے گا۔ سیدہ خدیجہؓ نے تصدیق رسالت میں سبقت ہی نہیں کی بلکہ تادم آخر اپنے کامل یقین پر باقی رہیں۔ جب تک زندہ رہیں نصرت و حمایت اور حفاظت و رفاقت کا حق ادا کرتی رہیں اسلامی تحریک کی ہر طرح معین و مددگار رہیں۔

صاحب اعلام الوریؒ فی اعلام الہدیٰ لکھتے ہیں :

”عباس بن عبد المطلب کعبہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ان کے برابر ایک دوسرا شخص بھی بیٹھا تھا ان دونوں نے دیکھا کہ ”ایک مرد آیا اور کعبہ کے برابر کھڑا ہو گیا پھر ایک عورت آئی“ — اور وہ اس مرد کے برابر — کھڑی ہو کر ناز پڑھنے لگی پھر ایک بچہ برآمد ہوا اور وہ بھی انہیں لوگوں کے برابر کھڑا ہو کر ناز پڑھنے لگا۔ جو عباس کے برابر بیٹھا ہوا تھا اس کو یہ امر کچھ عجیب سا لگا اس کا بیان ہے

کہ ————— میں نے عباس سے پوچھا یہ کون سا دین ہے اس کو تو میں نہیں جانتا تو عباس نے جواب دیا کہ یہ (جوان) محمد بن عبد اللہ ہیں جن کا خیال ہے کہ وہ خدا کے رسول ہیں اور ایک دن قیصر و کسریٰ کے خزانوں پر ان کا قبضہ ہوگا اور یہ عورت خدیجہ بنت خویلد ہیں جو ان پر ایمان لے آئی ہیں اور یہ بچہ اسی نوجوان کا چچا زاد بھائی علی بن ابی طالب ہے اس نے بھی ان کے دین کو قبول کر لیا اور ان پر ایمان لے آیا ہے ۳ (مشہور طبقات و اقدی جلد ۱ ص ۱۸۷) مکہ کے تاریک ماحول اور کفرستان میں اول اول صرف تین نمازی تھے ایک تو خود مرسل اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، دوسرے ان کے ابن عم جناب علیہ السلام اور تیسری ذات شہزادی اسلام سیدہ خدیجہ کی بیٹی ————— مورخ ابن سعد کے بیان کے مطابق جو تھا نمازی ابوطالب علیہ السلام کا دوسرا دیندار فرزند مستقبل کا مبلغ اسلام جعفر تھا۔ جب جعفر بیٹھے تھے اور مرسل اعظم کے ساتھ جناب امیر نماز پڑھ رہے تھے تو جناب ابوطالب نے جعفر سے پوچھا ”یہ کیا ہو رہا ہے“ ”نماز“ جعفر نے جواب دیا ————— تو جناب ابوطالب نے فرمایا تم کیوں بیٹھے ہو صل جناح ابن عمک تم بھی اکٹھا اور اپنے چچا زاد بھائی کے ساتھ نماز پڑھو“ ————— اس طرح جناب ابوطالب علیہ السلام کی نگرانی اور سرپرستی میں اسلامی تحریک آگے بڑھتی رہی۔ ابوطالب علیہ السلام کی حفاظت میں دیندار سکون و اطمینان سے اللہ کی عبادت کرتے رہے، نمازیں پڑھتے رہے۔

مکہ کے دہشت پسند کافروں نے نبی کریم کی عبادت میں عربی غیرت

اور انسانی اقدار و تہذیب کا بھی کچھ پاس دیکھا نہ تھا کیا اور قریش کے اکابر بھی نہایت پست و ذلیل اور رذیل و رکیک حرکات پر اُتر آئے، رسولِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راستہ میں کانٹے بچھاتے، گٹے میں اُدھڑیوں کے پھندے ڈالتے، مذاق اڑاتے، نقلیں کرتے، پیچھے پیچھے تالیاں بجاتے جیسے کسی شریف راہ گیر کے پیچھے کتے بھونکتے ہوں، ڈھیلے پتھر مارتے، پاگل اور دیوانہ کہتے اور اسی طرح کلمہ پڑھنے والے مسلمانوں ————— جن کی اکثریت غریب و نادار تھی ————— کو رت نئے مصائب میں مبتلا کرتے۔

غرض اعلانِ رسالت کے بعد مکہ کی زمین و آسمان سب ہی آنکھیں دکھانے لگے۔ اپنے محبوبِ شوہر کو خدیجہ طاہرہ مخالفتوں کے طوفانوں سے گزرتے دیکھتیں، جسمِ انور کو لہو لہبان اور بلوسات کو تارتار دیکھتیں، کفارِ مکہ کے ہاتھوں کے گئے مظالم کی رودادیں سننتیں۔ شہزادیِ اسلام کے مکروں پر جو مرد اور عورتیں چلی آئی تھیں اب انھیں کی لال چلی آنکھیں دیکھتیں۔ لیکن صبر و شکر کے علاوہ آنحضرتؐ سے کبھی شکوہ شکایت نہیں کی۔

خام کو جب ہادی اکبر علیہ السلام گھر میں داخل ہوتے تو سیدہ خدیجہؓ عظمیٰ کھانسیوں، آنسوؤں، لہجوں اور مسکرا کر نبوت کا خیر مقدم کرتی تھیں۔ تسلی و تسفی دیتیں، مرہم پٹی کرتیں۔

عقیدہ عوب سیدہ خدیجہؓ اپنے محبوب اور زخمی شوہر کو عمدہ عمدہ مشورے اور رائے دیتی رات بھر سکون و اطمینان سے بسر کرنے کے بعد دوسری صبح ہادی اکبر علیہ السلام بدستور تبلیغ کے میدان میں نظر آتے۔ محمد الرسول صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم جیسے محبوب شوہر کے پیچھے شہزادی عرب خدیجہؓ نے اپنا سارا سکون
 واطمینان، راحت و آرام سچ دیا تھا۔ سیدہ خدیجہؓ اب شہزادی عرب نہیں رہ گئی
 تھیں وہ تحریک اسلامی کی ممبر تھیں، نبوت کی مونس و غمخوار تھیں رسالت کی
 پشت پناہ اور اسلام کی معین و مددگار تھیں۔ سچ کہا گیا ہے کہ
 وہ نبی کریمؐ کے لئے بہترین و ذریعہ تھیں ان تک پہنچنے کے بعد اللہ کا نبی دنیا کا
 سارا غم بھول جاتا، دکھ درد اور رنج و غم دور ہو جاتے اور بے پناہ سکون و
 اطمینان نصیب ہوتا ہے۔

(شرح بیۃ المہافل جلد ۱ ص ۴۹ و اعلام الورى ص ۳۵)

محل سے قید خانہ تک

کفار قریش اور منافقین کے تمام منصوبے خاک میں مل گئے ان کی عداوت و نفرت کے آہنی قلعہ مسمار ہو گئے اور بغض و عناد کے باندھے ہوئے اوپنچے اور مضبوط باندھے اسلامی تحریک کے ریلے میں خس و خاشاک کی طرح بہہ گئے تب ان کو بھی تحریک اسلامی کی قوت و طاقت کا اندازہ ہوا درودہ سمجھ گئے کہ عرب کی ابھرتی ہوئی اس طاقت کو آسانی سے نہیں ختم کیا جاسکتا۔

اساطین مکہ کو یقین ہو گیا کہ اب محمدی اور اسلامی تحریک شاہراہ ترقی تک پہنچ چکی ہے اس لئے اس کو انفرادی مخالفت سے دبانا محال ہے ان کی آنکھوں میں خون اتر آتا جب وہ ہر نئی صبح اس تحریک کے بڑھتے ہوئے طوفان کی لہروں میں کفر کے اوپنچے اوپنچے کھنڈرات کو تنکے کی طرح بہتا ہوا دیکھتے۔

نبوت کے پانچویں سال مبلغ اسلام جعفر بن ابی طالب علیہ السلام کی زیر قیادت تحریک اسلامی کے وابستگان کا ایک قافلہ مکہ سے حبشہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ تھوڑے دنوں کے توقف کے بعد دوسرا بڑا قافلہ بھی مکہ کو وداع کہہ کر حبشہ پہنچ گیا۔ ہر چند کفار مکہ نے چاہا کہ ہاجرین حبشہ کو راستہ ہی میں گرفتار کر لیا جائے لیکن تعاقب کرنے والے کفار کی دوسریں سے ہاجرین کو سوسوں دور نکل چکے تھے۔ عمرو بن عاص کی سرکردگی میں شاہ حبشہ نجاشی تک کفار مکہ نے اپنا وفد ہمیش قیمت محتافت کے ساتھ روانہ کیا تاکہ یہ وفد ہاجرین کو

وہاں سے واپس لائے اور یہ درندے ان پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑیں مگر بنو حنیفہ
بن ابی طالب علیہ السلام کی کامیاب تبلیغ اور بہترین وکالت کی وجہ سے مکہ کے
دفعہ کو خائب و خاسر اور ذلیل و رسوا ہو کر وہاں سے واپس ہونا پڑا۔

ہاجرین کا ہاتھوں سے نکل جانا اور دفعہ کا حبشہ سے بے نیل ملام وہاں
آنا ہی کفار مکہ کو غیظ و غضب میں لانے کے لئے کیا کم تھا کہ ایک دن عین حرم
میں ٹھیکیداران مکہ کے مجمع میں شیر بنہ شجاعت حمزہؓ کی آواز گونجی ” میں
محمدؐ کے دین پر ہوں وہ جو کچھ کہتے ہیں وہی میں بھی کہتا ہوں ہمت ہو تو میرے
مقابلے پر کوؤ“

اس اعلان نے تمام باطل پرستوں کے گھروں میں صفت مافم بچا دی۔
شرارت پسند اور موزی کفار مکہ بیچ ذاب کھا کر رہ گئے۔ ہادی اکبرؑ کا مذاق
اڑانے والی زبانیں گنگ اور اذیت دینے والے ہاتھ نسل ہو گئے۔ پیغمبر امنؐ
امان نہایت آزادی سے تبلیغ اسلام کا فریضہ انجام دے رہے ہیں ابو آتبہ،
ابو جہل، عتبہ، عقیبہ، شیبہ، ولید اور ابن زبیری وغیرہ درندوں کا کوئی
خوف نہیں شفیق اور بہادر چچا ابوطالب کی حفاظت، قوت بازو علیؑ کی نصرت،
میرنس و غمخوار رفیقہٴ حیات سیدہ خدیجہؓ کی ہمدردیاں اور حمایت پہلے ہی سے
حاصل تھیں اور اب حمزہؓ جیسا سمو شور بہادر بھی علقہٴ گوش اسلام ہو گیا تھا۔
اس لئے کفار مکہ نے دارالاندہ وہیں جمع ہو کر تحریک اسلامی کی بے انتہا
کامیابی پر اپنے شدید رنج و غم کا اظہار کیا اپنی ناکامیابیوں کا از سر نو جائزہ
لیا آئندہ کے لئے کسی ٹھوس مخالفت کے اقدام پر غور و خوض کیا۔ انھوں نے

جائزہ لیتے وقت سوچا کہ ہم نے اسلامی تحریک کی ہر طرح مخالفت کی۔ گندہ پردہ پیگنڈا کیا۔ پاگل اور مجنون کہا۔ قرآنی آیات و تعلیمات کو قصے اور کہانیوں سے تعبیر کیا۔ مکی شعراء نے اشعار کے ذریعہ ان کے خلاف جذبات کو برانگیختہ کیا ان کے دلائل کے سامنے ہم نے کٹ جھٹیاں کیں استہزاء اور ختم نام طرازیہ کیں حد ہے غنڈہ گردی تک سے کام لیا لیکن ہماری ہر مخالفت کا اثر اٹا ہی ہوتا رہا ہم نے اپنی سودا گرانہ کوششیں بھی صورت کر دیں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ابوطالب (علیہ السلام) کو خریدنے کی انتھک جدوجہد کی مگر ہمارا یہ حربہ بھی ناکام رہا۔ اب اسلامی تحریک کے علمبردار حبشہ تک پہنچ گئے، ہمارے وفد وہاں سے ذلیل و رسوا ہو کر واپس آگیا۔ ————— محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ہمیں عاجز کر دیا ہے ہمارے مذہب کو بڑا اور ہمارے بزرگوں کی تعین کرتے ہیں پانی سر سے اونچا ہو چکا ہے ایسے میں ہم سب کا فرض ہے کہ اجتماعی طاقت و قوت سے ان کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں اور ایسی شدید مخالفت کی جائے کہ اسلامی تحریک ہمیشہ کے لئے دفن ہو جائے۔

کافی رد و قدح کے بعد ترک موالات کا پروگرام بنایا گیا جب مرد و زن سب اس پر راضی ہو گئے تو ایک معاہدہ لکھا گیا جس میں لکھا تھا کہ ”ہم باہنم اور بیوہ و المطلب سے سارے تعلقات ختم کر دیئے جائیں، ان سے شادی بیاہ لین دین، خرید و فروخت اور بات چیت نہ کی جائے اور ان سے ہرگز صلہ نہ کی جائے حتیٰ یسلموا رسول اللہ للقتل یہاں تک کہ عاجز آکر وہ لوگ محمد (رسول اللہ) کو ہمارے حوالہ کر دیں تاکہ ہم انھیں قتل کر دیں۔“

(روضة الاحباب جلد ۱ ص ۳۳۱ و ماہب الدنیہ جلد ۱ ص ۱۷۱ و روضۃ الصفا جلد ۲ ص ۲۸۵)

سوشل بائیکاٹ کے بعد سردار مکہ ابوطالب اپنے پورے خاندان کو لیکر
شعب میں آگئے اور مکمل تین سال اس قید سخت کی زندگی ابوطالب نے
گزار دی مگر ہادی اکبر کی حفاظت و حمایت سے دستبردار نہ ہوئے۔

ان ہاشمی و مطلبی قیدیوں میں شہزادی عرب سیدہ خدیجہ بھی ہیں اور
صرف خدیجہ طاہرہ ہی نہیں بلکہ ان کی آغوش محبت میں شہزادی نورجانب مصوٰۃ
سیدہ زہرا سلام اللہ علیہا بھی چند مہینوں کی سہی مگر قیدی کی حیثیت سے ہیں۔
ابوطالب اور ان کے ساتھیوں پر ——— ناز و غم کی پروردہ شہزادیوں
اور بچوں سے معصوم بچوں ——— پر کیا گذر گئی اسے خدا کے علاوہ اور کوئی
دوسرا نہیں بتا سکتا۔ ان تکلیفوں کا آج ہم ہلکا سا تصور بھی نہیں کر سکتے۔
”بھوک سے تڑپ تڑپ کر رونے والے بچوں کی آوازیں اور فریادیں قریش
کے در و دام سے ٹکراتی تھیں جسے وہ سن کر خوش ہوتے۔“

(زاد العاد ابن القیم جلد ۲۹۹ و روضۃ الاحباب جلد ۱ ص ۱۳۱)

نفیم صدیقی لکھتے ہیں :

”بنو ہاشم بے بس ہو کر شعب ابی طالب میں پناہ گزین ہو گئے۔ گویا
پورا خاندان تحریک اسلامی کے داعی کی وجہ سے ایک طرح کی قید اور
نظر بندی میں ڈال دیا گیا اس نظر بندی کا دور تقریباً تین برس تک
طویل ہوا اور اس دور میں جو احوال گذرے ہیں ان کو پڑھ کر پتھر بھی
چکھنے لگتا ہے۔ درختوں کے پتے نکلے جاتے رہے اور سوکھے چرٹے
آبال آبال کرادہ آگ پر جھون جھون کر کھائے جاتے رہے حالت

یہ ہو گئی کہ بنو ہاشم کے معصوم بچے جب بھوک کے مارے جلتے تھے تو دور دُور تک ان کی درد بھری آوازیں جاتی تھیں قریش ان آوازوں کو سُنتے تو مارے غرضی کے جھوم جھوم جاتے تاکہ بندی اتنی شدید تھی کہ ایک بڑے حکیم بن حزام (حضرت خدیجہ کے بھتیجے) نے کچھ گھنوں اپنے غلام کے ماتھ چوری چھپے بھیجا راستہ میں ابو جہل نے دیکھ لیا اور گھنوں چھیننے کے روپے ہوا اتفاق سے ابو الجحزی بھی آگیا اس کے اندر کسی اچھے انسانی جذبے نے کر دت لی اور ابو جہل سے کہا کہ چھوڑ دو بھی ایک بھتیجا اپنی چھو بھی کے لئے بھیجتا ہے تو تم اسے بھی روکتے ہو اسی طرح ہشام بن عروہ چوری چھپے کچھ غلہ بھیج دیتے تھے۔“ (محسن انسانیت ص ۲۱۷)

یقیناً ان دردناک مصائب و آلام اور شدید ترین اذیتوں پر ہتھ کھل سکتا ہے مگر نہ گھلے تو کفار مکہ اور نسی القلب صنایہ قریش۔ مجھے کفار مکہ اور صنایہ قریش سے شکایت کا کوئی حق بھی نہیں ہے وہ تو تھے ہی سنگدل و ظالم۔ لیکن انقلابی جماعت کے ان ”بہادر مسلمانوں“ سے مجھے شکایت ہے جن کی بہادری کے گیت مورخین اسلام گارہے ہیں۔ ان کی مکہ میں موجودگی کے باوجود بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب پر مسلسل تین سال تک ظلم کے پہاڑ ٹوٹتے رہے اور ان ”غیرت دار بزرگوں“ کے کان پر جوں تک نہ ریگی۔ علامہ ابن ابی الحدید کے قول کے مطابق تلاشی آذوقہ کی ذمہ داریاں خاص کر جناب امیر مصلیٰ بن ابی طالبؑ کے سپرد تھیں علامہ شبلی کہتے ہیں کہ ”تین برس تک بنو ہاشم نے اس حصار میں بسر کی یہ زمانہ بیاحت

گذر کر طلح (درخت کا نام) کے پتے کھا کھا کر بسر کرتے تھے۔“

(سیرۃ النبی جلد ۱ صفحہ ۱۹۱)

فاقے کون کر رہا ہے، پتیاں کون کھا رہا ہے، ننھے ننھے بچوں کو بھوک اور پیاس سے تڑپتا کون دیکھ رہا ہے؟ — سردار عرب، ابوطالب — شہزادی عرب سیدہ خدیجہ — کیوں۔ سردار سے کون سی خطا ہو گئی اور شہزادی نے کون سا جرم کیا ہے؟ — ہادی عالم محبوبِ خدا، مبلغِ اسلام، آمنہ کے لال حضرت محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی محبتِ جُرم ہے، حمایتِ خطا ہے، قومِ سردار سے ناخوش اس لئے ہے کہ وہ محمدؐ کی حفاظت کیوں کرتے ہیں شہزادی سے ناراض اس لئے ہے کہ وہ محمدؐ کی حمایت سے دست کش کیوں نہیں ہو جاتی۔ میرادل چاہتا ہے کہ اس مقام پر ٹوک کر میں علامہ شبلی سے صحت یہ پوچھ لوں کہ جناب جب مرسلِ اعظم تین سال تک قید میں رہے، جب مکہ کا سردار فاقے کر رہا تھا، جب عرب کی نجیب ترین شہزادی بھوک اور پیاس سے مٹھ حال ہو رہی تھی، جب اس کی گود میں ننھی سی بچی — شہزادی نور فاطمہ — جاں بلب تھی، جب بنو ہاشم پر عرصہٗ حیات تنگ کر دیا گیا تھا تو آپ کے اسلامی ”مہرِ دواہ“ کہاں تشریف رکھتے تھے، کیا ان لوگوں کو خبر نہ تھی کہ مکہ کا شریف ترین خاندان عورتوں اور بچوں کے ساتھ سنگدل اور بے رحم بھیڑیوں کی قید میں ہے؟

نا قابلِ برداشت اذیتوں کے باوجود جناب ابوطالب کی سرپرستی میں کا بتلیخ جاری رہا۔ قدیم سیرت نگار ابن ہشام کا بیان ہے:

ہادی عالم لوگوں کو صبح و شام پڑھو	رسول اللہ صلی اللہ علیہ و
طہر پر بھی کھلے بندوں بھی (جیسا موصیٰ	مسلم پڑھا) قومہ لیل و نھارا
ہوا) اللہ کے حکم سے دعوت حق دیتے	سہرا و جھار امانا دیا با صرا اللہ
رہے اور اس سلسلہ میں کہیں کسی کی کوئی	لا یبقی فیہ احد من الناس -
پر و انہیں کی	(سیرۃ ابن ہشام جلد ۱ ص ۳۲۳)

یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ تبلیغ کی یہ کشتی سردار عرب میں تشریف
ابوطالب اور علیکۃ العرب شہزادی اسلام سیدہ خدیجہ کی محنت و ریاضت
اور حفاظت و حمایت کی بدولت خود ابوطالب اور خدیجہ کی صولت و
سیادت اور جاہ و شہرت کے خون کی لہروں پر چلتی رہی۔

ابوطالب اور خدیجہ نے پیغمبر خدا اور ان کے مشن کی محبت میں اپنی خاندانی
سروری، سرداری، عزت و عظمت پرانی ساکھ اور موردنی رکھ رکھاؤ اور
ساری رشتہ داریوں کو ختم کر دیا تعلقات کا گلا گھونٹ دیا۔

تصور میں بھی یہ بات نہ تھی کہ ناز و نعم کی پروردہ، محلات میں تربیت
پانے والی، حریر و دیبا پہننے والی، سونے چاندی موتیوں اور ہیروں سے
کھیننے والی، مکہ کی مطلق العنان شہزادی، چشم دابر کے ہلکے سے اشاروں پر
کام لینے والی، سلاطین، محضر، شامان، دانہ، روسا، دہر اور امرا وقت کو
اپنی جوتیوں کی ٹھکروں پر رکھنے والی علیکۃ العرب شہزادی اسلام کے لئے
ایسا بھی کوئی وقت آئے گا جب وہ قید کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہوگی، بیوگی
اور پیاسی رہے گی اپنے محبوب شوہر اور اللہ کے رسول کو اذیتوں میں دیکھے گی۔

گود کی بچی کو بیک سسک سسک کر روتا اور تڑپتا دیکھ گئی۔ مگر وہ خود صبر و استقامت اور عزم استقلال کی چٹان بن جائے گی نہ روئے گی نہ بیکے گی نہ شکوہ کرے گی نہ شکایت نہ مقدر کا گلہ ہے نہ قسمت کا رونا نہ آہ و زاری ہے نہ نالہ و شیون نہ فریاد ہے نہ داؤد یلا۔ فکر ہے تو اللہ کے رسول کی تشویش ہے تو محمدی مشن اور اسلامی تحریک کی اس کے بعد اگر کوئی خیال ہے تو گود کی بچی سیدہ زہراؑ کا اور بس۔

شہروں کو بیجا فرمائشوں کے مقبروں میں دفن کر دینے والی، بھونٹی اور مصنوعی عزت، نام و نمود اور نمائش کی خاطر قرض اور گروں کی مصیبتوں میں شہروں کو مبتلا کر دینے والی، خاندانی وقار و عزت و جہاد کو خاک میں ملانے والی اور عزت و شرافت کو نیلام کرنے والی خواتین ام المؤمنین جناب خدیجہ الکبریٰ کی پاکیزہ سیرت اور کردار سے سبق لیں۔ بدلتے ہوئے زمانہ اور مادی رجحانات کے ساتھ کسی انسان کی زندگی میں کتنا بڑا انقلاب آسکتا ہے سیدہ خدیجہؑ کی زندگی آئینہ ہے۔ بدلتے ہوئے زمانہ کا خندہ پیشانی کے ساتھ خیر مقدم کرنا۔ آئین و دستور اسلام کے حدود میں رہ کر انسانی قدروں کا پاس و محافظ کرتے ہوئے زمانہ کے قدم سے قدم ملا کر چلنا۔ فشیب و فرار زینت سے گھبرا کے بنیر صابج کردار اور عمدہ اعمال کے ذریعہ زندگی کی تختیوں کو حلاوتوں میں تبدیل کرنا دشوار گزار راستہ ہے۔ یہ راستہ بال سے زیادہ باریک نواہ کی دھار سے زیادہ تیز اور آگ سے زیادہ گرم ہے۔ اس خطرناک راستہ کو

احسانِ خدیجہ

حضرت مرسل اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدح ام المؤمنین سیدہ خدیجہؓ اور تکذیب ام المؤمنین عائشہؓ کرتے ہوئے جو دوسرا فقرہ ارشاد فرمایا تھا وہ یہ تھا "خدیجہؓ نے اپنے مال سے میری اس وقت مدد کی جب تمام لوگوں نے مال سے مجھے محروم کر رکھا تھا" وداستنی بما لہا اذ حرمنی الناس۔
(اصابہ و استیعاب)

سیدہ خدیجہؓ کے لئے اکثر ہن مالاً ————— بڑی مالدار بی بی تھیں
————— مال وافر داشت ————— بہت زیادہ دولت رکھتی تھیں
کانت خدیجہ ملکہ عظیمہ ————— خدیجہ عظیم شہزادی تھیں کے
فقرے تمام مورخین بالاجماع و بالاتفاق لکھتے ہیں ————— خود پیغمبرِ حقؐ نے
بھی خدیجہؓ کی بے پناہ دولت اور ان کے عظیم شہزادی ہونے کی تصدیق
فرمائی ہے۔ خدیجہؓ سے مرسل اعظمؐ نے فرمایا تھا۔ انت امرأۃ ذات مال
————— آپ مالدار خاتون ہیں ————— انت ملکہ ————— آپ
شہزادی ہیں۔ تاریخ سے اس کا بھی پتہ چلتا ہے کہ تمام امراء و روسا مکہ کے
پاس جتنی دولت تھی اتنی دولت کی مالک سیدہ خدیجہؓ بلا شرکت غیرے تھیں
————— حضور مرسل اعظمؐ سے شادی کے بعد آخر اتنی کثیر دولت کیا ہوئی؟
اس کا جواب علامہ مجلسی علیہ الرحمہ دیتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں :

ان خدیجہ قالت لعمہا
ورقة خذ هذه الاموال
وسم بها الى محمد وقل له
ان هذه جميعها هدية له
وهي ملكه يتصرف فيها
كيف شاء وقل له ان
مالی وعبیدی وجميع ما
املك وما تحت یدی فقد
وهبت لمحمد اجلا لا
واعظا ماله فوقف ورقة
بین زمزم والمقام ونادی
باعلا صوته يا معشر العرب
ان خدیجة تشهدكم
على انها قد وهبت نفسها
وما لها وعبیدها وخذوها
وجمع ما ملكت يمينها
والمواشي والصدقات والهدايا
لمحمد وجميع ما بذل لها
مقبول منه وهو هدية منها

(جناب) خدیجہ نے اپنے چچا ورتقین نفل
سے فرمایا کہ یہ مال لو اور (جناب) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
کے پاس جاؤ اور کہو کہ یہ سب مال میری طرف
ان کی خدمت میں ہدیہ ہے اب یہ ان کی
ملکیت ہے جس طرح چاہیں اس کو خرچ کریں
اور ان سے یہ بھی کہہ دینا کہ (میرے پاس جو کچھ
ہے) میرا مال، میرے غلام اور جو چیزیں میری
ملکیت میں ہیں، جو چیزیں میرے تحت تصرف
ہیں یا قبضہ میں ہیں میں نے سب کا سب
ان کو ہبہ کیا۔ ان کی عملالت قدر اور عظمت
کی وجہ سے (حسب ارشاد جناب خدیجہ)
ورتقین نفل (گئے اور) زمزم اور مقام ابراہیم
کے درمیان کھڑے ہوئے اور نہایت بلند آواز سے
(لوگوں کو) پکارا۔ اے گروہ عرب! جی
طور پر خدیجہ تجھ کو اس بات پر گواہ بناتی ہیں
کہ انھوں نے اپنے نفس کو اپنے مال کو اپنے
غلاموں کو اپنے غلاموں کو اور وہ تمام چیزیں
جن کی وہ مالک ہیں انقسم چاہیہ و اموال اور
ہدایا وغیرہ سب کو محمد کو ہبہ کیا اور جو کچھ

غدیجہ نے ان کو پہرہ کیا انھوں نے سب کو قبول
کر لیا ہے۔ غدیجہ نے اپنا سارا مال دتا
ان کی جلالت و عظمت کے پیش نظر اور ان کی
طرف رغبت کرتے ہوئے یہ کیا ہے لہذا تم سب
لوگ اس بات کے گواہ رہو۔

الیہ اسبلا لا لہ واعظاما
ومرغۃ فیہ فکونوا علیہا
من الشاہدین -
(سبحارالارواح جلد ۶ ص ۱۱۴)

شہزادی عرب خدیجہ طاہرہ نے مال و زر، درہم و دینار، تمام جائیداد منقولہ
و غیر منقولہ، نوکر چاکر، غلام و کثیر غرض ساری ملکیت بنام اسلام وقف کر دی
اور حضور مرسل اعظم کو اختیار کئی دے دیا کہ آپ جس چیز کو جس طرح چاہیں
بلاروک ٹوک خرچ کریں یہ سارا مال میرا نہیں آپ کا ہے۔

کہاں ہیں صاحبان عدل و انصاف فیصلہ کریں اور کہاں ہیں صاحبان
فکر و نظر اگر دیکھ لیں ایک بیوی وہ ہے جس نے اپنا سب کچھ اپنا پورا سرمایہ
اپنی پوری ملکیت اور اپنی کل پونجی نبی کے قدموں میں ڈال کر شعبانِ طالب
میں قید کی زندگی بسر کرتی ہے، بھوکے اور پیاسے رہتی مگر صبر و شکر کے علاوہ
مدح رسول اور حمد باری کے علاوہ شکوہ شکایت کا ایک حرف زبان تک
نہیں لائی۔۔۔۔۔ اور اسی کے بالقابل وہ اہمات المؤمنین بھی
ہیں جنہوں نے ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم“ سے مطالبہ کیا کہ ان کے
نان و نفقہ میں اضافہ کیا جائے کیونکہ انھیں جو گزارہ ملتا ہے وہ ان کی
ضروریات کے لحاظ سے بہت کم ہے۔ (ماثلہ ص ۱۱) ان دونوں میں کس کو
بجود رسول سمجھا جائے اور کس کی سیرت کو مسلم غوثین اپنے لئے نمونہ عمل

بنائیں؟ ————— اُہبات المومنین کا کردار زمین کی بستی کو شہر آباد ہے اور ام المومنین سیدہ خدیجہؓ کا کردار آسمان کی رفعتوں کو چھو رہا ہے۔ اگر اُہبات المومنین کی سیرت کو خواتین عالم قبول کر لیں تو ہر گھر جہنم کا نمونہ بن جائے اور اگر ام المومنین سیدہ خدیجہؓ کا کردار اپنالیں تو ہر گھر جنت نظیر ہو جائے۔ سیدہ خدیجہؓ نے اپنی بے پناہ دولت اپنے محبوب شوہر کو دے دی تاکہ اسلامی تحریک رکنے نہ پائے اس دولت کا تذکرہ قرآن مجید نے بھی کیا ہے۔ مقام احسان میں بہروردگار عالم نے جہاں اپنے خاص رحم و کرم کا ذکر فرمایا سردار مکہ جناب ابوطالبؓ کے زیر حفاظت و حمایت نبوت کی پرورش کا جہاں ذکر فرمایا ہے وہیں ارشاد ہوتا ہے:

ووجدك عائداً غامضاً - | ہم نے آپ کو تنگ دست پایا تو غنی
(قرآن مجید) | کر دیا۔

دنیا کا کوئی ایسا مال ہم نے حضور علیہ السلام کے پاس نہیں دیکھا جس نے آپ کو غنی کر دیا ہو۔ ہاں اگر کوئی مال مرسلِ اعظمؐ کے پاس دیکھا گیا جس سے آپ واقعی غنی ہو گئے تو صرف شہزادیِ عرب خدیجہؓ کا مال۔ اور اسی لئے حضرت عائشہؓ کو جھڑکتے ہوئے مدح سیدہ خدیجہؓ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ”انھوں نے اپنے مال سے میری اس وقت مدد کی جب لوگوں نے مال سے مجھے محروم کر رکھا تھا۔“

امام فخر الدین رازی تفسیر میں لکھتے ہیں **جہاں مکینہ** **پاکستان**

اغناہ بعمالِ خدیجہ | خدا نے رسول کو خدیجہ کے مال سے غنی بنا دیا

انہ علیہ السلام

دخل على خديجة ومغموم
فقال له مالك فقال الزمان
زمان فحط فان ابذلت المال
ينفذ مالك فاستمع
منك واني انا لم ابذل
اخاف الله فداعت قريشا
وفيه امر الصديق قال الصديق
فانخرجت دنائير وصبتھا
حتى بلغت مبلغا لم يقطع
بصري على من كان جالسا
قد احمى لكثرة المال ثم
قالت اشهدوا ان هذا المال
ماله ان شاء خرقه و
ان شاء امسكه -

(تفسیر کبیر جلد ۱۰ صفحہ ۱۰۷)

(ایک دن) رسول خدا خدیجہ

کے پاس آئے تو (سید) علیین وطلح اور افسردہ
تھے۔ خدیجہ نے حضور علیہ السلام سے عرض کی اس
رنج کا سبب کیا ہے۔ فرمایا یہ قحط کا زمانہ ہے اگر
میں تمھارا مال خرچ کر دیتا ہوں تو تم سے حیا آتی ہے
اور اگر اس کو خرچ نہ کروں تو خدا سے ڈرتا ہوں
(خدیجہ کے کہنے پر حضور علیہ السلام نے) قریش کو
بلا یا ان میں ابو بکر بھی تھے "صدیق" نے یہ بیان کیا
کہ خدیجہ نے دینار نکال نکال کر سامنے ڈھیر کر دیے
یہاں تک کہ وہ اس مقدار میں ہو گئے کہ میں ان
لوگوں کو دیکھ نہیں سکتا تھا جو میرے آگے (سوئے)
کے اس ڈھیر کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ بتا
زیادہ مال تھا۔ پھر (جب اس خدیجہ نے فرمایا تم سب
گواہ رہنا کہ میرا یہ مال اب رسول خدا کا مال ہے
(ان کو یہ یاد دہان کیا کہ وہ چاہیں تو اس کو
خرچ کریں اور چاہیں تو روک لیں) (ذخیرہ کبیر)

سیدہ خدیجہ کو یہ گوارا نہ ہوا کہ میرے پاس مال رکھا رہے اور عوام کو ٹھیکوں
اور پریشانیوں میں دیکھ دیکھ کر اللہ کے رسول کڑھتے رہیں غلامی نیست کے ساتھ
مال بھی اتنا پاک و پاکیزہ تھا کہ خود اللہ تعالیٰ اس مال کو اپنا مال قرار دیتے ہوئے

مرسل اعظم کو مقام احسان میں یاد دلاتا ہے۔۔۔۔۔ یقین ہوتا ہے کہ اگر ناصران رسول۔۔۔۔۔ ابوطالب اور خدیجہؓ نے مرسل اعظم کی نصرت و حمایت نہ کی ہوتی تو اسلام پہلے ہی دن دفن کر دیا جاتا۔
 اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان دونوں ناصران نبوت و رسالت کی نصرت و حمایت کو اپنی نصرت و حمایت سے تعبیر کیا ہے دست قدرت نے اگر جناب ابوطالب علیہ السلام کے سر پر ”المدیجۃ یتیمافاویٰ“ کا تاج رکھ کر انھیں صفوت رجال میں منفرد قرار دیا ہے تو جناب خدیجہ طاہرہ علیہا السلام کے سر پر ”ودجدك عائلافاغنیٰ“ کا تاج رکھ کر ہریم نسواں میں باوقار کر دیا ہے۔

حضرت عائشہؓ ہی کا بیان ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر سے نکلتے ہی نہیں تھے مگر یہ کہ جناب خدیجہ کی طرح وٹار کرتے ہوئے	کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یکاد یخرج من البیت حتی یدکر خدیجہ ویحسن ثناء علیہا“ (اصابیح ۴ ص ۲۵۵ و استیعاب ج ۴ ص ۲۵۵)
---	---

مکن ہے کہ کچھ لوگوں کو مرسل اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس عمل پر تعجب ہو اور وہ سوچتے ہوں کہ کیوں نبی کریمؐ اس حد تک سیدہ خدیجہؓ کو یاد فرماتے تھے۔ لیکن جن لوگوں کو تاریخ سے آگاہی احادیث سے واقفیت ہے اور قرآنی معلومات سے بہرہ مند ہیں انھیں معلوم ہے کہ سیدہ خدیجہؓ اسی لائق تھیں کہ انھیں یاد کیا جائے۔ ان کی اطاعت شعاری، فرمانبرداری اور محبت و الفت کا تقاضہ ہی یہی ہے کہ

ان کے بعد ان کی ایک ایک ادا یاد آئے۔ —————
 ایک سبب اور بھی تھا۔ ————— قرآن کا حکم ہے

واما بنعمة ربك فحدث۔ | (اے نبی) اپنے رب کی نعمتوں کا (ادائیگی)
 (قرآن حکیم) | ذکر و بیان کرتے رہئے۔

اگر سیدہ خدیجہؓ نے سہارا نہ دیا ہوتا اپنی پوری ملکیت کو اسلام پر خرچ نہ کر دیتا تو شاید مدینہ کی یہ ریاست مسلمانوں کے زیر نگیں نہ ہوتی اسلام پورے عرب پر محیط نہ ہو سکتا۔ یدخلون فی دین اللہ افواجا۔ ————— فوج فوج لوگ داخل اسلام نہ ہوتے اور عرب کا گندہ سماج اسلامی تہذیب و تمدن میں تبدیل نہ ہوتا۔ ان سب پر سیدہ خدیجہؓ کا احسان عظیم ہے۔ رسول عظیم اسلام کی اس محنت کو کیسے بھلا دیتے۔ قرآن مجید کے حکم کے بعد انھیں کیسے نہ یاد کیا جاتا۔

دیگر اہمات المؤمنین اور ام المؤمنین جناب خدیجہؓ طاہرہ کے فرق مراتب و درجات کو یوں بھی دیکھا جاسکتا ہے کہ دوسری ساری ازواجِ نبی کے لئے قرآن حکیم پسند و نصائح اور روک ٹوک کرتا ہے اور بعض کو تو خدیجہؓ کو ترجیح کرتا ہوا اطلاقِ تک کی دھکی دیتا ہے۔ برخلاف اس کے محسنہ اسلام سیدہ خدیجہؓ کی مدح و ثنا کرتا ہوا نظر آتا ہے اور اپنے پیغمبر صادقؐ کو حکم دیتا ہے کہ آپ ان احسانات کو برابر یاد کرتے رہیں اس کا تذکرہ کرتے ہیں۔

ایک بنیادی سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ شہزادی عرب کی اتنی بڑی جائداد

اور اتنی کثیر دولت جو سب اہل علم نے پائی اس کو کہاں اور کیونکر خرچ کیا؟ اپنی
کوشش کے مطابق میں نے کافی جدوجہد کی مگر یہ معرقل نہ ہو سکا۔

اس سوال کا جواب نہ گوئی تاریخ کے پاس ہے نہ بہرے مورخین کے پاس
کیوں؟ — اس لئے کہ یہ مسئلہ محسنہ اسلام سیدہ خدیجہ کا تھا۔

ابوطالب کی بہو کا مسئلہ۔ علیؑ کی خوش دامن کا مسئلہ اور فاطمہ زہراؑ کی والدہ ماجدہ
کا مسئلہ تھا۔ مورخین کو اس مسئلہ سے فطری اور قہری طور پر دلچسپی ہونی بھی نہیں
چاہیے۔ اور اگر اس مسئلہ سے کوئی دلچسپی تھی تو اسی قدر کہ خدیجہ کے احسانوں پر

پردہ ڈالو۔ چھپاؤ ہرگز ہرگز اس کا ذکر نہ آنے پائے۔ ورنہ ساداتِ فخر سے مرہنہ
کریں گے ہاشمی خوش ہوں گے اور ان کے ماننے والے مسرور ہوں گے۔ اور

اگر سیدہ خدیجہ کے احسانوں اور مہربانیوں کا ذکر آگیا تو جھوٹے، مصنوعی اور
فرضی قصص و حکایات کی وقعت کیا رہ جائے گی۔ خدیجہؑ کی بے پناہ دولت
جس کے شاہِ خود حضرت ابوبکرؓ بھی ہیں — کا اگر

ذکر کر دیا گیا تو یہ کیسے کہا جائے گا کہ فلاں ہجرا کی لنگی کی گرہ میں اتنی ہزار درہم
تھے۔ فلاں لڑائی میں فلاں بزرگ نے چندہ دیا تھا۔ فلاں صاحب نے ایک

کنواں خرید کر قوم کے نام وقف کر دیا تھا۔ فلاں صاحب کی دُنیاں اور
بکریاں دن ڈوبے آئیں اور رسولِ مختارؐ دودھ پیا لیا کرتے تھے اور فلاں مظہر نے

مکہ بند میں حضور علیہ السلام کے لئے ناشترہ باندھا تھا۔ اور اگر کمالِ جبار
وجوہات سے کام لیتے ہوئے لکھ بھی دیں تو ان مزخرفات کو کون منے گا؟

جائے عبرت اور مقامِ غیرت ہے کہ مورخین نے ان لوگوں کا مالی احسان

مرسلِ اعظمؑ کے سرعائد کرنے کی ناکام اور ذلیل کوشش کی ہے جو خود ہمیشہ
 نانِ فیمنہ کو محتاج رہے جن کی گذر بسر دوسروں کے دسترخوان کے ٹکڑوں پر
 ہوئی جن کی غربت و افلاس کا اندازہ اسی سے لگایا جاسکتا ہے کہ نختِ ہجر کی
 رخصتی کے موقع پر مانگے کے ایک پیالہ دودھ پر بیٹی اور داماد کی دعوت کا
 انحصار تھا۔ سخت و شدید اور پُرخطر موقع پر بھی مرسلِ اعظمؑ نے جن کی ادنیٰ سی
 پیشکش کو بھی ٹھکرا دیا تھا۔

نور کے بالمقابل تاریکیوں کو پسند کرنا مومنین کی قدیم عادت ہے اس لئے
 کوئی شکوہ بھی نہیں ہے۔ خداوندِ عالم نے قرآن مجید میں احسانِ خدیجہؑ کا ذکر
 کر کے ہر بالغ نظر کو دعوتِ غور و فکر دے دی ہے۔ اس مقام پر ہم بہر حال
 حضرت عائشہؓ کا شکریہ ادا کریں گے اپنی دانست میں اگرچہ وہ جنابِ خدیجہؑ بطاہر
 کی بڑائی کر رہی تھیں اور حضور علیہ السلام کے دل و دماغ سے جنابِ خدیجہؑ کی
 محبت کو الفاظ کے ذریعہ کھرج دینا چاہتی تھیں مگر انھیں معلوم نہ تھا کہ مرسلِ اعظمؑ
 مدحِ خدیجہؑ میں آج تاریخی فقرے ارشاد فرمائیں گے اور انھیں فقروں میں
 "وَوَاسْنَىٰ بِهَا لَهَا اِذْ حَرَمَنِ النَّاسُ" — انھوں نے اپنے مال سے
 میری مدد اس وقت کی جب لوگوں نے مجھے مال سے محروم کر رکھا تھا۔
 کا قیمتی فقرہ بھی ہوگا جو مومنین کی بددینائی اور تعصبات کے پردے کو چاک
 کر کے زمانہ کو حقائق سے روشناس کرا دے گا۔

جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں کہ شہزادی عربِ خدیجہؑ کی کثیر دولت کہاں

خرج ہوئی اور کیونکر؟ اس کا تارخ میں کوئی جواب نہیں ہے مگر ہم ان مقامات کی نشاندہی کرتے ہیں جہاں مرسل اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہزادی عرب کی دولت کو اسلامی تحریک اور محمدی تبلیغ پر خرچ کر سکتے ہیں۔ تاریخی قرآن کا سہارا لیتے ہوئے ہم یہ عرض کرنے میں حق بجانب ہوں گے کہ ان مقامات پر صدیقِ مظلوم کی دولت خرچ کی گئی ہے۔

① دعوت ذوالعشرہ کے سہ روزہ اجلاس اور اس کی دعوت پر جو کچھ خرچ کیا گیا وہ خدیجہ ہی کا مال تھا۔

② حبشہ کی جانب ہاجرین کا دوبارہ جانا تارخ میں ملتا ہے۔ نعیم صدیقی کے بیان کے مطابق پہلا قافلہ جو مختصر تھا اس کے اندر گیارہ مرد اور چار عورتیں تھیں۔ ”یہ ہاجرین تھوڑا ہی عرصہ (رجب سے شوال تک) حبشہ میں ٹھہرے ایک اذہا پہونچی کہ قریش نے اسلام قبول کر لیا ہے، یہ سب پلٹ آئے مگر مکہ کے قریب پہونچ کر معلوم ہوا کہ یہ اذہا غلط تھی۔“ ”دوبارہ بہت بڑا قافلہ جس میں ۸۵ مرد اور ۱۴ عورتیں شامل تھیں حبشہ جا پہونچا۔“ (محسن انسانیت ص ۲۳)

ہاجرین کو مکہ سے حبشہ تک جانے آنے پر کافی رقم خرچ ہوگی۔ پھر سامانِ سفر اور حبشہ کے دوران قیام میں روزانہ کے اخراجات پر جو غیر رقم خرچ ہوئی اس کا انتظام کہاں سے کیا گیا؟۔ سفر کرنے والوں میں دو ایک کے علاوہ سب مفلوک الحال اور خستہ تن۔ جن دو ایک کو میں نے الگ کیا ہے ان کے متعلق بھی قطعیت سے یہ دعویٰ نہیں کیا جاسکتا کہ اخراجات

برداشت کرنے کی ان میں طاقت تھی۔۔۔۔۔ خدیجہ طاہرہ کی دولت کے علاوہ مرسل اعظم کے پاس دوسرا کوئی ذریعہ نہیں اس لئے ہمیں یقین ہے کہ اس سفر کے کل اخراجات شہزادی عرب کی دولت سے دیئے گئے۔

(۳) قیصر روم نے ابوسفیان سے پوچھا تھا کہ جو لوگ مسلمان ہو رہے ہیں وہ مالدار اور امیر ہیں یا نادار اور غریب۔ تو ابوسفیان نے یہی کہا تھا کہ اب تک جو لوگ مسلمان ہوئے ہیں وہ نادار و غریب ہیں یا غلام اور کنیز۔۔۔۔۔ ان غریبوں، ناداروں، غلاموں اور کنیزوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا گیا تھا، آسمان دُور تھا زمین سخت تھی، مکہ کا چپہ چپہ دشمن ہو رہا تھا اس لئے باور کرنا چاہئے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی جو مدد کرتے رہے ہیں وہ خدیجہ طاہرہ ہی کے مال سے۔

(۴) مسلمانوں کے علاوہ جب مکہ کو شدید قحط کا سامنا کرنا پڑا تو پورے شہر اور اطراف شہر کے لوگوں کی امداد کی گئی اور امام فخر الدین رازی کے قول کے مطابق جناب خدیجہ طاہرہ نے قحط زدہ افراد پر تقسیم کے لئے جدوجہد کے سامنے پیش کی وہ حضرت ابوبکر کے علم ریاضی کے حدود سے آگے تھی۔

(۵) محرم ۳۱ھ بعثت سے ذی الحجہ ۳۱ھ بعثت تک شعب ابی طالب میں چھٹے خاندان بنی ہاشم اور اولاد عبدالمطلب کو قید سخت کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔۔۔۔۔ وہ قید کُزاد دنیا میں جس کا ہم اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔۔۔۔۔ اس قدر میں ہرے قبیلہ پر جو کچھ خرچ ہوا وہ

خدیجہؓ اسی کی دولت تھی۔ دور نظر بندی کے خاتمہ کے بعد شہزادی حورؓ تو اللہ کے رسولؐ کو رونا چھوڑ کر ابدی نیند سو گئیں لیکن ان کی دولت آپ کے بعد بھی حضورؐ کے کام آتی رہی۔

(۶) ابوطالبؓ اور خدیجہؓ کی وفات کے بعد مکہ کے قیام اور سفر طائف کے

دوران خدیجہؓ ہی کا مال تھا جو ہر کام حضور علیہ السلام کے کام آتا رہا۔

(۷) غار ثور میں تین شبانہ روز مرسل اعظمؐ کا قیام رہتا ہے علامہ جلال الدین

سیوطی شاہد ہیں کہ جناب امیر علیہ السلام نے تین دن کھانے پینے کا

انتظام کیا مدینہ تک جانے کے لئے سواری اور ایک راہ بتانے والے کو

کرایہ پر فراہم کیا۔ ظاہر ہے یہ سارا سامان سفر اسی رقم سے کیا جا رہا ہے

جو حورؓ کی شہزادی نبیؐ کو دے گئی ہیں۔

(۸) مدینہ پہنچ کر حضورؐ کو ایک مسجد کی فکر ہوئی، زمین کے انتخاب کے لئے

ناقہ کو مامور کیا گیا وہ ایک ایسی زمین پر آکر بیٹھ گیا جو دو تہیوں کی تھی۔

طے پایا کہ مسجد یہیں بنائی جائے گی۔ ان قیمتی بچوں کی اس زمین کو مختار

کائنات نے دس ہزار دینار میں خرید فرمایا۔ یہ روپے

خدیجہ طاہرہؓ کے تھے۔

(۹) بیکسی دے بس و مجبور و مظلوم، ناقہ مست و نادار و غریب ہماجرین مکہ

جو ابھی تک کفار مکہ اور ضنادید قریش کے پنجہ ظلم و ستم میں بسک رہے تھے

ان کو مدینہ تک لانے پر خدیجہ طاہرہؓ ہی کی دولت خرچ کی گئی۔

(۱۰) اصحاب صفہؓ پر بھی خدیجہؓ کا مال خرچ ہوتا رہا۔

یہ کل وہ مقامات ہیں جہاں شہزادی عرب کی دولت کے خرچ ہونے کا غالب قرینہ پایا جاتا ہے۔ ————— مدینہ خود بھی مرسل اعظم کے لئے مالی مشکلات میں اضافہ کا سبب بن گیا تھا۔ یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ شہزادی عرب کی دولت کا ذخیرہ کب تک نبی کریم کا ساتھ دے سکا۔ ————— لیکن اتنا ہم ضرور جانتے ہیں کہ شہزادی کی بے پناہ دولت نے مدینہ پہنچنے کے بعد بھی مرسل اعظم کو کافی عرصہ تک بے فکر رکھا۔ ————— اس لئے ہم یہ کہنے میں صد فی صدی یقین پر ہیں کہ اسلام کی عظیم عمارت کی ایک ایک اینٹ شہزادی خدیجہ کی ہے۔ وہی اسلام کے کاخ بلند کی دراصل مالک و مختار ہیں باقی ساری دنیا کی حیثیت اس قلعہ میں صرف پناہ گزیں کی ہے اور بس۔

حضرت عائشہ کو جبرکتے ہوئے مدح جناب سیدہ خدیجہ میں جو تیسری بات مرسل اعظم نے ارشاد فرمائی تھی وہ یہ کہ سر زقنی منها اللہ الولد دون غیرہا من النساء۔ ————— ”خدا نے مجھ کو ان سے اولادیں عطا کیں جبکہ اور عورتوں سے مجھے کوئی اولاد نہیں ملی۔“ ————— جہاں تک ازدواج کا سوال ہے تو یہ امر مسلم ہے کہ ازدواج میں مرسل اعظم کی تمام اولادوں کی ماں سیدہ خدیجہ ہیں۔ سوائے ابراہیم کے جو جناب ماریہ قبطیہ کے بطن سے تھے لیکن جناب ماریہ قبطیہ کا شمار ازدواج میں نہیں ہے کیونکہ وہ کنیز تھیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ جناب سیدہ خدیجہ بقائے نسل رسول کی ضامن بن گئیں۔ آپ کے تین اولادیں ہوئیں (۱) قاسم سب سے بڑے

صاحبزادے کا نام۔ اسی نام کی وجہ سے حضور علیہ السلام کی کنیت ابو القاسم ہوئی۔ (۲) دوسرے فرزند کا نام عبدالشہر تھا عرف عام میں انھیں کو طیب و طاہر بھی کہا جاتا تھا۔

سب سے آخری اور چھوٹی جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا تھیں جن کی ولادت ۲۰ جمادی الثانی ۱۰ھ بعثت میں ہوئی یعنی شعب ابی طالب کی سالہ قید سے ایک سال چھ ماہ اور ہجرت سے آٹھ سال قبل۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی یہی تھی کہ اس کے پیارے نبی کی نسل لڑکوں کے بجائے لڑکی سے چلے۔ چنانچہ حضور علیہ السلام کے دونوں صاحبزادوں کا بچپن ہی میں انتقال ہو گیا۔ ماریہ قبطیہ کے لہن سے جناب ابراہیمؑ کی ولادت ہوئی مگر ان کا انتقال بھی بچپن ہی میں ہو گیا۔ ————— لے دے کے ایک معصومہ عالم سیدہ زہراؑ بھی تھیں یہی نبیؐ کا میوہ دل، خشکی چشم رسالت اور اپنے والد کے گھر کا روشن چراغ تھیں۔ ————— بعد میں جس کی روشنی سے پوری دنیا نے اسلام روشن و منور ہو گئی۔ ————— اور آج ساری دنیا میں سادات کرام کا وجود سورہ کوثر کی تفسیر اللہ کفار مکہ کے طعنوں کا جواب ہے۔

حضرت عائشہ کو صاحب اولاد نہ ہونے کا یوں بھی فطری طور پر صدمہ رہتا رہا ہو گا۔ اور جب مرسل عظیم کی زبان فیض ترجمان سے اتنا بڑا طعن سنا ہو گا تو ان پر قیامت گذر گئی ہوگی۔ دوسروں کو طعن و تشنیع کرنے کی قیمت انھیں آج بھر پور وصول ہو گئی۔ ————— رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جواب میں حضرت عائشہ کو کتنا چاہئے تھا کہ آپ یہ طعن دوسری عورتوں کو دے سکتے ہیں

میں انشاء اللہ آپ کو اولاد دوں گی ابھی میری عمر ہی کیا ہے۔ مگر انہوں نے کچھ نہیں کہا غالباً اپنی طرف سے انہیں بھی کامل مایوسی ہو چکی تھی۔
اس کی وجہ سے حضرت عائشہ کے فطری حفظ و غضب میں اضافہ ہو گیا تھا۔
جس محمود العقاد لکھتے ہیں :

”اول تو فاطمہؓ حضرت خدیجہؓ کے بطن سے تھیں، جن کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے پناہ محبت اور ان کا بار بار ذکر کرنے کے باعث حضرت عائشہؓ اپنے دل میں ایک غلش محسوس کرتی تھیں.....
دوسرے حضرت عائشہؓ کی گود اولاد سے خالی تھی جب وہ خدیجہؓ کی محبت و جگر کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی الفت و محبت کا نظارہ کرتیں تو انہیں اولاد کی محرومی کا احساس بہت شدت سے ہوتا تھا یہی وجہ تھی کہ ان دونوں کے درمیانی تعلقات کسی حد تک استوار نہ تھے۔“ (عائشہ رضی اللہ عنہا)

جناب فاطمہؓ زہراؓ سے حضرت عائشہؓ کی نفرت و عداوت کو نبضِ نبی کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے۔ یہی نہیں تھا کہ جب وہ حضرت فاطمہؓ زہراؓ کو دیکھتیں تو اپنی خالی گود کا احساس ہوتا تھا بلکہ جوتا یہ رہا ہو گا کہ جب وہ اپنی خالی گود دیکھتی ہوں گی تو یاد گار خدیجہؓ حضرت فاطمہؓ زہراؓ یاد آتی ہوں گی۔ یہ حقیقت ہے کہ حضرت عائشہؓ کو جناب مصدومہؓ پھوٹی آنکھوں میں بھاتی تھیں۔
حضرت عائشہؓ کو صاحبِ اولاد نہ ہونے کا کافی صدمہ تھا اور اس غم نے کم سے کم اس سلسلہ میں انہیں کسی حد تک چڑچڑا بنا دیا تھا۔ چنانچہ انہیں یہ بھی اچھا نہیں لگتا تھا کہ رسول اللہؐ اپنے بیٹے ابراہیمؑ کو کھلائیں، انہیں پیار کریں اگر کبھی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابراہیمؑ کو گود میں لے کر حضرت عائشہ کے گھر میں آگئے تو حضرت عائشہ طعن و طنز سے رسول اللہؐ کا استقبال کرتیں اور ایسے ہی نفرد سے انھیں رخصت بھی کرتیں۔ سوچا جاسکتا ہے کہ ایسی حساس بیوی کو اپنے شوہر سے اولاد نہ ہونے کا جب طعنہ سننے کو ملا ہوگا تو اس پر کیا گزر گئی ہوگی۔

حضرت عائشہ صاحبہ اولاد کیوں نہ ہو سکیں؟ ————— نسیم صدیقی
ایک حدیث سناتے ہیں :

”حضرت کا اپنا ارشاد محفوظ ہے کہ ”عالی فی النساء ساجۃ“

یعنی میرے اندر خورتوں کے لئے کوئی جنسی طلب موجود نہیں ہے۔“

(محسن انسانیت ﷺ)

تو کیا ہم یہ یاد رکھیں کہ اسی لئے حضور علیہ السلام نے یہ فرمایا کہ ”خدیجہؓ کے علاوہ کسی بیوی سے مجھے اولاد نہیں ملی۔“ کیوں کہ جنسی طلب موجود نہ ہونے کی وجہ سے اب کوئی اولاد کسی بیوی سے ہو بھی نہیں سکتی۔ لیکن ایسا سوچنا سزا و سزاوار ہے اللہ کا نبی کسی کی حق تلفی نہیں کر سکتا۔

اولاد نہ ہونے کا سبب عباس محمود العقاد لکھتے ہیں :

”پے درپے بخار کے حملوں اور غذا کی قلت کے سبب حمل میں رکاوٹ

پیدا ہو جاتا بہت ممکن ہے۔“ (عائشہ ص ۳۳)

غذا کی قلت کا کوئی سوال نہیں پیدا ہوتا۔ عباس ہی کی کتاب سے ہم

یہ روایت کہیں نقل کر آئے ہیں کہ اذواج نے حضور علیہ السلام سے نان و نفقہ میں اضافہ کی درخواست کی تھی۔ درخواست کرنے والیوں میں حضرت عائشہ پیش پیش تھیں۔ یہ روایت خود بتاتی ہے کہ نان و نفقہ میں پیٹ بھرنے والی کی نہیں تھی ہاں لطف اور مزہ میں قلت ضرور تھی۔ اس کے علاوہ ہم دیکھتے ہیں کہ جہاں کئی کئی دن فاقے ہوتے ہیں جہاں گداگری کے باوجود پیٹ نہیں بھرتا وہاں تو اولاد کی وہ کثرت کہ تو بہ بھلی ہاں پہلا سبب ضرور قرین قیاس ہے۔ چونکہ حضرت عائشہ بچپن ہی سے طبریا اور ثانیفائڈ وغیرہ میں مبتلا رہی ہیں بہت ممکن ہے کہ مستقل مرض ہی مانع حل ثابت ہوا ہو۔

بہر حال سبب چاہے جو بھی ہو مگر حضرت عائشہ بن اولاد رہ گئیں جس کا انہیں ہمیشہ سدہ اور قلق رہا اور اس غم نے انہیں اتنا حساس اور چڑچڑایا تھا کہ وہ کسی کی اولاد کو بھی نہیں دیکھ سکتی تھیں چہ جائیکہ ماریہ قبطیہ اور جناب یحییٰ کی اولادیں۔ اسی لئے وہ فاطمہؑ ان کے شوہر علیؑ اور ان کے بچوں سے جلتی رہیں۔ عکرمہؑ کی جو روایت ابن سعد نے طبقات میں نقل کی ہے اس سے تو پتہ چلتا ہے کہ حضرت عائشہؑ امام حسن علیہ السلام سے پردہ کرنے لگی تھیں۔ "ان عائشہ احببت من الحسن بن علی"۔

(طبقات واقدی جلد ۸ ص ۴۸۸)۔

غم و اندوہ کا سال

بعثت کا دشواں سال تھا دورِ نظر بندی کا خاتمہ ہوا۔ ابوطالب کا گھرانہ قید سے نکل کر شہر کی آزاد فضا میں آ گیا۔ خیال تھا کہ اب کچھ سکون ملے گا۔ لیکن محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے یہ سال اور بھی منہوس ثابت ہوا۔ نبوت کے دونوں مضبوط سہارے دیکھتے دیکھتے پھین گئے یعنی باوجودِ ہرجب سلسلہ نبوی میں سردارِ عرب جناب ابوطالب اور صرف تین بیٹے بدرِ شراویہ سلام جناب خدیجہ الکبریٰ نے انتقال کیا۔ ابوطالب و خدیجہ نے ہمیشہ کے لئے آنکھیں بند کر لیں اور کفارِ مکہ کی آنکھیں روشن ہو گئیں۔ رسولِ اعظم کے گھر کے دورِ روشن چراغوں کو موت کی آندھی نے گل کر دیا اور کافروں کے گھروں میں گھی کے چراغ جل گئے۔ وہ گود نہ رہی جس میں ہادی اکبر کو آرام ملا تھا وہ سایہِ محبت و الفت نہ رہا جہاں رسولِ اعظم کو سکون نصیب ہوتا تھا وہ تلوار نہ رہی جو حفاظت کرتی تھی وہ زبان نہ رہی جو دعائیں دیتی تھی، وہ قلعہ نہ رہا جس میں ہادی اکبر محفوظ رہتا تھا وہ رفیقہٗ حیات نہ رہی جس کی چشمِ محبت فرشتہ ہوا کرتی تھی وہ پناہ گاہ نہ رہی جس نے ہادی اکبر کو پناہ دی تھی وہ مجبورِ رسول نہ رہی جس نے حضور کو ہر طرح کا سہارا دیا تھا وہ محترم بزرگ اور خفیہ مرتبی دربارِ جہل بڑھاتا تھا اور وہ مونس و غمگسار نہ رہی جس کے صائب مشورے داعیِ شکوت ہوتے تھے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ابوطالب و خدیجہ کی موت سے مرسل اعظم پر غم و الم اور زرد و کپ کا اتنا اثر ہوا کہ اس سال کا نام ہی آپ نے "عام الحزن" — غم و اندوہ کا سال — رکھ دیا۔ آپ رنج و الم اور غم سے ہڈی ہال ہو گئے۔

ناصر رسول ابوطالب تم پر سلام، ام المومنین خدیجہ تم پر سلام۔ اور ہمارا سلام ہو آپ دونوں کی معصوم اولادوں پر سلام ہو ہمارا ان مقبروں پر —
وقت کے متوکل ابن سعود نے اپنے نجدی درندوں کے ہمارے دیکھتے دیکھتے جھنیں خاک اور اینٹ کے ڈھیر میں تبدیل کر دیا سلام ہو ہمارا آل محمد کی ان قبروں پر جو جنت البقیع اور جنت المعلیٰ میں زیر آسمان کھلی پڑی ہیں۔ ججن جنت المعلیٰ (مکہ) کی ٹوٹی ہوئی قبریں آرام کرنے والی شہزادی عرب و اسلام ام المومنین خدیجہ طاہرہ اپنے ایک گناہگار بیٹے کا سلام قبول کرو — جنت البقیع (مدینہ) کے بوسیدہ مزار میں آرام کرنے والی شہزادی نور خاتون جنت اپنے ایک گناہگار غلام کا سلام قبول کرو۔



کردار ساز زندگی

حیدرآباد سندھ پاکستان

شہزادی سیدہ خدیجہ کی پاکیزہ سیرت اور حیات طیبہ نے حقوق نسواں کی واضح نشاندہی کی ہے۔ خدیجہ طاہرہ کی پوری زندگی خواتین عالم کی کامیاب زندگی کے لئے بہترین لائحہ عمل اور نمونہ کردار ہے۔ ایک عورت گھر کی چار دیواری میں رہ کر کتنی ترقی کر سکتی ہے کیسی کامیاب اور قابل فخر زندگی بسر کر سکتی ہے اور اپنی ذات سے قوم و ملک کی کس طرح خدمت سکتی ہے شہزادی خدیجہ کی زندگی میں ان تمام سوالوں کا حل موجود ہے۔

خدیجہ طاہرہ نے تجارت کی مگر بازاروں اور منڈیوں میں جا کر نہیں، اپنے گھر میں بیٹھ کر۔ اور ایسی کامیاب تجارت کہ اس وقت کے مرد میدان تجارت میں گرد کارواں بن کر رہ گئے۔ مکہ کے سیٹھوں اور چودھریوں کا جتنا مال تجارت کے لئے جاتا تھا اتنا مال تنہا جوہ کی اس مائے ناز اور قابل صداقت شہزادی کا ہوا کرتا تھا اور ہر ایک خدیجہ کی تجارت کو رشک و غبطہ کی نظر سے دیکھتا تھا۔

رفیق زندگی کے انتخاب میں سیدہ خدیجہ نے حیرتناک عقل و بصیرت کا مظاہرہ کیا اس انتخاب کی داد غالب عقل کے سوا کون دے سکتا ہے۔

مرسل اعظم کے گھر آکر سیدہ خدیجہ نے اپنے حدود میں رہ کر پورے تبلیغ اسلام اور محمدی تحریک میں تعاون فرمایا۔ کہا جاسکتا ہے کہ ابوطالب و بانی اسلام کے

ملیکۃ العرب

پر

پروفیسر سید احتشام حسین مرحوم کی رائے

مولانا کراچی صاحب کی نئی تصنیف ملیکۃ العرب موصوفت کی تصنیفی زندگی کے ایک خاص نقطہ عروج کا پتہ دیتی ہے۔ اس میں مسائل کے تمام پہلوؤں سے بحث کرنے کا جو استدلالی انداز پایا جاتا ہے وہ ان کے منطقی اور تاریخی طرز فکر کا آئینہ دار ہے۔

اسلام کی محنت، رسول مقبول کی شریک زندگی اور عربی شرافت کے اعلیٰ نمود کی حیثیت سے جناب خدیجہ الکبریٰ کی حیات مبارکہ کو پیش کرنے میں انھوں نے ان لوازم کا پورا خیال رکھا ہے جن میں ایک سوانح عمری کے پیش کرنے میں ملحوظ رکھنا چاہئے۔

اس طرح اس عظیم المرتبت خاتون کی وہ تمام حیثیتیں روشن ہو گئی ہیں جن سے مکمل انسانی زندگی عبارت ہے۔

واقعات کی ترتیب و تہذیب ہی میں نہیں، تحقیق میں بھی مصنف نے احتیاط اور استدلال کی جواز اختیار کی ہے وہ ان کے روشن مستقبل کی نشاندہی کرتی ہے مجھے امید ہے کہ یہ کتاب عام طور سے پسند کی جائے گی۔

سید احتشام حسین

۲۴ جولائی ۱۹۷۷ء

”کتابیات“

”ملیکۃ العرب“ میں جن جن کتابوں سے مدد لی گئی ہے اور بن کے حوالے اس کتاب میں درج ہیں وہ کتابیں اور ان کے مصنفین و مؤلفین کے متعلق مختصر معلومات -


کتب	زبان	مصنفین و مؤلفین اور دیگر امور
۱۔ قرآن مجید	عربی	حضرت باری تعالیٰ عز اسمہ
۲۔ استفانہ	عربی قلمی	کتاب کا پورا نام ”الاستفانہ فی بدع الثلثہ“ ہے مصنف کا نام ابو القاسم علی بن احمد بن موسیٰ بن محمد قنقی بن علی رضا کوئی ہے زبردست فقیہ و شہسوار تھے علاحدہ میں انتقال کیا تم میں مدون ہیں۔ کتاب قلمی ہے۔
۳۔ استیعاب	عربی	کتاب کا پورا نام ”استیعاب فی معرفۃ الاصحاب“ حالات اصحاب میں دو جلدوں پر مشتمل ہے مصنف کا نام حافظ یوسف ابن عبد اللہ المعروف بابن عبد البر القرطبی ہے مشہور میں پیدا ہوئے اور مشہور میں انتقال کیا۔
۴۔ اصحابہ	عربی	کتاب کا پورا نام ہے ”الاصحابہ فی تفسیر الصحابہ“ کتاب بھی حالات اصحابہ میں چھ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ مصنف کا نام شیخ شہاب الدین ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی ہے مشہور میں عسقلان میں پیدا ہوئے مشہور میں

کتاب	زبان	مصنفین و مؤلفین اور دیگر امور
۵۔ اعلام الوری	عربی	انتقال کیا۔ کتاب کا پورا نام ہے "اعلام الوری فی اعلام الہدیٰ" حالات معصومین میں ایک جلد پر مشتمل ہے مصنف کا نام امین الدین ابوعلیٰ فضل بن حسن بن فضل طبرسی شہدی ہے پایہ کے مورخ اور عظیم مفسر قرآن تھے آپ کا انتقال ۵۴۰ھ میں ہوا اور مشہد مقدس میں مدفون ہیں۔
۶۔ الشہید	اردو	اخلاقی، ادبی اور علمی ماہوار رسالہ جو سرکار ناصر الملک مولانا سید ناصر حسین صاحب اعلیٰ الشہداء کی سرپرستی و نگرانی میں اور مولانا سید حسن عباس صاحب موسوی ٹیٹا پوری کے زیر اہانت آگرہ سے بڑی آب و تاب کے ساتھ شائع ہوتا رہا۔ باب المسائل کی مستقل سرخی کے عنوان سے سرکار ناصر الملک سے پوچھے ہوئے مسائل کے جوابات شائع ہوتے تھے۔
۷۔ بحار الانوار	عربی	بڑی تقطیع باریک خط میں پچیس ۲۵ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ اب طہران میں تین جلدوں میں طبع ہوئی ہے۔ حق ہے کہ اس کتاب کو "دائرة المعارف" (انسائیکلو پیڈیا) کہا جائے مولف جلیل کا نام محمد باقر بن محمد تقی بن مقصود علی مجلسی صفہا ہے آپ عظیم فقیہ اور جلیل المرتب محدث تھے آپ کی تالیف وفات "عنم و حزن" ہے ۱۱۰۵ھ میں، اصفہان میں انتقال ہوا۔
۸۔ ہجۃ المافل مشیخ	عربی	دو جلدوں میں مرسل اعظم کے حالات پر مشتمل کتاب ہے صنف کا نام ہے شیخ یحییٰ بن ابی بکر حامری ۲۹۳ھ میں انتقال ہوا۔

کتاب	زبان	مصنفین و مؤلفین اور دیگر امور
۹۔ بخاری	عربی	مصری چھاپہ چار جلدوں میں ہے کتاب کا اصل نام الجامع الصغیر ہے محمد بن اسماعیل بخاری کی تالیف ہے ۱۹۳ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۵۶ھ میں انتقال کیا۔
۱۰۔ تاریخ الخلفاء	عربی	تاریخ کی معتبر اور جامع کتاب سمجھی جاتی ہے دو جلدوں پر مشتمل ہے کتاب کا دورا نام ہے "تاریخ الخلفاء فی احوال النفس النقیس" مؤلف کا نام قاضی حسین بن محمد دیار بکری مالکی ہے ۹۶۶ھ میں انتقال کیا۔
۱۱۔ تنبیہ	اردو	دیوبند ضلع سہارنپور سے عامر عثمانی کی ادارت میں شائع ہونے والا ماہوار رسالہ ہے۔
۱۲۔ تفسیر درمنثور	عربی	مصری چھاپہ چھ جلدوں میں مبسوط تفسیر ہے جس میں آثار منقولہ بڑی محنت کے ساتھ بیان کیا ہے اتقان فی علوم القرآن اسی کتاب کا مقدمہ ہے مفسر کا نام جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمن بن ابی بکر ہے قاہرہ میں ۴۳۹ھ میں پیدا ہوئے اور ۵۹۱ھ میں انتقال ہوا۔
۱۳۔ تفسیر کبیر		اس کا اصل نام "مفتاح الغیب" ہے آٹھ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے صاحبان خبرہ کے در بیان مشہور ہے کہ اس میں سب کچھ ہے مگر تفسیری نہیں ہے مفسر کا نام غزالہ بن محمد بن عمر رازی ہے طبرستان کے مشہور شہر رے میں ۵۴۴ھ میں پیدا ہوئے اور ۶۱۲ھ میں انتقال ہوا۔
۱۴۔ حیدۃ القلوب	فارسی	تین جلدوں میں ہے پہلی جلد حالات انبیاء دوسری جلد

کتاب	زبان	مصنفین و مؤلفین و دیگر امور
۱۵۔ حیات جناب خدیجہ الکبریٰ	اردو	حالات مرسل اعظم اور تیسری جلد حالات امیر معصومین پر مشتمل ہے اس کتاب کے مؤلف بھی علامہ مجلسی علیہ الرحمہ ہیں۔ امام بیہقن سے شائع شدہ ایک رسالہ جسے مولانا اسد علی صاحب نے تالیف فرمایا ہے۔
۱۶۔ خاتون جنت	اردو	سیرت معصومہ عالم۔ اس پر ابوالبرکات سید محمد فضل شاہ صاحب کا مقدمہ ہے یہ کتاب حاجی ملک محمد الدین ایڈیٹر صوفی حیدر آباد نے لکھی ہے۔
۱۷۔ روضۃ الصفا	فارسی	سات جلدوں میں مبسوط و مفصل تاریخ ہے اس کا انگریزی ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے خاوند شاہ مشہور ایرانی مورخ نے تالیف کیا وہ ماور النہر میں ۱۳۶۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۳۹۲ھ میں انتقال کیا۔
۱۸۔ روضۃ الاجاب	فارسی	مرسل اعظم سلاطین اسلام اور امیر معصومین کے حالات پر مشتمل تاریخ ہے۔ مدرستہ الواعظین کے کتب خانہ میں اس کی تین جلدیں ہیں۔ مصنف کا نام عطاء اللہ بن فضل اللہ المعروف جمال حسینی ہے یہ کتاب انھوں نے ۱۰۹۹ھ میں لکھ کر ہرات کے امیر علی شیر کی خدمت میں پیش کی تھی۔
۱۹۔ رؤف و رحیم	اردو	مرسل اعظم کی سیرت پر مشتمل ہے مصنف کا نام مولانا حافظ محمد حمید اللہ دہلوی ہے۔
۲۰۔ زاد المعاد	عربی	دو ضخیم جلدوں میں ہے زمانہ نبوت کے حالات کو شرح و ربط کے ساتھ بیان کیا ہے مصنف کا نام شمس الدین محمد بن ابی بکر

کتاب	زبان	مصنفین و مؤلفین و دیگر امور
۲۱۔ سیرت ابن ہشام	عربی	بن ارب بن سعد ابن القیم الجوزیۃ الدمشقی حنبلی سہے دمشق میں ۶۹۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۷۵۱ھ میں انتقال کیا۔ مرسل اعظم کے حالات پر سب سے زیادہ قدیم سیرت کی کتاب تین جلدوں میں ہے مولف کا نام عبد الملک ابن ہشام الحیری ہے قاہرہ میں ۸۱۲ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔
۲۲۔ سیرت حلبیہ	عربی	تین بڑی قسطیں پر حالات سرور کائنات پر مشتمل کتاب ہے کتاب کا اصل نام "انسان الیون فی سیرتہ الامین والامون" ہے علی بن برہان الدین حلبی کی تصنیف ہے ۸۴۲ھ میں انتقال ہوا۔
۲۳۔ سیرت النبی	اردو	سیرت سرور کائنات پر مشتمل پانچ جلدوں میں کتاب ہے ابتداً ایک جلد کا مسودہ علامہ شبلی نعمانی نے لکھا جو ۱۲۷۱ھ میں بندول ضلع اعظم گڑھ میں پیدا ہوئے باقی جلدیں ان کے شاگرد رشید مولانا سلیمان ندوی نے تحریر کیں علامہ شبلی کی زندگی کے بعد سیرت النبی کی اشاعت ہوئی۔
۲۴۔ سرفراز خاتم النبیین	اردو	۱۹۶۷ء میں مرسل اعظم کی چاروں صد سالہ بعثت کے مبارک مرقع پر اخبار سرفراز کھنڈ کا آنحضرت کے حالات و واقعات پر مشتمل عظیم نمبر ہے۔ جس میں سرور کائنات کی پوری حیات طیبہ پر ملک کے مشاہیر صاحبان قلم نے بھرپور روشنی ڈالی ہے۔
۲۵۔ طبقات	عربی	عظیم و قدیم ترین سیرت و تاریخ کی کتاب ہے لیون برلی سے عمدہ کتابت و طباعت کے ساتھ ۱۸۳۳ھ میں منظر عام پائی۔

کتاب	زبان	مصنفین و مؤلفین و دیگر امور
		<p>شبلی نعمانی لکھتے ہیں ”محمد بن سعد کا تب الواقدي المتوفی ۲۳۵ھ نہایت ثقہ اور معتد مورخ ہے اگرچہ اس کا استاد واقدي ضعیف الروایہ ہے لیکن خود اس کے ثقہ ہونے میں کسی کو کلام نہیں ہے۔ اس کی ایک کتاب (طبقات) آنحضرتؐ و صحابہ و تابعین و تبع تابعین کے حالات میں لبرط و تفصیل سے دس بارہ جلدوں میں لکھی ہے اور تمام واقعات کو محدثانہ طور پر پرہیز و پند لکھا ہے۔“</p> <p>(الفاروق ص ۷)</p>
۲۶- طبری	عربی	<p>تاریخ کی نہایت تفصیلی کتاب ہے جو دس بارہ جلدوں پر مشتمل ہے اس کا اصل نام ”تاریخ الامم و الملوک“ ہے مؤلف کا نام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری ہے بغداد میں ۳۲۰ھ میں انتقال کیا۔</p>
۲۷- عائشہ	اردو	<p>نام ہی سے کتاب کا موضوع واضح ہے مصر کے نامور مورخ عباس محمود العقاد کی عربی کتاب تھی جس کا شیخ محمد احمد پانی پتی نے اردو میں ترجمہ کیا ہے جس کو بک لینڈ لاہور (پاکستان) نے شائع کیا۔</p>
۲۸- مواہب لدنیہ	عربی	<p>پورا نام اس کتاب کا ”المواہب اللدنیہ بالشیخ المحدث فی السیرۃ النبویہ“ ہے سیرت مرسلہ عظمیٰ پر تفصیلی کتاب ہے مصنف کا نام شیخ شہاب الدین احمد بن علی الخطیب القسطلانی ہیں آپ صحیح بخاری کے شارح بھی ہیں ظہری</p>

کتاب	زبان	مصنفین و مؤلفین و دیگر امور
۲۹۔ محسن انسانیت	اردو	۱۸۵۶ء میں پیدا ہوئے ۱۸۵۹ء میں انتقال کیا۔ حیات سرور کائنات پر ضخیم کتاب ہے ایک ہی جلد ہے مصنف نعیم صدیقی ہیں مولانا ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کے دیباچہ اور ماہر القادری صاحب کی تقریظ سے مزین ہے مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی ہند دہلی نے شائع کیا۔
۳۰۔ مرقع اسلام	اردو	مؤلف نامعلوم، نامکمل۔ دونوں جانب سے اوراق غائب۔